لاؤڈاسپیکر کا شرعی حُکم

دلائل کی روشنی میں لاؤڈاسپیکر پر جوازِ اقتدا، کا ثبوت

محمد نظام الدین رضوی

ناشر
خوش محمد انصاری بھوجولی پوکھرا ٹولہ ضلع دیوریا (یوپی)

فبشر عباد ﴿١٧﴾ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ط

لاؤڈ اسپیکر کا شرعی حکم

لاؤڈ اسپیکر پر جوازِ اقتدا کے دلائل، اور ان پر وارد ہونے والے شبہات کا سنجیدہ جواب، نیز فقہائے اہلسنت کے فتاویٰ، رائیں اور تاثرات۔

تالیف

محمد نظام الدین رضوی غفرلہٗ
خادمِ درس و افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

ناشر

عالی جناب خوش محمد صاحب بھوجولی پور گھراٹولہ ضلع دیوریا (یوپی) ۲۷۴۸۰۲

کتاب ـ لاؤڈ اسپیکر کا شرعی حکم ۔
مؤلف ـ محمد نظام الدین رضوی غفرلہٗ ۔
تصحیح ـ مولانا خورشید عالم مصباحی، مدرس ضیاء العلوم ادری و مؤلف کتاب ۔
ناشر ـ عالی جناب خوش محمد صاحب، بھوجولی پوکھرا ٹولہ، ضلع دیوریا (یو پی) ۲۷۴۸۰۲ ۔
سالِ اشاعت ـ صفر المظفر ۱۴۱۰ھ، ستمبر ۱۹۸۹ء (بموقعہ عرس رضوی)
طبع ـ پہلی بار ۔
تعداد ـ گیارہ سو (۱۱۰۰) ۔
صفحات ـ ۱۷۵
قیمت ـ ۲۸/= روپے

ملنے کے پتے

○ مفتی محمد نظام الدین رضوی ۔ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ ۲۷۶۴۰۴ ۔
○ حق اکیڈمی، مبارکپور، اعظم گڑھ ۲۷۶۴۰۴ ۔
○ المجمع الاسلامی، فیض العلوم محمد آباد گوہنہ، ضلع مئو ۔ (یو پی) ۲۷۶۴۰۳ ۔
○ مکتبہ نعیمیہ، دیپا سرائے ۔ سنبھل، ضلع مراد آباد (یو پی)
○ مکتبہ لطیفیہ ۔ جامعہ عربیہ، رشید نگر، ناگپور ۔
○ قادری بکڈپو، نومحلہ مسجد، بریلی شریف ۔ (یو پی)
○ مکتبہ الحبیب ۱۴۰ اتر سوئیا ۔ الہ آباد ۔
○ رضا اکیڈمی ۱۳۰ علی عمر اسٹریٹ ۔ بمبئی ۳ ۔
○ اعجاز بکڈپو، ناخدا مسجد گیٹ ۲ زکریا اسٹریٹ ۔ کلکتہ ۷۳ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہدیۂ تشکر

حامداً ومصلیاً ومسلماً

ہم سب سے پہلے صمیمِ قلب سے اپنے ان بزرگوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے ہماری اس حقیر کاوش کو شرف مطالعہ بخشا، اور کچھ بھی اصلاح فرمائی۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) بحرالعلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ، شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم گھوسی، ضلع مئو۔

(۲) حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب قبلہ ہزاروی دام ظلہ العالی۔ ناظمِ اعلیٰ جامعہ نظامیہ لاہور (صاحب تاریخ نجد و حجاز)

(۳) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قبلہ مدظلہ الاقدس (قاضی شریعت کمشنری گورکھپور) مبارکپور، اعظم گڈھ

(۴) حضرت مولانا مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ دام ظلہ العالی۔ شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی، فیض آباد۔

ہمارے خصوصی شکریہ کے مستحق حضرت بحرالعلوم قبلہ ہیں جنھوں نے شدید علالت کے باوجود "جواز اقتدار کے دلائل" کا رمضان المبارک کے سخت موسم میں بغور مطالعہ فرمایا اور اسکی اِصلاح کی۔ اس میں حسن ترتیب کی جو خوبی نظر آتی ہے وہ آپ ہی کی نظرِ عنایت کا فیض ہے۔

ساتھ ہی ہم اپنے ان علمائے کرام کے بھی ممنون و مشکور ہیں جنھوں نے اس تالیف کے متعلق اپنے تاثرات وآراء سے نوازا، یا قدمے، سخنے کچھ بھی اعانت فرمائی۔

اور میں اپنی مادرِ علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے شکریہ سے تو کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا جس کے فیضِ تربیت نے ایک ذرۂ ناچیز کو اس خدمتِ گرامی کے لائق بنا دیا۔ خدا اُسے عالم میں سدا بہار رکھے۔

(۱) عالی جناب اقبال احمد شیوانی قادری برکاتی، ناکدیوی اسٹریٹ بمبئی ۳ (۲) حضرت مولانا شوکت علی صاحب مصباحی، بانی مدرسہ نافع العلوم، سید آباد، الہ آباد
ان حضرات کا بھی بیحد مشکور ہوں کہ

اوّل الذکر کے گرانقدر عطیہ سے کئی بار اعظم گڈھ، ایک بار کچھوچھہ شریف، اور ایک بار ہفتہ عشرہ کا طویل سفر اسی مسئلے کی تحقیق کے سلسلے میں کیا، ہندوپاک کے بہت سے علمائے کرام کی خدمتوں میں مقالہ کے عکوس بھیجے، مکمل تالیف کی کتابت کرائی، اور کچھ طباعت میں بھی خرچ ہوا، اور یہ سارا انتظام بے شان وگمان من جانب اللہ یوں ہوا کہ عزیزی مولوی محمد فاروق (بمبئی) متعلم اشرفیہ یہ رقم ان کے پاس سے لے کر آئے اور مجھے اس کے دینے کی پیشکش کی خلوص کا کچھ ایسا ہی نمونہ مؤخر الذکر عالم نے بھی پیش کیا، ان کا عطیہ گو کہ بہت تھوڑا ہے مگر اس حیثیت سے وہ میرے نزدیک بڑا ہی گرانقدر ہے کہ اسے ایک عالمِ دین نے اپنی جیبِ خاص سے عطا کیا ہے خدائے پاک ان مخلصین کو دارین کی سعادتوں سے نوازے۔

محمد نظام الدین رضوی غفرلہ
۷، صفر المظفر ۱۴۱۰ھ (جمعہ مبارکہ)

کتاب کا تعارف

"لاؤڈ اسپیکر کا شرعی حکم" کے عنوان سے میں نے صفر ۱۴۰۶ھ میں اپنے مطالعہ کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا، پیش نظر کتاب اسی مجموعہ کی ترمیم واصلاح، اور اضافہ کے بعد ایک جدید شکل ہے ————

علمائے کرام سے نیازمندانہ درخواست

میں نے اس کتاب میں دلائل و شواہد سے لاؤڈاسپیکر پر جواز اقتدار کا ثبوت اپنے خیال میں فراہم کر دیا ہے، پھر بھی میں اس کے جواز کا فتویٰ اپنے بزرگوں، اور بڑوں پر لازم نہیں کرتا، اور نہ مجھ کو قطعی طور پر اصرار ہے کہ جو کچھ میں نے تلاش و جستجو کی ہے، یا استخراج کیا ہے اس کو علمائے کرام مِن وعَن منظور فرمالیں۔ بلکہ میں نے ردّ و قبول کے لئے اپنا مطالعہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر دیا ہے اگر عصر حاضر میں موجودہ مسائل کا حل، نظائر و شواہد کی روشنی میں ممکن ہو، اور دلائل کی قوت اس کی پُشت پناہی کر رہی ہو، نیز زمانے کے مُقتضیات کے مطابق ذہن انسانی کو اختلاف و انتشار کی وادی سے نکال کر صحیح سمت پر اس کی رہبری کے لئے ہماری اس تالیف میں مواد موجود ہوں تو ضرور اس کی طرف توجہ مبذول کی جائے۔

ورنہ بصورتِ دیگر ایضاحِ حق فرما کر بلا تأمّل اس خادم کی اصلاح فرمائی جائے، آپ اسے حق کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہوا دیکھیں گے، اور یہ اسے اپنی سعادت محسوس کرے گا وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللهِ، وَإِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ۔

اب مجھے قوی امید ہے کہ آپ از راہِ کرم ہمیں اپنے گرانقدر تاثرات و آرا سے ضرور نوازیں گے، میں آپ کا ممنون و مشکور رہوں گا۔
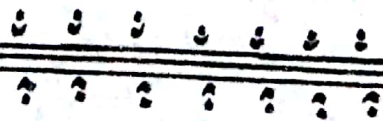
تمہید

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ لَنَا مَا فِی الْأَرْضِ جَمِیْعًا ﴿ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهِ الَّذِیْ بُعِثَ رَؤُفًا وَّرَحِیْمًا ﴿ وَعَلَی الْفُقَهَآءِ الَّذِیْنَ أَصَّلُوْا أُصُوْلًا ﴿ وَّنَقَّلُوْا تَفْصِیْلًا ﴿ وَوَضَعُوْا كُلِّیَاتٍ ﴿ تَنْطَبِقُ عَلٰی مَالَا یُحْصٰی مِنْ جُزْئِیَّاتٍ ﴿ لَاسِیَّمَا عَلَی الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ ﴿ وَالْأَصْحَابِ الْهَادِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ ﴿ وَالْإِمَامِ الْأَعْظَمِ سِرَاجِ الْمِلَّةِ وَالدِّیْنِ ﴿ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ ﴿ وَعَلَیْنَا مَعَهُمْ أَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ﴿

ہندوستان میں سنی مساجد کے اندر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کا مسئلہ ایک سنگین صورت اختیار کر گیا ہے، لوگ عام طور پر سنی مساجد میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بیشتر جگہ فتنہ و فساد بھی برپا ہوتا رہتا ہے۔ فاضلِ جلیل علامہ ارشد القادری صاحب مدظلہ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

"رویتِ ہلال اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے سوال پر پورے ملک میں مسلمانانِ اہل سنت کو جن مشکلات اور افتراق و انتشار کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے آپ اس سے ناواقف نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ کتنی ہی مساجد اور عیدگاہیں ہمارے قبضے سے صرف اس لئے نکل گئیں کہ ہمارے ائمہ ریڈیو کے اعلان پر عید کی نماز پڑھانے کیلئے تیار نہیں ہوئے، اور نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے انھوں نے انکار کر دیا"۔ (١)

جناب مولانا عبدالقادر صاحب کھتری لکھتے ہیں:

"تقریباً آٹھ سال تک میں نے بارہ امام روڈ پر واقع "رفاعیہ مسجد" میں خطیب و امام کے فرائض انجام دئے اور جب وہاں لاؤڈ اسپیکر لگنے والا تھا، اس سے ایک روز قبل

(١) مراسلہ علامہ موصوف بنام علمائے شرعی بورڈ محررہ ٢٧ر جولائی ٨٥ء، نیز مراسلہ بنام مولانا عاشق الرحمن صاحب حبیبی الہ آباد

ہی میں مستعفی ہو گیا۔ پھر دو مسجدوں کے متولیوں نے اپنی اپنی مسجدوں کے لئے میری خدمت طلب کی تو میں نے شرط رکھی کہ لاؤڈ اسپیکر کو ہٹایا جائے۔ ان متولیوں نے میری شرط منظور نہیں کی وہ مسجدیں آج بھی وہابیوں کے قبضے میں ہیں۔ ایک مصطفےٰ بازار کی مسجد، اور دوسری حمیدیہ مسجد۔

پھر "بھُوساری محلہ مسجد" کے منتظمین نے ایک وہابی امام کو مصلے سے ہٹا کر مجھے منتخب کیا، میں نے ان کے سامنے بھی وہی شرط رکھی۔ وہ لوگ میرے استاذ محترم و مرشدِ برحق، سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفےٰ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس گئے جن سے مجھے سندِ خلافت بھی ملی ہے۔ انھوں نے مجھے یاد فرمایا۔ میں حاضر ہوا تو سید میاں نے فرمایا:

عبدالقادر! تم نے لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے دو مسجدیں وہابیوں کو دے دی ہیں۔ اب ان کی درخواست کو بھی ٹھکرا دوگے تو یاد رکھو! اس مسجد میں قیامت تک کوئی سنی امام نہیں آئے گا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں جاؤ، اس مسجد میں نماز پڑھاؤ۔

اس وقت سے آج تک تقریباً پچیس سال ہوئے میں نماز پڑھا رہا ہوں"۔ (١)

اجماعی مسئلہ نہیں

یہ مسئلہ جب سے ہندوستان میں شروع ہوا ہے ابتداءً فقیہ الامت مولانا شاہ امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواز کا فتوی دیا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"اس کے ناجوازی کی وجہ اب تک ذہن میں نہیں آئی ہے۔ بعضوں نے اسے تعلیم من الخارج قرار دیا ہے مگر فقیر کے نزدیک یہ غلط ہے۔ اس کو تعلیم من الخارج اس وقت کہہ سکتے کہ یہ آلہ خود بخود بولتا، اور وہ آواز اس کی آواز ہوتی مگر ایسا نہیں۔ بلکہ یہ آواز حقیقۃً اسی قاری کی آواز ہے کہ اگر آلہ نہ ہوتا تھوڑی دور پہونچ کر ہوا میں منتشر ہو جاتی، اس آلہ نے اسے دور تک پہونچایا۔

؁ مراسلہ مولانا موصوف بنام عزیزی مولوی محمد فاروق متعلم اشرفیہ۔ محررہ ١٦ر جمادی الآخر ١٤٠٩ھ بروز چہار شنبہ ٢٥-١-١٩٨٩ء

جس طرح ٹیلی فون پر بات کرنے والے کی آواز سیکڑوں کوس پہونچتی ہے جو حقیقۃً اس کی آواز ہوتی ہے، ٹیلی فون کی آواز نہیں ہوتی۔ ٹیلی فون وہاں تک پہونچانے کے لئے واسطہ ہے۔

اسی طرح یہ آلہ مکبر الصوت امام کی آواز پہونچانے کا ذریعہ ہے اور آواز وہی ہے جو امام کے منہ سے نکلی لہذا تعلیم من الخارج قرار دے کر نماز کو فاسد قرار دینا غلط ہے۔

مگر نماز میں یہ جدّت اچھی نہیں معلوم ہوتی، جو طریقہ سلفِ صالحین کا ہے اس سے عدول اچھا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔" (۱)

فقیہ الامت کے بعد کے ایک مختصر فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پہلے فتوے سے رجوع فرمایا، اور ممانعت کا فتویٰ دیا۔ (۲)

صدر الافاضل حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی جواز کے قائل تھے مگر از راہِ احتیاط منع فرماتے تھے۔ وہ اپنے ایک فتوے میں لکھتے ہیں۔

"اس آلہ (لاؤڈ اسپیکر) کے استعمال میں امام کے لئے شغل بھی ہے اور تکبیر مکبّرین کی (سنت) بھی بظاہر موقوف نظر آتی ہے اس لئے اس کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے" (۳)

---

(۱) فتاوی امجدیہ جلد اول ص ۱۹۰ ۔ مسئلہ ۲۵۴ باب مفسدات الصلوٰۃ۔

(۲) " " ص ۱۹۰ ـــــــ

(۳) التفصیل الانور فی حکم صلوٰۃ لاؤڈ اسپیکر (مجموعہ فتاویٰ علماء) مرتبہ حافظ محمد عمران قادری پیلی بھیت ص ۱۱ نیز ماہنامہ اعلیحضرت جلد ۱۶ شمارہ ۱۲ بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ و دسمبر ۱۹۷۶ء بحوالہ القول المقبول۔

انتباہ: حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے ممانعت کی جو دو وجہیں ذکر فرمائی ہیں ان سے صاف عیاں ہے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناجائز یا مفسد نہیں بلکہ محض خلافِ اولیٰ ہے۔ کیونکہ شغل، (دل کا بٹنا) فقط خشوع و خضوع میں خلل انداز ہے جو غیر افضل ہے در مختار میں ہے ترکہ لا یوجب إِسَاءَةً وَّلَا عِتَابًا كَتَرْكِ سُنَّةِ الزَّوَائِدِ لٰكِنَّ فِعْلَهٗ أَفْضَلُ اھ (فوق رد المحتار ص ۴۷۷ ج ۱۔ آداب الصلوٰۃ) اور اب یہ بجائے خود مخلِ خشوع بھی نہیں کیونکہ اب یہ

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

صدر العلماء حضرت مولانا مفتی سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا حکم

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کا استعمال بحالتِ نماز درست نہیں، مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ درست ہے، نماز فاسد نہیں ہوتی۔

بقیہ صفحہ گذشتہ: ۔ کسی لئے بھی کوئی نئی، اجنبی اور انوکھی چیز نہ رہا جس کے دیکھنے کو نگاہیں اٹھیں، یا دل بٹے۔ اور اس سے آواز کے پہونچنے، نہ پہونچنے کی فکر ضرور غیر مناسب ہے لیکن لاؤڈ اسپیکر کا اس میں کیا عمل دخل؟ اور امام کو اس زحمتِ فکر کی کیا حاجت؟ اسے تو نگاہیں مخصوص انداز سے جھکائے نماز پڑھنا چاہیئے نہ کہ کسی لایعنی چیز کی فکر کرنا چاہیئے۔ کوئی کعبہ میں جاکر نماز میں ہی اس پر نظر دوڑانے لگے تو اس شغل کا ذمہ وار وہ خود ہوگا، نہ کہ کعبہ مقدسہ۔ لأَنَّ المقصودَ الخشوعُ، وَفِي ذٰلِكَ حِفْظُهٗ عَنِ النَّظَرِ اِلىٰ مَا يُشْغِلُهٗ وَفِي اِطْلَاقِهٖ شُمُولُ الْمُشَاهِدِ لِلْكَعْبَةِ لِأَنَّهٗ لَا يَأْمَنُ مَا يُلْهِيهِ اھ (ردالمحتار ص ۴۷۸ ج ۱۔ آداب صلوٰۃ۔ مطبع دار الفکر)۔

اور حضرت نے دوسری وجہ جو یہ ذکر فرمائی کہ "تکبیر کی سنت بظاہر موقوف نظر آتی ہے" اسمیں یہ کھلا اشارہ ہے کہ واقع میں تکبیر کی سنت موقوف نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ سنت اس وقت ہے جب امام کی تکبیر و تسمیع مقتدیوں تک نہ پہونچتی ہو اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ تو امام کی ہر تکبیر و تسمیع بخوبی ہر مقتدی تک بر وقت پہونچتی رہتی ہے اسلئے یہاں مکبر کا تقرر مسنون ہی نہیں تو پھر اسکے موقوف ہونے کا کیا سوال؟ مفتی افضل حسین صاحب نے اسے ایک مثال کی روشنی میں اور بھی زیادہ واضح کر دیا ہے لکھتے ہیں: "اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی یہ کہے۔ میدان اور جنگل میں سمت قبلہ کا پتہ نہ چلے تو تحری واجب ہے اور قطب نما ساتھ رکھنے سے سمت قبلہ معلوم ہو جاتا ہے اور تحری واجب نہیں رہتی لہذا قطب نما ساتھ رکھنا حرام یا مکروہ ہے اہل علم جانتے ہیں کہ رفعِ واجب اور رفعِ علت وجوب میں، رفعِ سنت اور رفعِ علتِ استنان میں، رفعِ مستحب اور رفعِ علتِ استحباب میں بہت بڑا فرق ہے واللہ تعالیٰ اعلم" (لاؤڈ اسپیکر۔ مرتبہ مولانا محمد خلیل الرحمٰن رضوی۔ ص ۱۳ - ۱۴)

یہی وجہ ہے کہ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے یہ نہیں فرمایا کہ "سنت موقوف ہو جاتی ہے" بلکہ یہ فرمایا "بظاہر موقوف نظر آتی ہے"، فتأمل ۱۲ ن

یہ اختلاف بھی مذکورہ بالا اختلافِ تحقیق (آواز عین ہے، یا غیر) پر مبنی ہے لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ اجتناب کیا جائے۔" (۱)

مفسر قرآن حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بھی اس باب میں جواز کا تھا۔ (۲)

فقیہ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب نعیمی، اور مفتی آگرہ حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب حقانی رحمۃ اللہ علیہما بھی جواز کے ہی قائل تھے۔ فقیہ اعظم کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو۔

"سپیکر کے ذریعہ افعال امام پر اطلاع پاکر پیروی کرنے والے مقتدیوں کی نمازیں جائز ہیں۔(۳) قرآن کریم اور احادیث طیبہ اور اجماعِ عملی و نقولِ مذہبیہ فقہیہ سے اس کا جواز آفتاب سے بھی زیادہ واضح و بے نقاب ہے۔" (۴)

مفتی آگرہ۔ جو اپنے وقت میں اکابر علمائے اہل سنت میں شمار ہوتے تھے۔ لکھتے ہیں:

"بقاعدۂ شرعیہ اَلْاَصْلُ فِی الْاَشْیَاءِ اِلْاِبَاحَۃُ بولنے والے کی آواز کو دور تک پہونچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال مباح و جائز ہے۔

وہ آواز جو لاؤڈ اسپیکر سے نکل رہی ہے بعینہ بولنے والے کی آواز ہے۔

پس اس آواز پر اقتدار، آواز غیر پر اقتدار نہیں جو مفسد، یا مکروہ ہو۔ اقتدار بالکل صحیح ہے۔" (۵)

---

(۱) نظام شریعت تصنیف حضرت میرٹھی صاحب علیہ الرحمہ۔ ص ۲۵۸۔

(۲) اسکے راوی شارح بخاری حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی مدظلہ ہیں جو مفسر موصوف کی حیات میں عرصہ تک بریلی میں رہ کر حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت میں دار الافتاء کا کام کرتے رہے۔ دوسرے راوی مفتی منظر امام سیوانی ہیں انھوں نے مجھ سے یہ بات ۲ر فروری کو کیا ضلع دیوریا کے دار القضاء کے اجلاس کے موقعہ پر بیان کی ۱۲

(۳) فتاویٰ نوریہ جلد اول ص ۲۴۱ } طبع اول ۱۹۷۴ء مطبع چٹان پریس لاہور۔

(۴) " " ص ۲۱۲ }

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

غالباً ۱۳۸۳ھ، یا ۱۳۸۴ھ میں ایک دفعہ عرس رضوی کے موقعہ پر یہ مسئلہ پیش ہوا۔ حضور مفتی اعظم ہند، حضور حافظ ملت، حضرت سید العلماء مولانا آل مصطفیٰ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اور اسی درجہ کے اکابر علماء موجود تھے۔ حضور مفتی اعظم اور دیگر علماء کا موقف، ممانعت تھا جب کہ حضرت مولانا مفتی افضل حسین صاحب مرحوم جو بریلی ہی میں مدتوں شعبۂ دار الافتاء کے صدر رہے، اور ذی علم و ثقہ علماء میں شمار ہوتے تھے ان علماء کی رائے سے متفق نہ ہوسکے (۱)

مذکورہ بالا تفصیل سے ظاہر ہے کہ اس پر کسی وقت میں پورے ہندوستان کے علمائے اہل سنت کا بھی اجماع نہ ہوسکا۔ اس طرح یہ اجماعی مسئلہ نہیں۔

مسئلہ منصوصہ بھی نہیں

اور یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ یہ مسئلہ قرآن و حدیث یا ائمہ حنفیہ کا منصوص علیہ مسئلہ بھی نہیں ہے۔ ایک طرف تو اس کی یہ قانونی حیثیت ہے۔

احکام شرع میں تبدیلی

اور دوسری طرف خادمان فقہ سے یہ امر بھی مخفی نہیں کہ شریعت کے بہت سے احکام میں وقت اور زمانہ کے لحاظ سے تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے وَکَمْ مِنْ شَیْءٍ یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ ؎۲

حاشیہ صفحۂ گذشتہ :۔ ؎۵ عکس فتویٰ حضرت مفتی آگرہ۔ یہ فتویٰ مجھے مولانا عبد المنان کلیمی صاحب استاذ جامعہ فاروقیہ بھوجپور ضلع مرادآباد کے بدست ملا، اور انھیں حضرت مفتی صاحب موصوف کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد حسن حقانی صاحب نے دیا۔ نقل مطابق اصل اخیر کتاب ص ۴۳۱ پر ملاحظہ فرمائیں ۱۲ ن

(۱) یہ واقعہ مجھے دو ثقہ راویوں کے ذریعہ معلوم ہوا۔ (ا) بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب قبلہ مدظلہ العالی بروایت حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (ب) حضرت مولانا محبوب صاحب اشرفی مبارکپوری بروایت حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مونگیری مرحوم کا اس موضوع پر ایک مکالمہ بشکل رسالہ بھی چھپا ہوا ہے جسے مولانا خلیل الرحمٰن رضوی استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی نے بنام "اسپیکر" مرتب کیا ہے۔ ۱۲ ن

؎۲ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۱۴۶ بحوالہ جواہر الاخلاطی۔ نیز فتاویٰ عالمگیری ص ۹۵ ج ۴ باب خامس فی آداب القبلہ وغیرہا۔

ذیل میں ہم اس قسم کے چند مسائل ذکر کرتے ہیں۔

عورتوں کی حاضری جمعہ و جماعت پر عہد بہ عہد بدلتے ہوئے احکام

① حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں خواتین کو جمعہ وجماعت میں شرکت کی اجازت تھی۔

قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَتْ أَحَدَكُمُ امْرَأَتُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا۔ [۱]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی کی عورت اس سے مسجد جانے کی اجازت لے تو وہ ہرگز اسے نہ روکے۔

لَا تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ [۲]

اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔

ایک صحابیہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے۔

أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَدَعْوَتَهُمْ وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتِ امْرَأَةٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ۔ قَالَ: لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا۔ [۳]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمکو حکم دیا کہ عیدین کے روز حائضہ عورتیں اور پردہ نشین دوشیزائیں بھی نکلیں مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعا میں حاضر ہوں، البتہ حائضہ عورتیں مصلے سے الگ رہیں۔ ایک عورت نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہیں ہوتی؟ تو آپ نے فرمایا کہ ساتھ والی اسے بھی اپنی چادر اوڑھا دے۔

پہلی دو روایتوں سے حاضری جماعت کی اجازت، اور تیسری روایت سے حکم ثابت ہوتا ہے، (گو یہ حکم استحبابی ہی ہو) اور یہ تعمیم بھی کہ بلا استثناء تمام بالغ عورتیں جمعہ

---

[۱] فتاوی رضویہ جلد اول صـ۳۸۶ رسالہ اجلی الاعلام بحوالہ احمد، بخاری ومسلم ونسائی

[۲] 〃 〃 〃 〃 بحوالہ احمد، مسلم، ابو داؤد وبخاری کتاب الجمعہ

[۳] فتاوی رضویہ جلد چہارم صـ۱۶۹ (مطبع سنی دار الاشاعت مبارکپور) بحوالہ صحیح بخاری شریف وصحیح مسلم شریف۔

وجماعت خمسہ اور عیدین میں حاضر ہوں البتہ حائض مصلے سے دور رہیں ان کی حاضری صرف حصول برکت ودعا کے لئے ہے۔

(الف) لیکن عہد فاروقی میں جب زمان برکت نشان کی سی سعادت اور سادگی باقی نہ رہی اور خلیفہ برحق سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں فساد کے آثار محسوس فرمائے تو عورتوں کی حاضری جماعت کی ممانعت فرمادی۔ امام اکمل الدین بابرتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ نَهَى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ النِّسَاءَ عَنِ الْخُرُوْجِ إِلَى الْمَسَاجِدِ فَشَكَوْنَ إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَتْ: لَوْ عَلِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلِمَ عُمَرُ مَا أَذِنَ لَكُنَّ فِي الْخُرُوْجِ (۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو مسجد جانے سے روک دیا تو انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ حالات مشاہدہ فرماتے جو حضرت عمر مشاہدہ کر رہے ہیں تو وہ تم کو مسجد جانے کی اجازت نہ عطا فرماتے۔

(ب) عہد تابعین میں فقہائے حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم بالخصوص سراج الامۃ، کاشف الغمۃ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بوڑھی عورتوں کو عشاء وفجر میں مسجد میں حاضری کی اجازت دے دی کہ اس وقت فساق وفجار کھانے اور سونے میں مشغول رہتے تھے تو فساد کا امکان وہ بھی بوڑھیوں کے لیے کم تھا۔

وَيُكْرَهُ لَهُنَّ حُضُوْرُ الْجَمَاعَاتِ، وَلَا بَأْسَ لِلْعَجُوْزِ أَنْ تَخْرُجَ فِي الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ (۲)

عورتوں کے لئے جماعت کی حاضری منع ہے۔ اور بوڑھی عورتوں کو عشاء وفجر میں نکلنے میں کوئی حرج نہیں۔

(ج) اور بعد میں لوگوں کے حالات جب آپ کے عہد سے زیادہ برے ہو گئے کہ انکے فسق

---

(۱) فتاوی رضویہ جلد چہارم صـ۱۷۰ (مطبع سنی دار الاشاعت مبارکپور) بحوالہ عنایہ شرح ہدایہ

(۲) ہدایہ اولین صـ۱۰۵۔

دبجورسے کوئی بھی وقت محفوظ نہ رہا، تو متأخرینِ فقہاء نے بغیر کسی استثناء کے تمام عورتوں کے لئے علی الاطلاق ہر نماز کی حاضری کو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کی طرح سے منع فرمادیا۔

وَلَمَّا رَدَّ عَلَيْهِ الْبَحْرُ بِأَنَّ هٰذِهِ الْفَتْوٰى مُخَالِفَةٌ لِمَذْهَبِ الْإِمَامِ وَصَاحِبَيْهِ جَمِيْعًا. فَإِنَّهُمَا أَبَاحَا لِلْعَجَائِزِ الْحُضُوْرَ مُطْلَقًا، وَالْإِمَامَ فِيْ غَيْرِ الظُّهْرِ، وَالْعَصْرِ، وَالْجُمُعَةِ ـ فَالْإِفْتَاءُ بِمَنْعِ الْكُلِّ فِي الْكُلِّ مُخَالِفٌ لِلْكُلِّ. فَالْمُعْتَمَدُ مَذْهَبُ الْإِمَامِ ـ اھ بِمَعْنَاهُ ـ

اور صاحب بحرالرائق نے جب متأخرین پر یہ اعتراض کیا کہ ان کا یہ فتویٰ امام اعظم اور صاحبین سب کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ صاحبین نے بوڑھی عورتوں کیلئے مسجد کی حاضری کو مطلقاً مباح قرار دیا ہے۔ اور امام اعظم نے ظہر، عصر، اور جمعہ کے علاوہ میں اجازت دی ہے تو تمام عورتوں کو سارے اوقات میں حاضری سے روکنا سب کے خلاف ہوا۔ لہٰذا لائق اعتماد امام کا مذہب ہے۔

أَجَابَ فِي النَّهْرِ قَائِلًا: فِيْهِ نَظَرٌ بَلْ هُوَ مَأْخُوْذٌ مِنْ قَوْلِ الْإِمَامِ، وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِنَّمَا مَنَعَهَا لِقِيَامِ الْحَامِلِ وَهُوَ فَرْطُ الشَّهْوَةِ بِنَاءً عَلٰى أَنَّ الْفَسَقَةَ لَا يَنْتَشِرُوْنَ فِي الْمَغْرِبِ لِأَنَّهُمْ بِالطَّعَامِ مَشْغُوْلُوْنَ، وَفِي الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ نَائِمُوْنَ. فَإِذَا فُرِضَ انْتِشَارُهُمْ فِيْ هٰذِهِ الْأَوْقَاتِ لِغَلَبَةِ فِسْقِهِمْ كَمَا فِيْ زَمَانِنَا، بَلْ تَحَرِّيْهِمْ إِيَّاهَا كَانَ الْمَنْعُ فِيْهَا أَظْهَرَ مِنَ الظُّهْرِ ـ اھ

تو نہر الفائق میں علامہ بحر کے اس تبصرے کو قابل غور قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ متأخرین کا یہ مسلک امام ہی کے قول سے ماخوذ ہے کیونکہ امام نے عورتوں کو ایک علت یعنی فساق میں شہوت (پرستی) کی حد سے زیادتی کی وجہ سے اس بنا پر منع فرمایا تھا کہ یہ ناخداترس مغرب کے وقت میں باہر نہیں رہتے کیونکہ کھانے میں مشغول ہوتے ہیں اور فجر و عشاء کے اوقات میں سوئے ہوتے ہیں۔ مگر اب غلبۂ فسق کے باعث ان اوقات میں بھی یہ پھیلے رہتے ہیں، بلکہ بدی کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں جیسا کہ ہمارے زمانے کا یہی حال ہے تو ان اوقات میں ممانعت کا حکم بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہئے۔

قَالَ الشَّيْخُ إِسْمٰعِيْلُ، وَهُوَ

علامہ شیخ اسمٰعیل فرماتے ہیں کہ یہ بڑی ہی

كَلَامٌ حَسَنٌ إِلَى الْغَايَةِ ـ اھ ـ ش ـ [1]

اچھی بات ہے۔

یہ ہے حالاتِ زمانہ کی رعایت کہ ایک ہی مسئلے میں تین بار تبدیلیٔ احکام کا منظر دنیا کی نگاہوں نے دیکھا۔ ایک بار تو یہ تبدیلی خود خلیفۂ رسول اللہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ظہور میں آئی جو بظاہر عہد رسالت کے تعامل کے خلاف تھی۔ دوسری تبدیلی عہد تابعین میں سراج الأمہ کے فتوے سے ہوئی، اور تیسری بار تغیر کا یہ حکیمانہ کارنامہ فقہائے حنفیہ نے انجام دیا۔

۲ اسباب مسجد کے حکم میں تبدیلی

کسی مسجد کے آلات واسباب گو کہ اس کی ضروریات سے فاضل ہوں انھیں دوسری مسجد میں تملیک، بلکہ عاریت کے طور پر بھی دینا جائز نہیں۔

لَا يَجُوْزُ نَقْلُهُ وَلَا نَقْلُ مَالِهِ إِلٰى مَسْجِدٍ آخَرَ ـ اھ [2]

مسجد اور اس کے مال کو دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں۔

يَجُوْزُ لِلْقَيِّمِ شِرَى الْمُصَلَّيَاتِ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهَا، وَلَا يَجُوْزُ إِعَارَتُهَا لِمَسْجِدٍ آخَرَ ـ اھ مُلَخَّصًا [3]

مسجد کے منتظم کو فرش مثلاً چٹائی، دری، نماز پڑھنے کیلئے خریدنا جائز ہے اور دوسری مسجد میں ان چیزوں کو عاریت دینا جائز نہیں۔

حتی کہ اگر مسجد ویران ہوچکی ہو تو بھی اصل مذہب یہ ہے کہ اس کے اسباب کو دوسری مسجد میں منتقل نہیں کرسکتے۔

مگر بعد کے فقہائے کرام نے جب اپنے زمانے کے بدلے ہوئے حالات کا مشاہدہ کیا کہ لوگوں میں خدا ناترسی پہلے سے بڑھ گئی ہے اور وہ امانت و دیانت کے خلاف کوئی کام کر گزرنے میں کسی طرح کا عار، یا باک نہیں محسوس کرتے تو انھوں نے اصل مذہب کے

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۸۶ ۔ رسالہ اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام ۔ بحوالہ شامی ج ۱ ص ۵۶۶ مطبع دار الفکر طبع ثانی۔
[2] ″ ج ۶ ص ۴۲۸ وغیرہ سنی دار الاشاعت مبارکپور بحوالہ رد المحتار ج ۳ ص ۳۷۱ کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد۔
[3] ″ ″ ص ۴۵۵ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری ص ۹۳ ج ۴ کتاب الکراہیۃ

برخلاف ایسی مسجدوں کے اسباب کو دوسری مسجد میں منتقل کرنے کی اجازت دے دی۔

چنانچہ امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں۔

" جو مسجد ویران ہو چکی ہو اس کی آبادی کی کوئی صورت نہ ہو، اور اس کے آلات کی حفاظت نہ ہو سکے تو اب فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے کڑی، تختے وغیرہ دوسری مسجد میں دئے جا سکتے ہیں " [1]

③ عورت کے ارتداد سے فسخ نکاح کے حکم میں تبدیلی

ظاہر مذہب یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی اسلام سے پھر جائے تو اس کا نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا۔

لیکن اب فتویٰ اس پر ہے کہ عورت ارتداد کے سبب نکاح سے خارج نہیں ہوتی۔

مجدِدِ اسلام امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

" اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت معاذ اللہ مرتد ہو کر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی۔ وہ بدستور اپنے مسلمان شوہر کے نکاح میں ہے " [2]

وَمِنْ ذٰلِكَ إِفْتَائِیْ مِرَارًا بِعَدَمِ انْفِسَاخِ نِكَاحِ امْرَأَةٍ مُسْلِمٍ بِارْتِدَادِهَا لِمَا رَأَيْتُ مِنْ تَجَاسُرِهِنَّ مُبَادَرَةً إِلٰى قَطْعِ الْعِصْمَةِ۔ كَمَا بَيَّنْتُهٗ فِی السِّيَرِ مِنْ فَتَاوٰيْنَا وَكَمْ لَهٗ مِنْ نَظِيْرٍ [3]

(اسی وجہ سے میں نے بارہا یہ فتویٰ دیا کہ مسلمان کی بیوی کا نکاح اسکے مرتد ہونے سے فسخ نہ ہوگا۔ کیونکہ میں نے عورتوں کو عصمتِ اسلام سے نکلنے میں جلد باز و جری دیکھا۔ میں نے اسے اپنے فتاویٰ کے کتاب السیر میں بیان کیا ہے اور اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔ن)

④ نماز کے ایک مسئلے کے حکم میں تبدیلی

امام نے سہو کے گمان سے سجدۂ سہو کیا تو مسبوق نے بھی اس کی اقتدار میں سجدہ

---

[1] حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۳۹۳ رسالہ اجلی الاعلام
[2] " " ص۳۹۳ "
[3] فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۳۹۳، ۳۹۴ "

کر لیا، پھر معلوم ہوا کہ واقع میں امام سے کوئی سہو نہ ہوا تھا تو مسبوق کی نماز فاسد قرار پائیگی۔ کیونکہ امام کے سلام پھیرتے ہی وہ "منفرد" ہو گیا تھا اور مقام انفراد میں اقتدا مفسد نماز ہوتی ہے۔

أَلْاِنْفِرَادُ فِیْ مَوْضَعِ الْاِقْتِدَاءِ مُفْسِدٌ كَعَكْسِهٖ۔ [1]

مقامِ اقتدار میں منفرد ہونا مفسدِ نماز ہے۔ جیسے مقامِ انفراد میں اقتدار۔

وَلَوْ ظَنَّ الْاِمَامُ السَّهْوَ فَسَجَدَ لَهٗ فَتَابَعَهٗ (الْمَسْبُوْقُ) فَبَانَ أَنْ لَا سَهْوَ فَالْأَشْبَهُ الْفَسَادُ لِاقْتِدَائِهٖ فِیْ مَوْضَعِ الْاِنْفِرَادِ اھ۔ [2]

امام نے سہو کے گمان سے سجدۂ سہو کیا تو مسبوق نے بھی اس کی اقتدار کر لی پھر یہ انکشاف ہوا کہ کوئی سہو نہ ہوا تھا تو (روایت و دلیل سے) مشابہ تر یہ ہے کہ مقامِ انفراد میں مسبوق کے اقتدار کرنیکی وجہ سے اسکی نماز فاسد ہو جائیگی

پہلے یہی حکم تھا۔

لیکن فقہائے متأخرین اب صحتِ نماز کا فیصلہ سناتے ہیں کیونکہ قرار میں احکامِ شرعیہ سے ناواقفی غالب ہے تو ایسے مقام پر فسادِ نماز کا حکم لوگوں کے لئے حرج کا باعث ہوگا۔ اور حرج مدفوع ہے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ [3]

اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے، اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

(قَوْلُهٗ: فَالْأَشْبَهُ الْفَسَادُ) وَفِی الْفَيْضِ: وَقِيْلَ: لَا تَفْسُدُ۔ وَبِهٖ يُفْتٰى۔ وَفِی الْبَحْرِ عَنِ الظَّهِيْرِيَّةِ قَالَ

اشبہ فسادِ نماز ہے۔ اور فیض میں ایک قول یہ ذکر کیا کہ (مسبوق کی) نماز فاسد نہ ہوگی، اور اسی پر فتویٰ ہے۔ بحر الرائق میں ظہیریہ کے حوالے سے

---

[1] ردالمحتار ص۴۰۱ ج۱ قبل صفحۃٍ ونصفٍ من باب الاستخلاف
[2] درمختار جلد اول برہامش ردالمحتار ص۴۰۲، ۴۰۳ قُبیلَ باب الاستخلاف۔
[3] القرآن الحکیم۔ س البقرہ۔ آیہ ۱۸۵۔

ع (الأشبه) قال فی البزازیہ: معناه الأشبه بالمنصوص روايةً والراجح درايةً فيكون عليه الفتوٰى اھ والدراية تستعمل بمعنى الدليل كما فی المستصفٰى اھ من ردالمحتار ج۱ ص۴۹-۵۰ = ۱۲ ن

الفقیهُ أبُواللّیثِ: فِی زَمَانِنَا لاتفسدُ لِأنَّ الجَهلَ فِی القرَّاءِ غَالِبٌ اھ وَاللهُ اَعْلَمُ۔ [1]

ہے کہ فقیہہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانے میں نماز فاسد نہ ہوگی اسلئے کہ قراء میں (احکامِ نماز سے) نا واقفی غالب ہے اور اللہ خوب جانتا ہے۔

⑤ خطائے اعراب کے حکم میں تبدیلی

"خطاء فی الاعراب" کے باب میں ہمارے ائمہ مذہب رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مسلک یہ ہے کہ اگر اعراب کی غلطی سے معنیٰ میں فساد آجائے تو نماز بھی فاسد ہوجائیگی۔

وَالقَاعِدَةُ عِندَ المُتَقَدِّمِینَ أنَّ مَا غَیَّرَ المَعنیٰ تَغییرًا یَکُونُ اعتِقَادُہٗ کُفرًا یُفسِدُ سَوَاءٌ کَانَ فِی القُرآنِ أوْ لَا۔ وَإنْ لَمْ یَکُنِ التَّغییرُ کَذٰلِکَ فَإنْ لَمْ یَکُنْ مِثلُہٗ فِی القُرآنِ وَالمَعنیٰ بَعِیدٌ مُتَغَیِّرٌ تَغَیُّرًا فَاحِشًا یُفسِدُ أیضًا۔ وَإنْ کَانَ مِثلُہٗ فِی القُرآنِ وَالمَعنیٰ بَعِیدٌ وَلَمْ یَکُنْ مُتَغَیِّرًا فَاحِشًا تفسد أیضًا عِندَ أبِی حَنِیفَةَ وَمُحَمَّدٍ۔ اھ ملخصًا [2]

متقدمین کا ضابطہ یہ ہے کہ جس غلطی سے معنی ایسا بدل جائے کہ اس کا اعتقاد کفر ہو تو خواہ وہ لفظ قرآن پاک میں ہو، یا نہ ہو نماز فاسد ہوجائے گی۔ اور اگر تبدیلی ایسی تو نہ ہو مگر اس کے مثل لفظ بھی قرآن پاک میں نہ ہو اور معنی دور (از مقصود) ہو، نیز قبیح حد تک بدل جائے تو یہ غلطی بھی نماز کو فاسد کر دیگی۔ اور اگر اس کا مثل قرآن حکیم میں موجود ہو اور معنی بھی قبیح حد تک بدلے مگر (مقصود سے) دور ہو تو بھی نماز فاسد ہوجائیگی۔ یہ مسلک امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا ہے۔

لیکن بعد کے فقہائے کرام نے جب اپنے زمانے کے حالات کا جائزہ لے کر یہ محسوس کیا کہ عوام اکثر وجوہِ اعراب کے مابین کوئی امتیاز کئے بغیر قرأت میں غلطی کر بیٹھتے ہیں تو انھوں نے اپنے ائمہ کرام کے مذہب کے برخلاف اس باب میں مطلقاً صحت نماز کا فیصلہ سنا دیا کہ "فساد" کا مسلک اختیار کرنے میں اکثر عوام اہل اسلام کی نمازوں کو برباد کرنا، اور انھیں

---

[1] ردالمحتار ص ۴۰۳ ج ۱۔ قُبیل باب الاستخلاف۔

[2] ردالمحتار ص ۴۲۴ ج ۱۔ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا۔ مسائل زلۃ القاری۔

تارکِ فرض و مرتکب کبیرہ بنانا لازم آرہا تھا جو امت پر حرج و تنگی کا باعث تھا لہٰذا آسانی کی فراہمی و صیانتِ صلوٰت کے بلند مقصد کے پیش نظر انھوں نے اصل مذہب سے عدول کیا، اور یہ فتویٰ جاری کر دیا کہ:

"اب خطاء فی الاعراب سے نماز نہ فاسد ہوگی"۔

وَزَلَّةُ القَارِی لَوْ فِی إعرَابٍ أوْ تَخفِیفِ مُشَدَّدٍ، وَعَکسِہٖ لَمْ تَفسُدْ وَإنْ غَیَّرَ المَعنیٰ۔ بِہٖ یُفتیٰ۔ بزازیہ۔ اھ مُلَخَّصًا۔ [1]

قاری سے اعراب، یا مشدد کی تخفیف اور اسکے برعکس صورت میں غلطی ہوجائے تو نماز نہ فاسد ہوگی اگرچہ معنی بدل جائے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ (بزازیہ)

وَقَالَ بَعضُ المَشَائِخِ لَاتَفسُدُ لِعُمُومِ البَلْوٰی اھ [2]

اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ، ابتلائے عام کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

وَأمَّا المُتَأخِّرُونَ کَابنِ مُقَاتِلٍ، وَابنِ سَلَامٍ، وَإسمٰعِیلَ الزَّاهِدِ، وَأبِی بَکرٍ البَلخِیِّ، وَالهِندُوَانِیِّ وَابنِ الفَضلِ، وَالحَلوَانِیِّ فَاتَّفَقُوا عَلیٰ أنَّ الخَطَأَ فِی الإعرَابِ لَایُفسِدُ مُطلَقًا وَلَوِ اعتِقَادُہٗ کُفرًا۔ لِأنَّ أکثَرَ النَّاسِ لَایُمَیِّزُونَ بَینَ وُجُوهِ الإعرَابِ۔ قَالَ قاضیخان: وَمَا قَالَہُ المُتَأخِّرُونَ

اور فقہائے متأخرین جیسے ابن مقاتل، ابن سلام، اسماعیل زاہد، ابوبکر بلخی، ہندوانی، ابن الفضل اور حلوانی رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اعراب کی غلطی مطلقاً نماز کو فاسد نہ کریگی گو کہ اس کا اعتقاد کفر ہو۔ کیونکہ اکثر لوگ وجوہِ اعراب کے درمیان امتیاز نہیں کر پاتے۔ امام قاضی خاں نے فرمایا کہ متأخرین کے قول میں (لوگوں کے لئے) کشادگی ہے

---

[1] درمختار برہامش ردالمحتار ص ۴۲۴، ۴۲۵ ج ۱۔ مطلب مسائل زلۃ القاری۔ مکتبہ نعمانیہ

[2] ردالمحتار ص ۴۲۴ ج ۲ بحوالہ شرح منیہ۔ مسائل زلۃ القاری "کے زیر عنوان شامی میں کئی ایک مسئلے ہیں جنمیں عموم بلویٰ یا دفع حرج کی بنا پر مشائخ نے مسلک متقدمین کے برخلاف جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ص ۴۲۴، ۴۲۵ ج ۱

أَدْسَعُ، وَمَا قَالَہُ الْمُتَقَدِّمُوْنَ أَحْوَطُ اھ مُلَخَّصًا ۔[1] اور متقدمین کے قول میں احتیاط

تبدیلیٔ احکام کے اسباب ستہ

امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز احکام کی تبدیلی کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

چھ باتیں ہیں جن کے سبب قولِ امام بدل جاتا ہے لہذا قول ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے (بلکہ حدیث شریف کے حکم میں بھی تبدیلی آجاتی ہے)[2] وہ چھ باتیں (یہ ہیں۔)

ضرورت[1] (جیسے یہ حکم کہ شراب پینا حرام ہے لیکن پیاس کی بے قراری میں جان بچانے کی ضرورت سے بقدر ضرورت پی لینے کی اجازت ہے تو پہلا حکم بدل گیا فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۔)

دفعِ حرج[2] (جیسے قرأت میں اعراب کی ایسی غلطی جس سے معنیٰ فاسد ہوجائیں نماز کو فاسد کر دیتی ہے لیکن متأخرین نے عام جہالت کی وجہ سے جواز کا حکم دیا کہ لاکھوں آدمیونکی نماز فاسد کرنا انکو حرج میں ڈالنا ہے ۔)

عرف[3] جیسے زمان برکت نشان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مسجد میں جوتا پہن کر جانا خلافِ ادب نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن آجکل یہ بات یہاں خلاف ادب ہے کہ ادب کی بنا عرف ورواج پر ہے ۔

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۱۷۱)

تعامل[4] اصل مذہب یہ ہے کہ اشیاء منقولہ کا وقف صحیح نہیں ہے لیکن لوگوں کے تعامل کی وجہ سے آلاتِ زراعت کا وقف صحیح ہے ۔

(فتاویٰ رضویہ)

---

[1] ردالمحتار ص ۴۲۴ - ۴۲۵ ج ۱ مکتبہ نعمانیہ ۔

[2] فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۳۸۶ رسالہ اجلی الاعلام

دینی ضروری مصلحت کی تحصیل ۔[5] (جیسے عبادت، تعلیمِ دین پر اجارہ متقدمین کے یہاں حرام تھا لیکن اشاعتِ دین اور بقائے شعائرِ اسلام کی مصلحت کی غرض سے متأخرین نے اسے جائز قرار دیا ۔)

کسی فسادِ موجود، یا مظنون بظنِ غالب کا ازالہ[6] [1] (جیسے عورتوں کا پہلے جماعت میں شریک ہونا جائز تھا لیکن اب دفعِ مضرتِ فساد کے لئے منع ہے ۔)

ایک شبہہ کا جواب

یہاں ایک شبہہ پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر، یا ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور کی اجازتِ حضوریٔ مسجد کو منع کرنے کی جرأت کیسے کی، یا ظاہر الروایہ کے خلاف اور اصل مذہب سے انحراف کا فقہائے متأخرین کو حوصلہ کیسے ہوا؟ کیا یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی، اور امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید سے انحراف نہیں ہوا ۔؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں،

"(نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ائمہ مذاہب کے) اقوال دو طرح کے ہیں صُوری، اور ضروری، صوری۔ تو قول منقول ہے، اور ضروری وہ قول ہے جس کی صراحت قائل نے خاص طور پر نہ کی ہو۔ البتہ ایسے عموم کے ضمن میں اسے بیان کر دیا ہو جو بدیہی طور پر اس بات کا حکم لگائے کہ اگر قائل اس خاص مسئلے میں کلام کرتے تو ضرور ایسا ہی فرماتے اور بسا اوقات حکم ضروری حکم صوری کے مخالف ہوتا ہے تو اس وقت اس پر حکم ضروری کو ترجیح دیا جاتا ہے یہانتک کہ صوری کو اختیار کرنا قائل کی مخالفت شمار کیا جاتا ہے اور اس سے حکم ضروری کی طرف عدول قائل کی موافقت اور اتباع،،[2]

دلنشین مثال

"جیسے زید ایک نیک انسان تھا اس لئے عمرو نے اپنے خادموں کو کھلے لفظوں میں اس کی تعظیم کا حکم دیا، اور بار بار

---

[1] حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۳۸۵ ۔ قوسین کی عباتیں اضافہ ہیں ۱۲ ن

[2] فتاویٰ رضویہ " " (عربی سے ترجمہ)

انھیں اس بات کی ہدایت کی، اور وہ پہلے ان سے یہ بھی کہہ چکا تھا کہ تم لوگ ہمیشہ فاسق کی تعظیم سے بچتے رہنا۔ پھر ایک زمانے کے بعد زید فاسق معلن ہوگیا۔ تو اگر اب بھی عمرو کے خادم اس کے حکم اور اس کی بار بار کی ہدایت پر عمل پیرا رہ کر زید کی تعظیم و توقیر کریں تو وہ ضرور نافرمان قرار پائیں گے۔ اور اگر اس کی تعظیم چھوڑ دیں تو اطاعت شعار ہوں گے۔

ائمہ مذاہب کے اقوال میں بھی مذکورہ بالا اسبابِ تغیر میں سے کسی سبب کے باعث یہ تبدیلی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جب کسی مسئلے میں امام سے کوئی نص ہو، پھر اُن اسبابِ تغیر میں سے کوئی سبب پیدا ہو جائے تو ہم یقینی طور پر یہ اعتقاد رکھیں گے کہ اگر یہ سبب امام کے زمانے میں رونما ہوا ہوتا تو ضرور ان کا قول اس کے تقاضے کے موافق ہوتا، اس کے خلاف، اور اس کے رد میں نہ ہوتا۔ تو ایسے وقت میں ان سے غیر منقول، قولِ ضروری پر عمل فی الواقع انھیں کے قول پر عمل ہے۔ اور ان کے قولِ منقول پر جمے رہنا درحقیقت انکی مخالفت (اور ان کے مذہب سے ناآشنائی ہے")[1]

مسئلۂ لاؤڈ اسپیکر

ہماری اب تک کی معروضات سے دو امر روشن ہوئے۔

(۱) مذکورہ بالا چھ اسباب کی بنا پر منصوص احکام میں بھی تغیر و تبدل فقہائے اسلام کا معمول بہ رہا ہے۔

(۲) لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اقتدا کا مسئلہ نہ اجماعی ہے، نہ منصوص۔ بلکہ یہ روزِ اول سے ہی ایک اختلافی مسئلہ رہا ہے۔

اب ہماری گذارش یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز منع کرنے کی صورت میں اسبابِ مذکورہ بالا میں سے تین اسباب ایک ساتھ متحقق ہو رہے ہیں۔

(۱) فتنہ و فساد (سنی مساجد کا ہاتھ سے نکل جانا، بلکہ تبدیلیٔ مذہب کا فساد مظنون ہی نہیں مشاہد ہے۔

(۲) اب عام سنی مسلمانوں کا عام شہروں میں۔ تعامُل، اسی پر ہے کہ بلا جھجک

---

[1] فتاویٰ رضویہ (عربی سے ترجمہ) جلد اول ص ۲۸۵۔ رسالہ اجلی الاعلام

لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔

(۳) اگر لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اقتدا ممنوع قرار دی جائے تو لاکھوں مسلمانوں کی نمازوں کا فساد لازم آئے گا جو بلاشبہ ایک بڑا حرج ہے۔

پس ایسی صورت میں کیوں نہ لاؤڈ اسپیکر پر اقتدائے صلوٰۃ کے جواز کا فتویٰ دیا جائے بالخصوص اس صورت میں کہ ممانعت کا حکم نہ اجماعی ہے نہ منصوص۔؟

رہ گیا یہ سوال کہ اس صورت میں اکابر علماء اہل سنت کی مخالفت لازم آئے گی۔

تو اس سوال کو اعلیٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے سالہا سال پہلے طے کر دیا ہے کہ یہ " دراصل مخالفت نہیں، انھیں اساطین ملت کے حکم معنوی کا اتباع ہے "۔ آج وہ بھی ہوتے اور حالات کی سنگینی کا مطالعہ کرتے تو وہ بھی یہی حکم دیتے جو ہم تجویز کر رہے ہیں۔ خاص کر اس صورت میں کہ انھوں نے عدم جواز کا جو حکم صادر فرمایا تھا وہ خالص احتیاط پر مبنی تھا جیسا کہ ہم نے سلسلۂ دلائل کے اخیر میں اسکی وضاحت کی ہے۔[1]

اس کا اندازہ ان واقعات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ حضور سید العلماء مولانا آل مصطفےٰ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے میں بمبئی کی ایک دو مساجد کا حال دیکھ کر ہی مکبّرین کے ساتھ لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی اجازت دیدی۔ اور صدر العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اسی فساد مظنون (بظن غالب) کے دفاع کے لئے لال کرتی میرٹھ کی مسجد میں ہمیشہ عیدین کی نماز مکبّرین کی موجودگی میں لاؤڈ اسپیکر پر پڑھاتے رہے۔[2]

غور و فکر کا ایک دوسرا رُخ

لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اقتدا فاسد ہونے کا دار و مدار اس امر پر ہے کہ اس سے جو آواز سنی جاتی ہے

---

[1] ملاحظہ ہو عنوان " اکابر اہل سنت نے عدم جواز کا فتویٰ کیوں دیا "

[2] میرٹھی صاحب علیہ الرحمہ کا یہ عمل مجھے خود انکے صاحبزادے مولانا غلام یزدانی صاحب کی روایت سے معلوم ہوا، انھوں نے اپنی ایک تحریر میں بھی اسکا اظہار کیا ہے۔ جو میرے پاس محفوظ ہے۔ ن

وہ امام کی آواز نہیں، بلکہ اسی کے مثل دوسری آواز ہے۔ جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز متکلم کی آواز کے مثل دوسری آواز ہے وہ اقتدار کے فساد کے قائل ہیں۔

اور یہ امر بھی بدیہی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر ایک نوایجاد آلہ ہے ہمارے علمائے کرام کو اس کے بارے میں جب جیسی تحقیق ہوئی اسی حساب سے فتویٰ دیا۔ ابتداءً حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ موقف تھا کہ لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز کو امام کی ہی آواز تصور کرتے تھے بعد کی معلومات سے انھیں یہ تحقیق ہوئی کہ غیر ہے تو فتویٰ بدل دیا۔ نائب مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں:

"پہلا فتویٰ خود بتا رہا ہے کہ اس وقت تک لاؤڈ اسپیکر کی حقیقت اچھی طرح منکشف نہ تھی اور جب اس کی حقیقت واضح ہو گئی تو یہ فتوی دیا الخ"[1]

اسی طرح حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سلسلے میں انھیں مراحل سے دوچار ہوئے پہلے آپ کی بھی رائے گرامی جواز ہی کی تھی لیکن بعد میں اپنے اس موقف سے اس وقت رجوع فرمایا جب وہ دار السلام جبل پور کے ایک جلسے میں شریک تھے جس میں آواز رسانی کے فرائض یہی آلہ انجام دے رہا تھا شیر بیشۂ اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہو رہی تھی اور آپ آواز کی مختلف کیفیات پر گہری نظر رکھتے ہوئے یہ محسوس فرما رہے تھے کہ یہ آلہ اصلی آواز کے بجائے بڑی خوبصورتی کے ساتھ عین اسی کی نقل کو پیش کر رہا ہے۔[2]

---

[1] حاشیہ فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص ۱۹۰ باب مفسدات الصلوٰۃ۔

[2] یہ واقعہ مجھے دو ثقہ راویوں کے ذریعے معلوم ہوا۔ ایک تو نائب مفتیٔ اعظم ہند دام ظلہ العالی کے ذریعہ۔ مگر آپکی روایت کے مطابق حضرت علیہ الرحمہ کا پہلا فتویٰ اسطرح تھا۔ لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز اگر بولنے والے کی آواز ہے تو اس پر اقتدار صحیح ہے اور اگر اسکی آواز نہیں تو اقتدار صحیح نہیں؛ دوسرے محبوب العلماء حضرت مولانا محبوب صاحب اشرفی مفتی کانپور کے ذریعہ، انھوں نے یہ واقعہ حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، اور انکو خود حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے عرس حشمتی کے موقعہ پر پیلی بھیت میں بتایا ۱۲ ن

تو اب اگر مزید تحقیقات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آواز بعینہٖ امام کی آواز ہے تو جواز اقتدار کا فتویٰ دینا ان علمار کی مخالفت کیسے ہوگا۔؟ مزید تحقیقات کی روشنی میں اگر وہ لوگ ہوتے تو ایک دفعہ پھر یہی فتویٰ دیتے کہ لاؤڈ اسپیکر پر اقتدار فاسد ہونیکی کوئی وجہ نہیں ہے۔

ہماری آئندہ گزارشات اسی امر کا تفصیلی بیان ہیں، اور ایک حقیر طالب علم کی اپنے انھیں بزرگوں کے اتباع میں تلاشِ حق کی ایک سعیٔ مسعود ہے۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ وَاھْدِنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ۔

لاؤڈاسپیکر پر جوازِ اقتدار کے دلائل

ذیل میں ہم چند ایسے قرائن اور شواہد پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظن غالب پیدا ہوتا ہے کہ لاؤڈاسپیکر سے سنی جانے والی آواز دراصل امام کی ہی آواز ہے جس کی اقتدار واتباع کا مقتدی کو حکم دیا گیا۔

(پہلی دلیل)

اساطین سائنس جدید کی رائے

(۱) ماہر طبعیات پروفیسر اسرار احمد[۱] لکھتے ہیں:

"متکلم کے منہ سے نکلی ہوئی آواز ارد گرد کی ہوا کے ذرات میں ارتعاش پیدا کرتی ہے جو (بطور ارتعاش) آگے کے ذرّوں میں منتقل ہوتے ہوئے ایک مخصوص رفتار سے سامع تک پہونچتی ہے متکلم کی آواز کی ساری خصوصیت اسی ارتعاش میں پنہاں ہوتی ہے۔ یعنی صوتی ارتعاش کی شکل کا تعین متکلم کی آواز سے ہوتا ہے۔ لاؤڈاسپیکر کی موجودگی میں یہ ارتعاش اپنی ساری خصوصیات کے ساتھ برقی رد کے ارتعاش میں تبدیل ہوجاتا ہے جسے بآسانی کم یا بلند کیا جاسکتا ہے۔ لاؤڈاسپیکر کا مخرج اس برقی رد کے ارتعاش کو پھر سے ہوا کے ذرات کے ویسے ہی ارتعاش میں تبدیل کردیتا ہے جیسا متکلم کے منہ سے نکلی ہوئی آواز سے ہوا میں پیدا ہوا تھا۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ اب ارتعاش ذرا زوردار ہوتا ہے جس سے آواز میں بلندی پیدا ہوجاتی ہے۔

مندرجہ بالا کے پیش نظر میں لاؤڈاسپیکر کی آواز کو متکلم کی بلند کی ہوئی آواز سمجھتا ہوں۔ لاؤڈاسپیکر متکلم کی آواز کو بلند کرنے کے علاوہ اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتا"،

مطلب یہ ہے کہ جب ذرات ہوا کا ارتعاش اپنی ساری خصوصیات کے ساتھ برقی رد کے

---

(۱) ڈائرکٹر مرکز فروغ سائنس، واستاذ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

ارتعاش میں تبدیل ہوگیا تو آواز کی تمام تر خصوصیات اب برقی رو میں پنہاں ہوگئیں جیسے پہلے ذراتِ ہوا کے ارتعاش میں پنہاں تھیں۔ سوائے اس کے کہ پہلے ارتعاش ذرات ہوا کا تھا، اور اب برقی رو کا ہے مگر جو ارتعاش وہاں تھا، وہی یہاں بھی ہے۔ اس میں بھی آواز کی ساری خصوصیات تھیں۔ اور اس میں بھی۔ اس لئے آواز وہی اصل متکلم کی قرار پائے گی ـــــ اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے کیونکہ اگر آواز کی تمام تر خصوصیات برقی ارتعاش میں پنہاں نہ ہوتیں تو اس ارتعاش کے ذرات ہوا کے ارتعاش میں تبدیل ہونے سے آواز کی ساری خصوصیات مثلاً مخارجِ حروف کی درستگی، غلطی، طرز ادا، سختی، نرمی، شیرینی، ترشی، سلاست، لکنت وغیرہ کا ہمیں قطعی احساس نہ ہوتا، اور آواز کی شناخت نہ ہوتی۔ نیز پروفیسر موصوف کی صراحت کے مطابق۔

"صوتی ارتعاش کی شکل کا تعین متکلم کی آواز سے ہوتا ہے"

اور لاؤڈاسپیکر سے مسموع آواز میں بھی بلاشبہہ اس شکل کا تعین ہوتا ہے تو یہ تعین بھی متکلم ہی کی آواز سے ہوا۔ لہذا یہ بھی متکلم ہی کی آواز ہوئی[۱]

پھر انھوں نے علی گڑھ کی ایک ملاقات میں زبانی یہ انکشاف کیا:

"بعض[۲] توانائیاں ایک جگہ سے دوسری جگہ تک ذرات کے ارتعاش میں منتقل ہوتی ہیں جیسے "آواز" کہ بولنے کے بعد ہوا کے ذرات میں منتقل ہوتی ہوئی سننے والے تک پہونچتی ہے ـــ اور بعض توانائیاں غیر ذرات کے ارتعاش میں دوسری جگہ پہونچتی ہیں۔ جیسے برق مقناطیسی لہر، یا روشنی۔

"برقی رو" الکٹران کے بہاؤ کا نام ہے اور الکٹران میں قادر مطلق نے دونوں طرح کی خوبیاں ودیعت فرمائی ہیں۔ ذرات کی بھی، اور غیر ذرات کی بھی۔ تو لاؤڈاسپیکر

۱، ۲ے ۱۴ر دسمبر ۱۹۸۸ء بروز بدھ کو مرکز فروغ سائنس مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے دفتر میں پروفیسر صاحب موصوف سے ملاقات کرکے میں نے انھیں یہ حصہ دکھایا، انھوں نے شروع سے اخیر تک پورا مضمون بغور پڑھ کر سب کی تصویب وتائید کی اور بالخصوص اپنی تحریر سے متعلق وضاحت پر مسرور ہوکر تحسین بھی کی۔ ۱۲ ن

کے نظام میں گو کہ مائیکروفون کے بعد ہارن تک برقی رو کا ارتعاش ہوتا ہے مگر اس کے ذریعہ آواز کی ترسیل محال نہیں، بلکہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آواز الکٹرانی ذرات میں اپنی ساری خصوصیات کے ساتھ دوسری جگہ پہونچتی ہے ۔ ہاں فرق صرف وہی ہوتا ہے کہ پہلے یہ خصوصیات ذراتِ ہوا کے ارتعاش میں پنہاں تھیں اور اب برقی رو کے ارتعاش میں پنہاں ہیں ۔ (تقریر پروفیسر اسرار احمد صاحب ۔ تصدیق شدہ)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے قدیم سائنس داں بھی اس رمز سے آشنا تھے کہ آواز کے انتقال مکانی کے لئے صرف ذرات ہوا میں ہی انحصار نہیں، دوسری چیزیں بھی یہ کام انجام دے سکتی ہیں چنانچہ شیخ بوعلی ابن سینا نے آواز کی تعریف کے ضمن میں یہ صراحت کی :

وَقَدْ وَجَبَ هٰهُنَا شَیْءٌ لَابُدَّ أَنْ یَکُوْنَ مَوْجُوْدًا عِنْدَ حُدُوْثِ الصَّوْتِ وَهُوَ حَرَکَةٌ قَوِیَّةٌ لِلْهَوَاءِ، اَوْ مَا یَجْرِیْ مَجْرَاهُ[1]	آواز کے پیدا ہونے کے وقت ضروری ہے کہ ہوا کی، یا جو چیز بھی ہوا کے قائم مقام ہوسکے اس کی زوردار حرکت (لہر یا تھرتھراہٹ) ہو ۔

الکٹران کی دریافت سے یہ امر واضح ہوگیا کہ وہ ہوا کا بہترین قائم مقام ہے ۔

(۲) عالمی شہرت کے مالک، نوبل انعام یافتہ پروفیسر عبدالسلام[2] اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ :

" کیا آواز مائک کے ڈائیفرام میں ارتعاش پیدا کرکے ختم ہوجاتی ہے پھر ہارن کے پردے سے نئی آواز پیدا ہوجاتی ہے " ؟

" عرض ہے کہ یہی طریقہ کار وائرلیس (Wireless) اور ٹیلی فون (Telephone) میں استعمال ہوتا ہے، حتیٰ کہ ہمارے اذن اور ہمارے دماغ بھی اسی ساخت پر بنائے گئے ہیں کہ کان آواز سے مرتعش ہوں، اور یہ ارتعاش بجلی کی رو پیدا کرے جس سے ہمارے دماغ میں (نروسیلس Nervecells) آگے اس حصۂ

---

[1] طبعیات شفا ص ۳۰۴ ۔ [2] ڈائرکٹر عالمی مرکز فروغ سائنس، ٹریسٹے ۔ اٹلی ۔

دماغ تک (امپلس Impulse) پہونچائیں جس میں اللہ تعالیٰ نے سماعت کی حس رکھی ہے سو ہمارے کان بھی اسی قسم کا آلہ ہیں جس قسم کا آلہ ① (یعنی لاؤڈ اسپیکر) ہے "

پروفیسر عبدالسلام نے اسرار صاحب کے انداز میں فیصلہ از خود نہیں لیا ہے بلکہ مخاطب کو خود اس بات کے اعتراف پر مجبور کرنا چاہا ہے کہ سماعت کے فطری نظام میں بھی جب برقی تبدیلی ہوتی ہے اور اس کے باوجود بھی آواز اصلی ہی رہتی ہے تو لاؤڈ اسپیکر کے واسطے سے سنی جانے والی آواز کا بھی یہی حکم ہونا چاہیئے ۔ کہ دونوں جگہ ایک ہی نظام کار فرما ہے —— ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ فطری نظام میں برقی تبدیلی قدرت کی صناعی سے ہوتی ہے اور لاؤڈ اسپیکر میں بندے کی صناعی کا دخل ہوتا ہے —— لیکن یہی فرق فونوگراف کے متعلق بھی کہا جاسکتا ہے کہ فونو کا واسطہ بندے کی صناعی سے تعلق رکھتا ہے اور ہوا کا واسطہ قانونِ قدرت کا آئینہ دار ۔ لیکن اس کے باوجود دونوں واسطوں کو یکساں درجہ دیا جاتا ہے جیسا کہ کشف شافیا کے مباحث سے بخوبی عیاں ہے (۱) یونہی چشمہ اور مصنوعی لینس کے واسطے سے رویت ہلال وغیرہ کا وہی حکم ہے جو بغیر ان وسائط کے رویت کا ہے ۔

حاصلِ کلام جب الکٹرانی ذرات کے ذریعہ آواز کی ترسیل ممکن، بلکہ واقع ہے، اس میں آواز کی ساری خصوصیات پوشیدہ ہوتی ہیں ۔ اور براہ راست مسموع آواز بھی برقی توانائی میں تبدیل ہوجاتی ہے تو پھر اس امر میں کوئی شبہہ نہیں رہ جاتا کہ لاؤڈ اسپیکر سے نشر ہونے والی آواز متکلم ہی کی اصل آواز ہے ۔ لاؤڈ اسپیکر اس میں بس اتنی تبدیلی کرتا ہے کہ آواز کو نسبۃً بلند کر دیتا ہے ۔

---

① واضح ہو کہ پروفیسر اسرار احمد صاحب کے مکتوب کی تصدیق انھیں کے شعبہ کے ایک استاذ پروفیسر ابوالہاشم صاحب نے کی ہے، نیز ذیل کے اقتباس سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے " ٹیلی فون میں ہماری آواز کی لہریں بجلی کی لہروں میں تبدیل ہوجاتی ہیں، آواز، رسیور میں موجود دھات کے بنے ہوئے ایک پتلے سے پردے سے ٹکراتی ہے یہ پردہ آواز کی ان لہروں کو فوراً بجلی کی لہروں میں تبدیل کرکے آگے ڈھکیل دیتا ہے لیکن یہ تبدیلی آواز کے اتار چڑھاؤ کو اپنی جگہ قائم رکھتی ہے ۔ رسیور میں جس حصے سے سنا جاتا ہے لوہے کی دو چھوٹی چھوٹی سلاخیں مقناطیس رکھی ہوتی ہیں ۔ انکے آگے لوہے کا ایک پتلا پردہ سا رکھا ہوتا ہے ۔ جب پردہ آواز کی برقی لہروں کے اثر سے تھرتھراتا ہے تو یہ آواز ہوا میں پھیل کر ٹرانسمیٹر تک پہونچ جاتی ہے [illegible]

دوسری دلیل

مُجدّدِ اسلام کے کلام سے استدلال

(۱) گراموفون گراموفون سائنس کی اہم ایجادات سے ہے جس میں آواز کو ایک خاص قسم کی لاکھ کی گول پلیٹ میں محفوظ کرلیا جاتا ہے، بلفظ دیگر گہرائی کے ہر دار نشگافوں میں اسے تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ انھیں نشگافوں میں جب آہنی سوئی رکھ کر نیچے سے پلیٹ کو گردش دی جاتی ہے تو وہ سوئی نشیب و فراز کے موافق حرکت کرتی ہوئی تھرتھراتی ہے اور دوبارہ اسی قسم کی تھرتھراہٹ پیدا ہوجاتی ہے جو پلیٹ پر نقش ہوگئی تھی اس طرح ہم اس میں بھری ہوئی آواز پھر سُننے لگتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ بعینہٖ متکلم کی آواز ہے، یا اس کی غیر۔ ؟

امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کے الفاظ ہیں :

"اس آلہ (گراموفون) پر ارتسامِ اشکال (حرفیہ) معلوم و مُشاہَد ہے۔ ولہٰذا چھیل دینے سے وہ الفاظ زائل ہوجاتے ہیں..... جب تک ان چوڑیوں، پلیٹوں میں وہ اشکال حرفیہ باقی ہیں تحریک آلہ سے جو ہوا جنبش کناں ان اشکالِ مرسومہ پر گزرتی ہے اپنی رطوبت ولطافت کے باعث بدستور ان کیفیات سے متکیّف اور قوت تحریک کے باعث متموّج ہوکر اسی طرح کان تک پہونچتی، اور یہاں کی ہوا ان اشکال کو لے کر بعینہٖ بذریعہ لوحِ مشترک نفس کے حضور حاضر کرتی ہے تو تجدّدِ تموّج کے سبب تجدّدِ سماع ہوا، نہ کہ تجدّدِ صوت۔ کَمَا اَسْلَفْنَا لَہُ التحقیق وَاللّٰہُ وَلِیُّ التوفیق۔

تو فونو کی چوڑیاں صرف ہوا ہائے متوسط میں ایک ہوا کے قائم مقام ہیں۔ فرض کیجئے کہ طبلہ سے گوشِ سامع تک بیچ میں سَو ہواؤں کا توسط تھا کہ طبلہ پر

ہاتھ مارنے سے پہلی ہوا، اور اس سے دوسری، اس سے تیسری یہانتک کہ سَو دیں ہوا نے اشکالِ صوتِ طبلہ سے متشکل ہوکر ہوائے جوفِ گوش کو متشکل کیا اور سماع واقع ہوا۔

یہاں یوں سمجھئے کہ اس نواخت (بجانے) سے یکے بعد دیگرے پچاس ہواؤں نے متشکل ہوکر، ہوائے اخیر نے اس آلہ کو متشکل کیا یہ ہوائے پنجاہ و یکم کی جگہ ہوا، اب اس سے ہوائے پنجاہ و دوم، پھر سوم و چہارم متشکل ہوکر سَو دیں نے بدستور ہوائے گوش کو متکیف کیا اور سماع حاصل ہوا۔

تو یقیناً دونوں صورتوں میں وہی صوت طبلہ ہے کہ بتجدّدِ اَمثال سَو واسطوں سے کان تک پہونچی۔ اگرچہ ایک صورت میں سب وسائط ہوائیں ہیں، اور دوسرے میں بیچ کا ایک واسطہ یہ آلہ۔ دونوں میں وہی سلسلہ چلا آتا ہے وہی طبلہ پر ہاتھ پڑنا دونوں کا مبدأ ہے تو کیا وجہ ہے کہ ان سَو واسطوں سے جو سنا گیا وہ تو وہی صوت طبلہ ہو، اور ان سَو واسطوں سے جو سنا گیا وہ اس کا غیر ہو، اس کی تصویر، اس کی مثال ہو؟ یہ محض تحکّم بے معنی ہے۔

اصل تشکّلِ اول جو قرعِ طبلہ سے پیدا ہوا اسے لیجئے تو وہ صورتِ اولیٰ میں بھی ننانوےیں منزل اس پار چھوٹ گیا۔ اور اگر یکے بعد دیگرے اس کا سلسلہ قائم رہنا لیجئے تو وہ یقیناً یہاں بھی حاصل۔ پھر تفرقہ یعنی چہ؟ (فرق کیسا؟)"[1]

ان عبارات سے چند امور واضح ہوکر سامنے آئے۔

(۱) گراموفون کی خشک وسخت پلیٹیں آواز کی حامل ہونے میں نرم وتر ہوا کے قائم مقام ہیں۔ آواز رسانی کے لئے لچکدار واسطہ کی حاجت نہیں۔

(۲) آواز کے لئے ایک ہی طرح کا واسطہ ضروری نہیں، وہ ایک واسطہ سے دوسرے واسطے میں منتقل ہوسکتی ہے۔

(۳) واسطے کے بدل جانے سے آواز نہیں بدلتی، صرف محل تبدیل ہوتا ہے۔

---

[1] الکشف شافیا فی حکم فونوجرافیا ص ۱۸، ۱۹، ۲۰ مقدمہ اولیٰ فتاویٰ رضویہ ج ۱۰۔ نصف اخیر ص ۱۶، ۱۷ رسالہ مذکورہ

ان امور کی روشنی میں ثابت ہوا کہ گراموفون کے ذریعہ جو آواز سنی جاتی ہے وہ دراصل وہی آواز ہے جو اس میں بھری گئی ہے آلے کی وجہ سے اس میں کوئی تغیرت نہیں آئی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عیاں ہو گیا کہ لاؤڈ اسپیکر سے نکلنے والی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز ہے کیونکہ وہاں بھی گراموفون کی طرح سے آواز صرف ایک واسطے سے دوسرے واسطے میں منتقل ہوتی ہے۔ یا بلفظ دیگر گراموفون میں آواز ایسے خطوط میں تبدیل ہو جاتی ہے جن کے تشگاف آواز کے نشیب و فراز کے مطابق ہوتے ہیں، اور لاؤڈ اسپیکر میں وہ بجلی کے ایسے ارتعاش میں تبدیل ہوتی ہے جو پہلے والے ارتعاش کے مطابق ہوتا ہے۔

بلکہ ایک حیثیت سے آلۂ مکبّر الصوت کو گراموفون پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ گراموفون میں آواز کا تموّج ختم ہو جاتا ہے، متکلم کے بولنے، اور اس کے سننے کے درمیان بسا اوقات برسوں کا طویل فاصلہ حائل ہوتا ہے لیکن لاؤڈ اسپیکر میں ایک آن کے لئے بھی تموّج کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔ اس کی روانی اور اسپیڈ میں کہیں سے ذرہ برابر بھی وقفے کا وہم وگمان نہیں ہوتا۔

اسلئے اگر گراموفون سے مسموع آواز متکلم کی اصل آواز ہے تو لاؤڈ اسپیکر میں وہ بدرجۂ اولیٰ متکلم کی آواز ہوگی۔

(۲) آلۂ مطلقہ یہ تو ایک مسلّم حقیقت ہے کہ۔
"گراموفون کے لئے بذاتِ خود کوئی آواز نہیں، بلکہ وہ ایک آلۂ مطلقہ ہے[1]۔ جو خود کوئی آواز پیدا نہیں کرتا۔

یہ نکتہ ذہن میں رکھ کر اس باب میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تحقیق کا خلاصہ ملاحظہ کیجیے، جس سے مسئلہ لاؤڈ اسپیکر کا حکم بخوبی عیاں ہو کر سامنے آجائے گا۔ آپ رقمطراز ہیں:

"خلاصۂ حکم یہ کہ یہاں تین چیزیں ہیں ممنوعات، معظمات، مباحات

[1] فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۲۴ - رسالہ کشف شافیا۔

اول کا سننا مطلقاً حرام و ناجائز ہے اور فونو سے جو کچھ سنا جائے گا وہ بعینہٖ اسی شئ کی آواز ہوگی جس کی صوت اس میں بھری گئی۔ مزامیر ہوں، خواہ ناچ، خواہ عورت کا گانا، وغیرہا۔ اصل کا جو حکم تھا بے تفاوت سرمو اس کا ہوگا۔ یہ خود وہی اصل ہے، نہ کہ اس کی نقل۔ طبلہ، یا ستار کی آواز ہے تو بلاشبہہ وہ طبلہ اور ستار ہی کی آواز ہے، نہ کہ فونو کی۔ کہ فونو اپنی کوئی آواز نہیں رکھتا، اور وہ بھی اسی طبلہ اور ستار کی ہے، نہ کہ دوسرے کی اور وہ بھی اسی وقت کی آواز ہے جو بھرتے وقت بجائی گئی تھی، نہ کہ اور وقت کی۔ یونہی عورت کا گانا ہے تو یقیناً وہ عورت ہی کا گانا ہے۔ نہ کہ فونو کا۔ کہ فونو گانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور وہ بھی اسی عورت کا گانا ہے، نہ کہ دوسری کا۔ اور وہ بھی اس کا اسی وقت کا گانا ہے جو بھرتے وقت وہ گائی تھی۔"[1]

اس اقتباس سے بنیادی طور پر دو باتیں کھل کر سامنے آئیں۔

(ا) گراموفون کی اپنی کوئی آواز نہیں۔ اس لئے اس کے ذریعہ سنی جانے والی آواز خود اس کی نہیں۔ بلکہ بولنے والے کی ہے۔

(ب) شرعی نقطۂ نظر سے اس آواز کا حکم بھی وہی ہے جو متکلم کی اصل آواز کا ہے۔ لہذا اگر کسی عورت کا گانا اس آلے میں ٹیپ کیا گیا تو اس کے واسطے سے بھی غیر محرم کے لئے وہ گانا سننا حرام ہوگا جیسا کہ بغیر واسطۂ آلہ کے سننا حرام ہے کیونکہ وہ گانا بہرحال اسی عورت کا ہے۔

استناد ٹھیک یہی حال لاؤڈ اسپیکر کا ہے کہ وہ ایک آلۂ مطلقہ ہے، اسکی اپنی کوئی آواز نہیں اس لئے اس کے ذریعہ جو آواز مسموع ہوگی وہ متکلم کی اصل آواز ہوگی، اور اسکا حکم بھی وہی ہوگا جو اصل آواز کا ہے۔

[1] فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۲۷ - رسالہ کشفِ شافیا۔

گراموفون اور لاؤڈ اسپیکر میں اگر کوئی فرق ہے تو یہ ہے کہ گراموفون میں آواز کی خصوصیات منجمد کر کے پھر دوبارہ پہلے جیسا ارتعاش مصنوعی طریقہ سے پیدا کیا جاتا ہے۔ اور یہاں آواز کا تسلسل بولنے والے کے منہ سے مائک تک برابر قائم رہتا ہے۔ صرف واسطوں میں تھوڑی تبدیلی ہوئی کہ ہوا، پھر بجلی، پھر ہوا کے ذریعہ وہ ارتعاش منتقل ہوتا رہا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ چیز عینیت کو مزید تقویت دے گی کہ جب ارتعاش ختم ہونے کے بعد نیا پیدا کیا گیا تب بھی آواز قاری کی عین ہے تو وہی ارتعاش جب باقی رہے تو بدرجۂ اولیٰ عین ہوگی۔

متذکرہ بالا عبارات میں گو کہ آواز کے عین ہونے کا حکم ممنوعات کے متعلق دیا گیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ جس بنیاد پر یہ عینیت ثابت ہوتی ہے وہ بلاشبہہ "معظمات" کو بھی عام و شامل ہے۔

امام ممدوح علیہ الرحمہ نے یہ گوشہ بھی تشنۂ بیان نہ چھوڑا، اور خاص تلاوتِ قرآن حکیم کے باب میں بھی یہی حکم صادر فرمایا چنانچہ لکھتے ہیں:

"فونو میں جب کسی قاری کی قرأت بھری گئی اور اشکالِ حرفیہ کہ ہوائے دہن، پھر ہوائے مجاور میں بنی تھیں اس آلہ میں مرتسم ہوئیں ان میں بھی وہی کلامِ عظیم مرسوم ہے۔ اور جس طرح زبانِ قاری سے جو ادا ہوا قرآن ہی تھا یونہی اب جو اس آلہ سے ادا ہوگا قرآن ہی ہوگا ...... جب اس سے کوئی آیۂ کریمہ ادا کریں کوئی شبہہ نہیں کر سکتا کہ وہ آیت ادا نہ ہوئی، ضرور ادا ہوئی اور اسی تادیے سے ہوئی جو اصل قاری کی زبان و گلو سے پیدا ہوا تھا"[1]

"ہم ثابت کر آئے کہ یہ جو فونو سے سننے میں آئی اسی مکلف، عاقل، ذی ہوش کی تلاوت ہے، نہ کہ اس کی مثال و حکایت"[2]

اسی طرح سے بذریعۂ لاؤڈ اسپیکر جب کسی قاری کی قرأت، یا تکبیر سنی گئی تو یہ اسی

[1،2] فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۲۰ رسالہ کشف شافیا۔

مکلف عاقل و ذی ہوش کی وہی قرأت و تکبیر ہے جو اس کی زبان و گلے سے ادا ہوئے تھے۔

ایک اشکال

یہاں پر ایک اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ فونو سے سنی ہوئی قرأت اگر اسی مکلف قاری کی قرأت ہے تو آیتِ سجدہ کی تلاوت کی صورت میں سجدہ واجب ہونا چاہیئے حالانکہ بر بنائے مذہبِ اصح عدمِ وجوب کا حکم ہے۔

عرض ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہٗ نے خود ہی اس اعتراض کا ذکر کر کے بڑے شرح و بسط اور دقتِ نظر کے ساتھ اس کا جواب بھی ارقام فرمایا ہے۔ ان کے الفاظ میں اعتراض یہ ہے۔

"رہا یہ کہ پھر اس کے سماع سے سجدہ کیوں نہیں واجب ہوتا جب کہ فونو سے کوئی آیتِ سجدہ تلاوت کیجائے۔؟

ہاں فقیر نے یہی فتویٰ دیا ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ آیت نہیں، اس کا انکار تو بداہت کا انکار ہے، نہ ہماری تحقیق پر یہاں اس عذر کی گنجائش ہے کہ وجوبِ سجدہ کیلئے قاری کا جنسِ مُکلَّف سے ہونا عند الاکثر وھو الصحیح، اور مذہبِ اصح پر عاقل، بلکہ ایک مذہبِ مُصَحَّح پر بالفعل اہلِ ہوش سے ہونا درکار ہے .... اور ہم ثابت کر آئے کہ یہ جو فونو سے سننے میں آئی اسی مکلف، عاقل، ذی ہوش کی تلاوت ہے، نہ کہ اس کی مثال و حکایت۔ پھر آخر یہاں سجدہ نہ واجب ہونے کی کیا وجہ ہے"؟[1]

جواب

اب انھیں کے مخصوص الفاظ میں جواب بھی ملاحظہ کیجئے۔ فرماتے ہیں:

"ہاں وجہ ہے اور نہایت مُوَجَّہ ہے۔

گنبد کے اندر، یا پہاڑ، یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس، اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں "صدا" کہتے ہیں۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس کے سننے سے بھی سجدہ واجب نہیں نہ خود قاری پر، نہ سامع اول پر جس نے

[1] الکشف شافیا ص ۳۰، ۳۱ مطبع لیتھو برقی پریس نئی سڑک کانپور، فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اخیر ص ۳۰ رسالہ مذکورہ۔

تلاوت سن کر دوبارہ یہ گونج سنی، نہ دوسرے پر جس نے پہلی تلاوت
نہ سنی یہ صدا ہی سنی۔ کہ حکم مطلق ہے۔" [1]

اس کے بعد کئی صفحات میں آواز بازگشت کے تعلق سے علماء کے نظریات و ابحاث کا تذکرہ، پھر دلنشیں انداز میں صحیح نقطۂ نظر کی ترجیح و تائید فرما کر سماعِ فونو سے عدم وجوب کی بڑی لطیف وجہ بیان کی ہے ہم یہاں ان کی زبان میں صرف ان کا عطرِ تحقیق ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ رقم طراز ہیں:

"اور مختصر یہ ہے کہ سجدہ سماعِ اول پر ہے، نہ مُعاد پر۔ اگرچہ خاص اس سامع کی نظر سے مکرر نہ ہوا اور شک نہیں کہ سماعِ صدا، سماع مُعاد ہے اور فونو کی تو وضع ہی اعادۂ سماع کے لئے ہوئی ہے لہذا ان سے ایجابِ سجدہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" [2]

مطلب یہ ہے کہ جو آواز دوبارہ سنی جائے اس سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ اور گراموفون آواز کو دوبارہ سنانے کے لئے ہی ایجاد ہوا ہے اسلئے گو کہ اس سے سنی ہوئی آیت ایک مکلّف اور ذی ہوش قاری کی قرأت ہے تاہم یہ سماع، ایجابِ سجدہ کا سبب

---

[1] الکشف شافیا ص ۳۱ مطبع لیتھو برقی پریس نئی سڑک کانپور فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اخیر ص ۲۰، ۲۱ رسالہ مذکورہ
[2] فتاویٰ رضویہ جلد دہم۔ نصف اخیر ص ۲۲۔ رسالہ کشفِ شافیا۔

انتباہ حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے گراموفون کے متعلق ایک کتاب اللؤلؤ المکنون فی احکام گراموفون لکھی تھی اس کی تائید میں اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الکشف شافیا لکھا جس کی تصدیق حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں اور ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب بہاری رحمۃ اللہ علیہما نے فرمائی اس طرح سے آوازِ گراموفون کے بارے میں عینیت کا نظریہ نہ صرف اعلیٰحضرت کا، بلکہ اس وقت کے تین جلیل القدر دوسرے علماء کا بھی ہوا۔ سائنس جدید کی ایک معتمد کتاب "جنرل سائنس" میں گراموفون سے آواز سننے کی کیفیت کے متعلق ہے "ڈایا فرام کے تھرتھرانے سے ہوا میں اسی قسم کی موجیں پیدا ہوتی ہیں جو اصل آواز کے نکلنے کے وقت پیدا ہوئی تھیں۔ اسطرح اصل کے مطابق آواز کانوں کو سنائی دیتی ہے۔" (ص ۲۵۷ ح ۱۲ ن)

نہیں بن سکتا ـــــ اور ظاہر ہے کہ لاؤڈ اسپیکر میں اعادۂ سماع نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس غرض کے لئے اس کی ایجاد ہوئی ہے وہ تو آلۂ مکبّر الصوت ہے جس کا کام محض آواز کو بلند کر کے دور تک پہونچانا ہے اس لئے اس سے مسموع قرأت نہ صرف ایک مکلّف و ذی ہوش قاری کی قرأت ہے، بلکہ اس کے سماع پر وجوبِ سجدہ کا حکم بھی شرعاً ہونا چاہیئے۔

اعتراض صدا پر سجدۂ تلاوت کے واجب نہ ہونے کی وجہ میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں ـــــ "چونکہ آواز بازگشت میں خارجی قوت کا اشتراک ہو جاتا ہے اس لئے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا"۔ اور جب غیر کی شرکت حکم کے بدلنے کا سبب ہو جاتی ہے تو لاؤڈ اسپیکر میں تو بالاتفاق یہ تسلیم ہے کہ خارج کی قوت شریک ہے تو یہاں اقتداء کا حکم کیوں نہ بدل جائے اور نماز کیوں نہ فاسد ہو۔؟

جواب اس کے دو جواب ہیں۔
(۱) اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے عدمِ وجوبِ سجدہ کا مدار "سماعِ مُعاد" پر رکھا ہے۔ جیسا کہ ان کی عبارت

"مختصر یہ کہ سجدہ سماعِ اول پر ہے، نہ مُعاد پر"

سے ظاہر ہے۔ نہ کہ اشتراکِ قوتِ خارجی پر۔ مطلب یہ ہے کہ اشتراک کو اعادہ کے معاونین میں شمار کیا ہے، نہ یہ کہ اس کو اصل علت قرار دیا ہے [1]

ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ دنیا کی بے شمار پختہ مساجد، بالخصوص گنبد والی عمارتوں میں امام کی آواز خارج کی تاثیر سے طاقتور ہو جاتی ہے اور صحرا میں اس میں یہ قوت نہیں ہوتی۔؟

صاحب شرح مواقف نے اس حقیقت پر اس طرح روشنی ڈالی ہے۔

(وَلِذٰلِكَ) أَيْ لِمَا ذَكَرْنَا مِنْ حَالِ الصَّدىٰ (كَانَ صَوْتُ المُغَنِّيْ	گانے والے کی آواز جنگل میں بہت پست، اور چھت یا گنبد والی عمارتوں میں کافی بلند ہو کر

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ نصف اخیر ص ۲۱، ۲۲ - رسالہ کشف شافیا۔

أَضْعَفَ مِنْهُ فِي الْمُسَقَّفَاتِ) إِذْ لَيْسَ السَّبَبُ فِي هٰذَا إِلَّا أَنَّ الصَّدَىٰ يَقْتَرِنُ بِالصَّوْتِ فِي الْمُسَقَّفِ فَيَتَقَوّٰى وَيَتَضَاعَفُ صَوْتُهُ حَتّٰى بِالصَّدَىٰ الْمَحْسُوْسِ مَعَهُ فِي زَمَانٍ وَاحِدٍ، بِخِلَافِ الصَّحْرَاءِ إِذْ يَنْتَشِرُ هُنَاكَ الصَّدَىٰ. اھ[1]

سنائی دیتی ہے۔ اس کا واحد سبب یہ ہے کہ چھت، یا گنبد کے اندر اصل آواز صدائے بازگشت کے ساتھ مخلوط ہو جاتی ہے اور ٹھیک ایک ہی زمانے میں آوازِ بازگشت کے ساتھ محسوس بھی ہوتی ہے، اس وجہ سے وہ قوی اور زیادہ بلند ہو جاتی ہے، لیکن جنگل میں صدا مخلوط ہونے کے بجائے پھیل جاتی ہے اسلئے پست ہو کر مسموع ہوتی ہے۔

اس آواز پر اقتدار فسادِ نماز کی باعث ہو تو سارے مقتدیوں کی نماز فاسد ہوگی۔ کیونکہ امام کی آواز دور ونزدیک سب مقتدیوں کو صدا کے ساتھ مخلوط ہو کر ہی سنائی دیتی ہے۔ اور مکبرین کی تکبیر بھی نماز کو فساد سے محفوظ نہ رکھ سکے گی کیونکہ وہ بھی امام کی مخلوط آواز پر ہی اقتدار کر رہے ہیں جس کے باعث خود انھیں کی نماز فاسد ہے تو ان کی تکبیر سے دوسروں کو سوائے فساد کے کیا حاصل ہوگا؟ —— پھر یہ حکم صرف گنبد والی مسجدوں کا نہ ہوگا، بلکہ ان تمام مساجد ومکانات میں بھی یہی حکم جاری ہوگا جن میں کسی بھی وجہ سے امام کی آواز، صدا کے ساتھ بیک وقت سننے میں آتی ہے پھر لازم آئے گا کہ ویرانوں اور کچے مکانات ومساجد کے سوا کہیں بھی نماز باجماعت درست نہ ہو۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کی تمام مساجد میں مسلمان عرصۂ دراز سے نماز باجماعت ادا کرتے آ رہے ہیں، اور آج تک کسی بھی عالم دین یا فقیہ نے ان نمازوں کے فساد کا حکم نہیں صادر فرمایا، اور نہ ہی ایسی مسجدوں میں نماز پڑھنا ممنوع قرار دیا۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ ان بزرگوں نے اس سلسلے میں بے توجہی فرمائی ہو کیونکہ نماز جیسی اہم ترین عبادت کے فساد وبطلان کا مسئلہ ہو اور محافظین شریعت ایسے نازک حال میں بے توجہی سے کام لیں یہ ان کے علم وآگہی سے بعید از قیاس بات ہے وہ تو نادر سے نادر تر صورت کا بھی حکم بیان کر دیتے ہیں اتنے کثیر الوقوع اور اہم حادثہ کا حکم نہ بیان کرتے۔؟

یہاں سے واضح ہو گیا کہ اصل آواز کے ساتھ محض خارجی قوت کا اختلاط عدمِ وجوب سجدہ

---

[1] مواقف وشرح مواقف ص ۳۲۵، ۳۲۶۔

یا فسادِ نماز کا سبب نہیں ہو سکتا تو اعلیحضرت جیسے فقیہ فقید المثال اسے اس امر کا سبب کیسے قرار دیں گے؟

یہ بحث بجائے خود لاؤڈ اسپیکر پر جواز اقتدار کی ایک مستقل دلیل بھی ہے۔

(ب) سجدۂ تلاوت کا وجوب اور ادائے نماز کا جواز فی الواقع دو جداگانہ امر ہیں جن کے احکام میں بھی فرق پایا جاتا ہے مثلاً —— آیتِ سجدہ کی بچے سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، لیکن نماز میں تکبیراتِ انتقالیہ کی بچے پر اقتدار درست ہے۔

کافر نے آیت سجدہ تلاوت کی تو سامع پر سجدہ واجب ہے لیکن اس کی تکبیر پر ادائے نماز صحیح نہیں —— تو معلوم ہوا کہ ایک شئی سے سجدۂ تلاوت کا وجوب اس بات کو لازم نہیں کہ اس سے ادائے نماز صحیح ہو، یونہی کسی شئی سے سجدہ کا عدمِ وجوب اس سے ادائے نماز کی عدمِ صحت کو مستلزم نہیں تو ایسا ہو سکتا ہے کہ صدا سے سجدۂ تلاوت واجب نہ ہو لیکن اس سے ادائے نماز صحیح ہو۔ لہٰذا ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

مقامِ غور ہے کہ "فسادِ نماز" کا مسئلہ، عدمِ وجوبِ سجدہ" کی بہ نسبت زیادہ اہم ہے کیونکہ سجدۂ تلاوت واجب نہ ہو، اور کوئی سجدہ کر لے تو وہ اس کے باعث گنہگار نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا یہ عمل ایک قولِ مُصحح کے موافق ہوگا فی رد المحتار: عند قول الدر: "لا تجب بسماعه من الطير" هو الأصح ـ زيلعي، وغيره ـ وقيل: تجب. وفي الحجة: هو الصحيح ـ تاتارخانية[1] لیکن نماز فاسد ہو اور مقتدی اسے دوبارہ نہ ادا کرے تو فرض کا تارک وگنہگار ہوگا۔ پھر صدا پر اقتدار کا مسئلہ "تلاوت" کے لحاظ سے کثیر الوقوع بھی ہے مگر ان سب کے باوجود جب فقہائے کرام ایک طرف "لا تجبُ" اور "ليس بقراءة" کا واضح فیصلہ سنا رہے ہیں اور دوسری طرف باب نماز میں "لا تصحّ" اور "تفسدُ" کہنے سے کامل طور پر اعراض کر رہے ہیں تو یہ اس بات کا کھلا اشارہ ہے

---

(۱) ردالمحتار ص ۵۱۷ ج ۱ - مکتبہ نعمانیہ۔

کہ صدا پر اقتدائے نماز درست ہے۔ اَلسُّکُوتُ فِی معرضِ البیان ، بیان ۔
" چونکہ سجدۂ تلاوت میں سامع پر قبل از سماع وجوب نہیں ، بلکہ سماع ہی سبب وجوب بنتا ہے۔ اور مقتدی پر قبل از سماعِ تکبیرات[1] ، امام کی متابعت بوجہِ اقتداء لازم ہے لہٰذا سجدۂ تلاوت میں سببِ قوی کی ضرورت ہے کہ موجب بن سکے اور اقتداء کی صورت میں صرف اطلاع کی حاجت ہے کہ انتقالاتِ امام پر واقف ہو کر پہلے سے لازم شدہ افعال ادا کر سکے تو قوتِ موجبہ کی ضرورت نہیں اور صدا کا ادائے امام کی اطلاع بننا اظہر من الشمس ہے[2]"
اسلئے صدا سے سجدہ واجب نہ ہوگا ، اور نماز کی ادا صحیح ہو گی۔

---

[1] مقصود یہ ہے کہ اقتداء کے وجوب کیلئے خود امام یا مکبر سے تکبیر کا سننا ضروری نہیں ۱۲ ن
[2] فتاویٰ نذیریہ جلد اول ص ۲۵۲ ۔ رسالہ مکبر الصوت۔

تیسری دلیل

قواعدِ فقہیہ سے عینیت کا ثبوت

(۱) اَلْیَقِیْنُ لَا یَزُوْلُ بِالشَّکِّ[1]

فقہ حنفی کا مسلّم ضابطہ ہے کہ جو چیز یقینی طور پر ثابت ہو ، پھر اس کے زوال کا شک ہو جائے تو وہ اس کی وجہ سے کالعدم نہیں مانی جائے گی ، بلکہ اپنی اصل کے لحاظ سے باقی و موجود قرار پائے گی۔
یہ ایسا عظیم ضابطہ ہے کہ جس کی بنیاد پر فقہ اسلامی کے تین چوتھائی سے زیادہ احکام کی پرشکوہ عمارت قائم ہے — صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس ضابطے سے ایک استناد ملاحظہ کیجئے۔
سارے فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زوالِ آفتاب سے ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور علاوہ سایۂ اصلی کے ہر شئی کا سایہ اس کے ایک مثل ہونے تک باقی رہتا ہے لیکن اس کے بعد دوسرے مثل سے ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے ، یا نہیں ؟ اس میں ان کے درمیان شدید نزاع ہے — امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک ہے کہ ختم نہیں ہوتا ، اور دوسرے ائمہ ان کے برخلاف ختم ہو جانے کا مسلک اختیار کرتے ہیں۔
اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ بعض احادیث سے مثل اول کے بعد بھی وقتِ ظہر کا باقی رہنا ثابت ہوتا ہے ، اور بعض احادیث سے اس کا ختم ہو جانا معلوم ہوتا ہے

---

[1] الاشباہ والنظائر للمحقق ابن نجیم ص ۵۷۔ القاعدۃ الثالثۃ۔ اصول الکرخی ص ۱۔

تو مثل ثانی میں وقتِ ظہر کے ختم ہونے میں احادیث کے تعارض کی وجہ سے شک پیدا ہوگیا اور پہلے سے وقت ظہر کا وجود قطعی ویقینی ہے اس لئے یہ یقین شک کی وجہ سے زائل نہ ہوگا، اور مثل ثانی بھی وقت ظہر میں شمار ہوگا۔

وَإِذَا تَعَارَضَتِ الْآثَارُ لَا يَنْقَضِي الْوَقْتُ بِالشَّكِّ۔ [1]

جب احادیث میں تعارض واقع ہوگیا تو ظہر کا وقت جو پہلے سے بالیقین موجود ہے شک کی وجہ سے ختم نہ ہوگا۔

أَيْ الْأَحَادِيثُ إِذَا تَعَارَضَتْ لَا يَنْقَضِي الْوَقْتُ الثَّابِتُ بِيَقِينٍ بِالشَّكِّ، وَمَا لَمْ يَكُنْ ثَابِتًا بِيَقِينٍ هُوَ وَقْتُ الْعَصْرِ۔ لَا يَثْبُتُ بِالشَّكِّ [2]

اور عصر کا وقت مثل ثانی میں یقینی طور پر موجود نہیں ہے لہذا وہ شک کی بنیاد پر ثابت بھی نہ ہوگا۔

اَلْأَصْلُ: اَلْمُتَيَقَّنُ لَا يُزِيْلُهُ شَكٌّ طَارٍ عَلَيْهِ۔ [3]

جو چیز یقینی ہے اسے شک عارض ہوکر ختم نہ کرے گا۔

قِيلَ: هٰذِهِ الْقَاعِدَةُ تَدْخُلُ فِي جَمِيعِ أَبْوَابِ الْفِقْهِ۔ وَالْمَسَائِلُ الْمُخَرَّجَةُ عَلَيْهَا تَبْلُغُ ثَلٰثَةَ أَرْبَاعِ الْفِقْهِ، وَأَكْثَرَ [4]

یہ قاعدہ فقہ کے تمام ابواب میں جاری ہے۔ اور اس سے متفرع ہونے والے مسائل فقہ کی تین چوتھائی سے بھی زیادہ ہیں۔

اَلْأَصْلُ بَقَاءُ مَا كَانَ عَلٰى مَا كَانَ۔ وَتَتَفَرَّعُ عَلَيْهَا مَسَائِلُ۔ مِنْهَا: مَنْ تَيَقَّنَ الطَّهَارَةَ، وَ

اصل "یہ ہے کہ شئی موجود باقی رہے۔ تو جس شخص کو وضو کا یقین ہے، پھر حدث کے لاحق ہونے میں اسے شک

[1] ھدایہ۔ باب المواقیت ص ۶۴ ج ۱۔ المکتبۃ الرشیدیہ۔

[2] البنایہ شرح الھدایہ ص ۴۸۹ ج ۱۔

[3] حاشیہ العلامۃ الحموی علی الاشباہ والنظائر۔ ص ۷۵

[4] " " " ص ۷۵۔

شَكَّ فِي الْحَدَثِ فَهُوَ مُتَطَهِّرٌ۔ وَمَنْ تَيَقَّنَ الْحَدَثَ، وَشَكَّ فِي الطَّهَارَةِ فَهُوَ مُحْدِثٌ۔ كَمَا فِي السِّرَاجِيَةِ وَغَيْرِهَا [1]

ہوگیا تو وہ باوضو ہے۔ یونہی جسے حدث کا یقین ہے، پھر طہارت میں شک ہوگیا تو وہ بے وضو ہے۔ جیساکہ سراجیہ وغیرھا میں ہے۔

اس تمہید کے بعد لاؤڈ اسپیکر کے مسئلے پر غور فرمائیے۔

یہ امر تو یقینی ہے کہ آواز مائیکروفون کے پردے تک اصل متکلم کی ہے، اس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ـــــ اب اس کے بعد وہ آواز باقی رہتی ہے یا ختم ہوکر دوبارہ وجود میں آتی ہے ـــــ؟ غور طلب ہے۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ اس آواز کے عین وغیر ہونے میں سائنس دانوں کے مابین واقعی اختلاف ہے۔ اور جو لوگ عینیت کے قائل ہیں ان کا نظریہ دوسروں کے نظریہ سے زیادہ باقوت وراجح نہیں ہے تو کم ازکم اس نزاع وتعارض کے باعث اس آواز کا غیر ہونا مشکوک ہوگیا، اور شک سے یقین ختم نہیں ہوتا۔ اسلئے حکم یہی ہوگا کہ "لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز متکلم کی اصلی آواز ہے"

(۲) مَنْ سَاعَدَهُ الظَّاهِرُ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ [2]

کوئی ایسی شئی جس کے سببِ واقعی کا ادراک وشعور ہمارے لئے دشوار ہو، اور اس کا کوئی ظاہری سبب ہو تو اس کا وجود اسی ظاہری سبب سے وابستہ قرار پائے گا، اور سببِ موہوم ومحتمل کا لحاظ نہ ہوگا۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔

[1] الاشباہ والنظائر۔ ص ۷۷۔ اصول الکرخی ص ۱۔ مثال الأصل الأول۔

[2] اصول الکرخی ص ۱۔ الأصل الثالث۔
ترجمہ۔ ظاہر حال جس کے موافق ہے اسی کا قول (لائق قبول) ہوگا۔ ۱۲ ن

کنویں میں مرا ہوا چوہا ملا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا پانی ایک دن رات پہلے سے ناپاک ہے[عہ] اور صاحبین رحمہما اللہ اسے پاک بتاتے ہیں تا وقتیکہ کنویں میں اس کا گرنا معلوم نہ ہو جائے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ چوہا کسی اور سبب سے باہر مرا ہو، پھر کسی بچے، یا بے وقوف، یا پرندے وغیرہ نے اسے اٹھا کر کنویں میں ڈال دیا ہو۔ مگر کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ سبب موہوم و محتمل ہے اور ظاہر یہی ہے کہ وہ کنویں میں گرنے کے سبب مرا ہے تو ضابطہ مذکورہ کی روشنی میں سبب موہوم پر سبب ظاہر کو ترجیح حاصل ہوگی، اور کنویں کے ناپاک ہونے کا حکم پہلے سے دیا جائے گا۔

وَلِأَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ لِلْمَوْتِ سَبَبًا ظَاهِرًا وَهُوَ الْوُقُوْعُ فِی الْمَاءِ۔ فَیُحَالُ بِهٖ عَلَیْهِ [1]

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ چوہے کی موت کا ظاہری سبب اس کا پانی میں گرنا ہے لہذا پانی کی ناپاکی کا حکم اسمیں چوہے کے مرنے کے سبب ہوگا۔

یَعْنِیْ أَنَّ الْإِحَالَةَ عَلَى السَّبَبِ الظَّاهِرِ وَاجِبٌ عِنْدَ خِفَاءِ الْمُسَبَّبِ وَالْکَوْنُ فِی الْمَاءِ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ سَبَبٌ ظَاهِرٌ لِلْمَوْتِ۔ وَالْمَوْتُ فِیْهِ فِیْ نَفْسِ الْأَمْرِ قَدْ خَفِیَ، فَیَجِبُ اعْتِبَارُ أَنَّهٗ مَاتَ فِیْهِ إِحَالَةً عَلَى السَّبَبِ الظَّاهِرِ عِنْدَ خِفَاءِ الْمُسَبَّبِ [2]

سبب ظاہر سے مسبّب کو مربوط کر دینا۔ جبکہ مسبّب (کا وجود کسی خاص سبب سے) مخفی اور نا معلوم ہو۔ واجب ہے۔ اس مسئلے میں چوہے کا پانی میں ہونا تو ثابت و متحقق ہے اور یہی اس کی موت کا ظاہری سبب ہے مگر خاص پانی میں گرنا ہی موت کا سبب ہو یہ نا معلوم ہے۔ اسلئے واجب ہے کہ سبب ظاہر کی طرف اسے پھیرتے ہوئے یہ حکم دیا جائے کہ وہ پانی میں گر کر ہی مرا ہے۔

---

[1] ہدایہ ج ۱۔ فصل فی البیر ص ۴۲ مکتبہ تھانوی ص ۲۸۔ مکتبہ رشیدیہ۔ [2] فتح القدیر ج ۱ ص ۴۲۔

عہ یہ حکم اس وقت ہے جب چوہا پھولا، پھٹا نہ ہو۔ ۱۲ ن عہ قَدَّرْنَاهُ بِیَوْمٍ وَّلَیْلَةٍ۔ لِأَنَّ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ سَاعَاتٌ لَا یُمْکِنُ ضَبْطُهَا۔ ہدایہ ج ۱ ص ۴۲۔ ۱۲ ن۔

لِأَنَّ ظَاهِرَ حَالِهٖ یَشْهَدُ لَهٗ وَالْبِنَاءُ عَلَى الظَّاهِرِ وَاجِبٌ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ خِلَافُهٗ ـــ وَإِلَیْهِ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی: إِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَآیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ۔ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ کَانَ قَمِیْصُهٗ، الآیة۔ [1]

اس لئے کہ ظاہر حال اس کی شہادت دے رہا ہے اور ظاہر پر حکم کی بنیاد رکھنا واجب ہے یہاں تک کہ (اس سے قوی تر دلیل سے) اس کا خلاف ثابت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ "بیشک اسمیں نشانیاں ہیں فراست والوں کیلئے"۔ "اور عورت (زلیخا) کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر انکا کرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے الخ"

اَلْعَمَلُ بِالدَّلِیْلِ الظَّاهِرِ وَاجِبٌ عِنْدَ انْعِدَامِ دَلِیْلٍ فَوْقَهٗ۔ [2]

دلیل ظاہر پر عمل واجب ہے جب کہ اس سے قوی کوئی دلیل نہ ہو۔

اب مسئلہ دائرہ میں غور فرمائیے۔

لاؤڈ اسپیکر سے جو آواز مسموع ہوئی اس کے پیدا کرنے کا سبب متکلم کی زبان و گلے کی تحریک ہے، یا ہارن میں لگے ہوئے پردے کا ارتعاش۔؟

ظاہر یہ ہے کہ گلے و زبان کی حرکت ہی اس کا سبب ہے اور پردۂ ہارن کا ارتعاش زیادہ سے زیادہ ایک امکانی و احتمالی سبب[3] ہے کیونکہ نوعِ جماد سے انسان کے جیسے کلام کا صدور عادت جاریہ کے خلاف اور نظام فطرت کے قطعی منافی ہے۔ اس لئے ایسے موہوم

---

[1] رسائل ابن عابدین ص ۱۲۸ ج ۲۔ رسالہ نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف مکتبہ ہاشمیہ دمشق۔

[2] ہدایہ ص ۹۷ ج ۱ مکتبہ تھانوی۔

[3] اس معنی کے لحاظ سے احتمالی سبب ہے کہ آواز خود اسکی، یا لاؤڈ اسپیکر کی قرار پائے جیسے گلے و زبان کی پیدا کردہ آواز صاحبِ زبان کی قرار پاتی، اور اسکی طرف منسوب ہوتی ہے۔ ورنہ جیسے ہوائے دہن کے بعد دوسری ہواؤں کا ارتعاش آواز کیلئے سبب بعید ہے مگر انکی طرف آواز کا انتساب نہیں ہوتا، اس لحاظ سے یہ بھی سبب بعید ضرور ہے ۱۲ ن

سبب کا لحاظ کئے بغیر سبب ظاہر کی طرف ہی آواز کا انتساب ہوگا، اور وہ متکلم کی بعینہٖ آواز قرار پائے گی۔

یہاں اس پہلو پر بھی غور فرمایئے کہ پانی میں طہارت اصل ہے لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس اصل کے برخلاف صرف سبب ظاہر کی بنیاد پر اس کی نجاست کا فیصلہ سنا دیا، اور مسئلہ مبحوثہ میں تو آواز کا باقی رہنا ہی اصل ہے تو یہاں سبب ظاہر کا سہارا لے کر آواز کی عینیت کا فیصلہ دینا زیادہ قرین قیاس ولائق اعتنا رہوگا۔ وَالأَصلُ فِي هٰذَا أَنَّ القَولَ لِمَن تَمَسَّكَ بِالأَصلِ۔ وَأَنَّ العَدَمَ فِي الصِّفَاتِ العَارِضَةِ أَصلٌ وَالوُجُودَ فِي الصِّفَاتِ الأَصلِيَّةِ أَصلٌ اھ [1]

چوتھی دلیل

آواز کا ضابطۂ انتساب جب کوئی بے شعور اور غیر مختار چیز کسی کام کا سبب، یا واسطہ بنے تو بعض ابوابِ فقہ میں کام کی نسبت اسی سببِ غیر مختار کی طرف ہوتی ہے جیسے پانی سے وضو کیا گیا، یا مٹی سے پاکی حاصل کی گئی تو "طہارت" پانی اور مٹی کی طرف منسوب ہوگی اور انھیں کو مُطَهِّر کہا جائے گا۔ وَأَنزَلنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا [2] وَلٰكِن يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُم۔ [3] جُعِلَت لِيَ الأَرضُ طَهُورًا [4]

اور بعض ابواب میں نسبت سببِ غیر مختار کے بجائے کام کے محرک ومباشر کی

---

[1] فتح القدیر مع شروح ثلٰثہ للہدایہ ص ۵۲۹ ج ۵ قبیل باب خیار الرویۃ۔ مطبع کراچی پاکستان۔
[2] القرآن الحکیم س الفرقان ۲۵ آیۃ ۴۸
[3] 〃 س المائدۃ ۵ آیۃ ۶
[4] عمدۃ القاری ص ۸، ج ۴ بحوالہ صحیح مسلم شریف۔

طرف ہوتی ہے جیسے کسی شخص نے کسی کو تلوار سے مار کر ہلاک کر دیا تو قتل کا مجرم تلوار کے محرک انسان کو گردانا جائے گا جو مباشر اور فاعل مختار ہے، خود تلوار کی طرف یہ جرم منسوب نہ ہوگا۔

إِذَا اجْتَمَعَ الْمُبَاشِرُ وَالْمُتَسَبِّبُ أُضِيفَ الْحُكْمُ إِلَى الْمُبَاشِرِ [1]	جب مُباشر (اپنے قصد وارادہ سے کوئی کام کرنے والا) اور واسطۂ غیر مختار یکجا ہو جائیں تو حکم مباشر کی طرف منسوب ہوگا۔

کلام کی آواز کا تعلق اسی قسم دوم سے ہے کیونکہ اس کے وجود کا سبب قرع وقلع ہے جو بلاشبہہ سببِ غیر مختار ہے مگر اس کی طرف آواز کا انتساب کبھی نہیں ہوتا، بلکہ ہمیشہ قرع وقلع کے محرک ومباشر انسان کی ہی طرف ہوتا ہے۔

اب اگر بالفرض لاؤڈ اسپیکر کے سسٹم میں بولنے والے کی آواز بجلی میں مختلف درجے کا ارتعاش پیدا کر کے ختم ہو جاتی ہو، پھر ہارن کا پردہ اسے اپنے مخصوص ارتعاش سے دوبارہ وجود میں لاتا ہو تو بھی یہ امر واقعہ ہے کہ یہ پردۂ ہارن یا بجلی آواز کے وجود کیلئے سببِ غیر ذی شعور اور واسطۂ غیر مختار ہیں۔ اور فی الواقع ان سب کا محرک ومباشر ایک ذی شعور اور فاعل مختار انسان ہے اگر انسان نہ بولتا تو مائک کے ڈائیفرام میں تموج وتشکل آتا، نہ بجلی کی رفتار کم وبیش ہوتی، نہ برقی مقناطیس میں جذب وکشش کی کار فرمائی واثر آفرینی پائی جاتی، اور نہ ہی ہارن کے پردے میں ڈائیفرام کے جیسا مخصوص ارتعاش وتموج پیدا ہوتا۔ اس لئے لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز بہر حال متکلم ہی کی آواز ہے۔ نیز فقہ کا ضابطہ ہے۔

اَلتَّابِعُ تَابِعٌ۔ أَنَّهٗ لَا يُفْرَدُ بِالْحُكْمِ [2]	(وجود میں) تابع (حکم میں بھی) تابع ہوتا ہے، اس کا حکم متبوع سے الگ نہیں ہوتا۔

اور ظاہر ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے خارج ہونے والی آواز اپنے وجود میں متکلم کی آواز کے تابع ہے لہٰذا اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو اصل آواز کا ہے۔

---

[1] الأشباہ والنظائر ص ۱۸۳ [2] الاشباہ والنظائر ص ۱۴۲۔

تلقن من الخارج کی بحث

لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتداء صحیح ہونے، اور نہ ہونے کی بحث اس نکتہ کے گرد گھوم رہی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے خارج ہونے والی آواز، امام کی آواز کی عین ہے، یا غیر؟ جو لوگ اسے امام کی آواز کی عین قرار دیتے ہیں وہ اس پر اقتدار کی صحت کے قائل ہیں۔ اور جو حضرات اس کو امام کی آواز کی غیر قرار دیتے ہیں وہ اس پر اقتدار کو فاسد مانتے ہیں۔ ان کی دلیل یوں بنتی ہے کہ:

لاؤڈ اسپیکر نماز سے خارج ہے، تو اس کی آواز پر اقتدار، خارجِ صلوٰۃ کی اقتدار اور تلقن من الخارج ہے اور نماز میں خارج کی تلقین قبول کرنا فی الواقع نماز کو باطل کرنا ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔

وَكَذٰلِكَ الْمُبَلِّغُ إِذَا قَصَدَ التَّبْلِيْغَ فَقَطْ خَالِيًا عَنْ قَصْدِ الْإِحْرَامِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ وَلَا لِمَنْ يُصَلِّيْ بِتَبْلِيْغِهٖ فِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ لِأَنَّهُ اقْتَدٰى بِمَنْ لَمْ يَدْخُلْ فِي الصَّلَاةِ۔

فَإِنْ قَصَدَ بِتَبْلِيْغِهِ الْإِحْرَامَ مَعَ التَّبْلِيْغِ لِلْمُصَلِّيْنَ فَذٰلِكَ هُوَ الْمَقْصُوْدُ مِنْهُ شَرْعًا. كَذَا فِيْ فَتَاوَى الشَّيْخِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ الْغَزِّيِّ الْمُلَقَّبِ بِشَيْخِ الشُّيُوْخِ۔

وَوَجْهُهٗ أَنَّ تَكْبِيْرَةَ الْاِفْتِتَاحِ شَرْطٌ أَوْ رُكْنٌ فَلَا بُدَّ فِيْ تَحَقُّقِهَا مِنْ قَصْدِ الْإِحْرَامِ أَيِ الدُّخُوْلِ فِي الصَّلٰوةِ۔ [1]

مکبر اگر نماز میں صرف اس لئے شریک ہوا کہ مقتدیوں کو امام کی تکبیر تحریمہ پہونچائے اور شامل نماز ہونے کا قصد نہ کیا تو اس کی نماز نہ ہوگی، اور جو لوگ اس کی اس حالت کی تکبیر پر نماز پڑھ رہے ہیں ان کی بھی نماز نہ ہوگی کیونکہ ان لوگوں نے غیر شامل نماز شخص کی پیروی کی۔

اور اگر وہ نمازیوں کو اپنی تکبیر کے ذریعہ امام کا تحریمہ پہونچانے کے ساتھ نماز میں داخل ہونے کی بھی نیت کرے تو شرعًا اس سے یہی مقصود ہے۔ "شیخ الشیوخ" علامہ محمد بن محمد غزی کے فتاویٰ میں ایسا ہی ہے۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ شرط، یا رکن ہے تو اسکے موجود و متحقق ہونے کیلئے، احرام، یعنی نماز میں داخل ہونے کا قصد ضروری ہے۔

اس پر ہماری یہ گذارش ہے۔

اوّلاً۔ یہاں دو چیزیں ہیں "تلقن من الخارج" اور "اتباع خارج"۔ لاؤڈ اسپیکر کے مسئلہ دائرہ میں تلقن من الخاج کی صورت متحقق نہیں ہے۔ کیونکہ تلقن من الخارج "غیر شاملِ نماز کے قولی اتباع" کا نام ہے، اور یہاں فعلی اتباع ہے۔

كَالتَّلَقُّنِ مِنْ غَيْرِهٖ فِيْ تَحْصِيْلِ مَا لَيْسَ بِحَاصِلٍ عِنْدَهٗ۔ [2]

تلقن یہ ہے کہ غیر سے وہ بات حاصل کیجائے جو (پہلے سے) حاصل (یاد) نہ ہو۔

اَلْمُفْسِدُ التَّلَقُّنُ الْمُقْتَرِنُ بِقَوْلِ مَا تَلَقَّنَهٗ۔ [3]

مفسد نماز تلقن یہ ہے کہ غیر سے جو کلمہ سیکھا ہے اسے پڑھے، یا تلاوت کرے۔

پس تلقن من الخارج اگر مفسد صلوٰۃ ہو، تو اس دلیل سے "اتباع خارج" کس طرح ناجائز اور مفسد صلوٰۃ ہوگا۔؟

ثانیاً:۔ لاؤڈ اسپیکر پر اقتدار کو تلقن من الخارج کہا جائے، یا اتباع خارج اس کے ناجائز ہونے کے ثبوت میں شامی کا جو جزئیہ پیش کیا گیا ہے وہ صرف ایک متأخر عالم کا قول ہے جو اسی نوع کے مذہب کے ایک صریح جزئیہ سے منقوض ہے۔ خود علامہ شامی نے اپنے رسالہ تنبیهُ ذوی الأفهام میں اس کا انکشاف کیا ہے۔ رقمطراز ہیں:

---

[1] ردالمحتار ص ۳۱۹ ج۱۔ مطلبٌ فی التبلیغ خلف الامام۔ مکتبہ نعمانیہ۔ تنبیهُ ذوی الأفهام علی أحکام التبلیغ خلف الإمام للعلامة الشامی ص ۱۴۰۔ ج ۱۔ طبع دمشق۔

[2] شرح العنایہ علی الهدایہ علی هامش الفتح والکفایہ ص ۳۵۱ ج۱۔ باب مایفسد الصلوٰۃ بحث القراءۃ من المصحف طبع پاکستان [3] فتح القدیر مع الشروح الثلثہ للهدایہ ص ۳۵۱ ج۱ باب مایفسد الصلوٰۃ عند بحث القراءۃ طبع پاکستان — یعنی خارجِ نماز کا فعلی اتباع — ن

وَالْمُصَرَّحُ بِهٖ أَنَّ الْإِجَابَةَ بِالرَّأْسِ لَابَأْسَ بِهَا۔ وَلَمْ أَرَ مَنْ صَرَّحَ بِخُصُوْصِ مَسْأَلَتِنَا سِوَیٰ مَامَرَّ عَنِ الْحَمُوِیْ وَهٰذَا الْفَرْعُ أَشْبَهُ بِهَا مِنْ غَيْرِهٖ لِأَنَّ الْإِجَابَةَ فِيْهِمَا بِالْفِعْلِ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ۔[1]

نمازی سے کوئی بات پوچھی گئی اور اس نے سر کے اشارہ سے جواب دیدیا تو مذہب کی صراحت کے مطابق اسمیں کوئی حرج نہیں، نماز فاسد نہ ہوگی اور ہمارے درج بالا مسئلے میں جو "اتباعِ خارج" کو مفسد نماز قرار دیا گیا ہے اس کی صراحت میں نے نقل حموی کے علاوہ کسی سے بھی نہ دیکھی اور واقع میں مسئلہ "اتباعِ قولی" کے جزئیات کے بہ نسبت "اجابت بالراس" والے جزئیہ کیساتھ زیادہ مشابہ ہے اسلئے کہ دونوں میں اتباعِ فعلی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

تو دونوں جگہ اتباعِ خارج جائز، اور نماز درست ہونی چاہیئے۔

ثالثًا:۔ اتباع خارج شرع میں مطلقًا ممنوع نہیں۔ احادیثِ مبارکہ اور فقہائے احناف کی تصریحات اس امر کی شاہد عدل ہیں کہ نماز میں خارج عَنِ الصلوٰۃ کا اتباع جائز ہے۔

(۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: قَالَ بَيْنَ النَّاسُ بِقُبَاءَ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ، فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ. فَاسْتَقْبَلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ لوگ مقام قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ عین اسی حالت میں ایک شخص نے آکر یہ خبر دی کہ آج کی شب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن پاک میں یہ حکم نازل ہوا ہے کہ وہ نماز میں کعبہ کا استقبال کریں۔ تو ان لوگوں نے بھی کعبہ کا نماز میں ہی استقبال کر لیا، ان کے

---

[1] رسائل ابن عابدین ص ۱۴۰ ج ۱۔ رسالة تنبیه ذوی الأفهام علی أحکام التبلیغ خلف الامام۔ مکتبہ هاشمیه دمشق۔

إِلَى الشَّامِ، فَاسْتَدَارُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ۔[1]

چہرے شام کیطرف تھے تو وہ لوگ کعبہ کیطرف گھوم گئے۔

ظاہر ہے کہ اہل قبا کو تحویل قبلہ کا علم ایک خارجِ نماز شخص کے ذریعہ ہوا تھا، اور اسی پر اعتماد کر کے انھوں نے بیت المقدس کی جہت سے پھر کر کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر لیا تھا لیکن رسول پاک علیہ التحیۃ والثناء نے انھیں اعادۂ نماز کا حکم نہ دیا، بلکہ ان کے اس فعل کو استحسان کی نگاہ سے دیکھا وَاسْتَحْسَنَهَا النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔[2] وَلَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْإِعَادَةِ۔[3]

اس سے ثابت ہوا کہ اتباع خارج فساد نماز کا سبب نہیں ہے چنانچہ امام ابوجعفر طحاوی، علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی اس حدیث سے استنباط مسائل کے ذیل میں یہی صراحت کی۔

وَفِيْهِ جَوَازُ تَعْلِيْمِ مَنْ لَيْسَ فِي الصَّلٰوةِ مَنْ هُوَ فِيْهَا۔ وَفِيْهِ اسْتِمَاعُ الْمُصَلِّيْ لِكَلَامِ مَنْ لَيْسَ فِي الصَّلٰوةِ لَايَضُرُّ صَلَاتَهٗ.... هٰكَذَا اسْتَنْبَطَهُ الطَّحَاوِيُّ مِنْهُ۔[4]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص نماز میں نہ ہو، اسے نمازی کو خبر و اطلاع دینا جائز ہے، اور یہ کہ نمازی کا خارجِ نماز آدمی کے کلام کو غور سے سننا نماز کو فاسد نہ کرے گا........ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے اسی طرح استنباطِ احکام کیا ہے۔

ازالۂ شبہہ

اس مقام پر دل میں ایک شبہہ یہ گزرتا ہے کہ ممکن ہے ابتدائے اسلام میں اتباع خارج کی اجازت ہو جیسے نماز میں کلام کرنے کی

---

[1] الصحیح البخاری ص ۸۵ ج ۱۔ باب ماجاء فی القبلة ومن لم یر الإعادة علی من سها۔

[2] هدایه ص ۹۷، ۹۸ ج ۱۔ مکتبہ تھانوی۔ مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح ص ۳۹۔ باب شروط الصلوٰۃ۔

[3] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ص ۱۱۹۔ ج ۱۔ باب شروط الصلوٰۃ۔

[4] عمدة القاری بشرح البخاری ص ۱۴۸ ج ۴۔ ادارة الطباعة المنیریه بمصر۔ فتح الباری ۴۲۵ ج ۱، مکتبہ یوسفی۔

اجازت تھی، اور بعد میں کلام کی طرح یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا ہو۔

لیکن یہ شبہہ اس لئے بے بنیاد ہو جاتا ہے کہ علمائے امت کے درمیان اس حدیث پاک کو "تَلَقِّیْ بالقبول" حاصل ہے اور بالاتفاق فقہائے اسلام نے اسے قابل حجت گردانا ہے، بلکہ اس سے استدلال کیا ہے جیسا کہ مؤطا شریف، بدائع الصنائع، ہدایہ، بحرالرائق، حلبی کبیر، مراقی الفلاح، در مختار، رد المحتار، اور تفسیرات احمدیہ،[1] وغیرہا میں اس کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

محقق اسلام، علامہ برہان الدین مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ۔ قوت استدلال اور ندرت استنباط میں علمائے عصر کے درمیان ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ اپنی بیمثال اور نادر روزگار تصنیف ہدایہ میں رقمطراز ہیں:

(ا) فَإِنِ اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْقِبْلَةُ وَلَيْسَ بِحَضْرَتِهِ مَنْ يَسْأَلُهُ عَنْهَا۔ اجْتَهَدَ فَإِنْ عَلِمَ أَنَّهُ أَخْطَأَ بَعْدَ مَا صَلَّى لَا يُعِيدُهَا۔

وَإِنْ عَلِمَ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ اسْتَدَارَ إِلَى الْقِبْلَةِ۔ لِأَنَّ أَهْلَ قُبَاءَ لَمَّا سَمِعُوا بِتَحَوُّلِ الْقِبْلَةِ اسْتَدَارُوا كَهَيْئَتِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ وَاسْتَحْسَنَهَا النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ وَكَذَا إِذَا تَحَوَّلَ رَأْيُهُ إِلَى جِهَةٍ

اگر کسی شخص پر جہت قبلہ مشتبہ ہو جائے اور وہاں کوئی ایسا آدمی موجود نہ ہو جس سے یہ دریافت کرے تو "تحری" کرے اب اگر نماز کے بعد اسے معلوم ہو کہ اس نے جہت قبلہ کی تحری میں غلطی کی ہے تو نماز نہ لوٹائے۔ اور اگر اس غلطی کا علم (کسی بھی طرح) نماز میں ہو جائے تو مصلی قبلہ کی طرف گھوم جائے۔ اسلئے کہ اہل قبا نے جب تحویل قبلہ کی خبر سنی تو وہ اپنی اسی ہیئت پر نماز میں گھوم گئے اور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اسے اچھا جانا۔ یونہی جب نمازی کی رائے بدل کر دوسری جہت کے قبلہ ہونے پر

[1] بدائع ص ۱۱۹ ج ۱۔ باب شروط الصلوٰۃ، بحر الرائق ص ۳۰۵ ج ۱۔ باب شروط الصلوٰۃ حلبی کبیر معروف بہ "غنیہ" ص ۲۲۱ باب مذکور، مراقی الفلاح ص ۳۹ باب مذکور، مراقی علی هامش الطحطاوی ص ۱۲۶ طبع اول مصری، درمختار مع رد المحتار ص ۲۹۱ ج ۱ باب مذکور مکتبہ نعمانیہ، تفسیرات احمدیہ ص ۲۷ وغیرها۔

أُخْرَىٰ تَوَجَّهَ إِلَيْهَا لِوُجُوْبِ الْعَمَلِ بِالْاِجْتِهَادِ فِيْمَا يُسْتَقْبَلُ مِنْ غَيْرِ نَقْضِ الْمُؤَدَّىٰ قَبْلَهُ۔[1]

جم گئی تو وہ اسی جہت کی طرف رخ کرے۔ اسلئے کہ بعد والے اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے اور پہلے جو نماز ادا کر چکا ہے فاسد نہ ہوگی۔

(ب) بلکہ خود محرر مذہب امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی "مؤطا" میں یہ حدیث ذکر کر کے تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهٰذَا نَأْخُذُ فِيْمَنْ أَخْطَأَ الْقِبْلَةَ حَتّٰى صَلّٰى رَكْعَةً أَوْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ يُصَلِّيْ إِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ فَلْيَنْحَرِفْ إِلَى الْقِبْلَةِ فَيُصَلِّيْ مَا بَقِيَ، وَيَعْتَدُّ بِمَا مَضٰى وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى۔[2]

جس سے قبلہ کی تحری میں غلطی واقع ہو گئی، اور اس نے ایک، دو رکعت نماز بھی پڑھ لی اس کے بارے میں ہم اس حدیث پر یوں عمل کرتے ہیں کہ اگر اس کو دوران نماز میں یہ علم ہو جائے کہ وہ قبلہ کے علاوہ دوسرے رخ پر نماز پڑھ رہا ہے تو وہ فوراً قبلہ کی طرف پھر جائے اور بقیہ نماز پوری کرے اور جو کچھ ادا کر چکا ہے اسے بھی شمار کرے۔ یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول ہے۔

(ج) بلکہ دوسرے ائمہ مذاہب نے بھی اس باب میں حدیث مذکور کے پیش نظر یہی مسلک اختیار کیا ہے اور شیخ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول تو اس پر تمام علمائے امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے چنانچہ وہ حدیث مذکور سے استدلال کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وَعَلٰى هٰذَا انْعَقَدَ الْاِجْمَاعُ إِلَّا فِيْ قَوْلٍ عَنِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ إِذَا تَيَقَّنَ الْخَطَأَ فِي الصَّلٰوةِ يَسْتَأْنِفُ۔

اس مسئلے پر سب کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ ہاں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ قبلہ کی غلطی کا یقین ہونے کی صورت میں دوبارہ نماز پڑھے۔ لیکن

[1] هدایہ ص ۹۷، ۹۸ ج ۱ باب شروط الصلوٰۃ مکتبہ تھانوی۔ د۔ ص ۸۰۔ ۸۲ ج ۱ مکتبہ رشیدیہ

[2] مؤطا الامام محمد ص ۱۵۶ باب بدء أمر القبلة۔

لٰکِنَّ الْأَصَحَّ عِنْدَھُمْ أَنَّہٗ یَسْتَدِیْرُ وَیَبْنِیْ۔[1] شوافع کا مسلک اصح یہی ہے کہ وہ شخص بھی گھوم جائے اور جتنا پڑھ چکا ہے اسی پر بناء کرے۔

وضاحت الغرض حدیث اہل قباء مسئلۂ مذکورہ میں قابل استدلال ولائق عمل ہے، منسوخ ہوتی۔ یا احتمال نسخ کی وجہ سے کم از کم ناقابل حجت ہوتی تو اس حدیث سے۔ "تحری قبلہ" کے مسئلے پر علماء کرام ہرگز استناد نہیں کرتے[2] اور ائمۂ عظام وفقہائے اسلام کا ایسی حدیث سے استدلال پر قطعًا، یقینًا اجماع منعقد نہیں ہوتا۔

اور جب یہ حدیث غیر منسوخ ولائق استناد ہے کیونکہ اسے تلقی بالقبول حاصل ہے تو لازمی طور پر یہ ثابت ہوگیا کہ اس باب میں "اتباع خارج" کے جواز اور اس کے غیر مفسد نماز ہونے پر اجماع ہے۔ فللّٰہ الحمد۔

(۲) جماعت ہو رہی ہے اور صف میں کہیں کچھ جگہ خالی ہے کسی آنے والے نے وہاں جاکر خالی جگہ کو بھرنا چاہا، اور نمازیوں نے دائیں بائیں کھسک کر اس کے لئے جگہ کشادہ کردی تو ان کی نماز قول معتمد پر فاسد نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے:

دَخَلَ فُرْجَۃَ الصَّفِّ أَحَدٌ فَوُسِّعَ لَہٗ فَسَدَتْ۔[3] صف کی خالی جگہ میں کوئی داخل ہوا، اور اس کے لئے وہ جگہ کشادہ کردی گئی تو حرکت کرنے والوں کی نماز فاسد ہوگئی۔

---

[1] حلبی کبیر المعروف بغنیۃ۔ ص ۲۲۱ باب شروط الصلوٰۃ۔

[2] قال صاحب الفرائد: بین ما نحن فیہ، وبین قصۃ أھل قباء فرق جلیّ۔ فأنّیٰ یستدلّ بھا علیہ؟ لکن أقول: ھٰذا الاستدلال ظاھر، لا اخفاء۔ وعدم فھم ھٰذا القائل جلیٌّ یظھر للمتأمل بأدنی التأمل اھ مجمع الأنھر شرح ملتقی الابحر ج ۱ ص ۸۴ باب شروط الصلوٰۃ۔ دار احیاء التراث العربی۔ ۱۲ ن

[3] درمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۸ ج ۱ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا۔

اس پر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حاشیہ تحریر کیا۔

أَلْمُعْتَمَدُ فِیْہِ عَدَمُ الْفَسَادِ۔[1] لائق اعتماد قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔

اور علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس جزئیہ کے تحت یہی لکھا۔

"وَأَمَّا الْفَرْعُ الثَّانِیْ فَالْمُعْتَمَدُ فِیْہِ عَدَمُ الْفَسَادِ"۔[2]

(۳) ایک شخص امام کے بغل میں کھڑا ہوکر اس کی اقتدار کر رہا ہے اسی درمیان میں کوئی آدمی آیا اور اس نے مقتدی کو پیچھے آنے کیلئے کھینچا، وہ مقتدی اپنی جگہ سے ہٹکر پیچھے چلا آیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ اس آنے والے نے نماز میں داخل ہونے سے پہلے کھینچا ہو جیسا کہ فتح القدیر، خلاصہ، منح، اور درمختار وشامی میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

مجدد اسلام، امام احمد رضا قدس سرہٗ سے یہ سوال دریافت کیا گیا کہ:

"امام کے ساتھ مقتدی برابر کھڑا ہے، دوسرا اور آیا۔ نہ وہ مقتدی اول پیچھے ہٹا، نہ امام آگے بڑھا تو یہ اس مقتدی کو نیت باندھ کر کھینچے، یا بے نیت باندھے۔؟"

اس کا جواب آپ نے یہ ارقام فرمایا:

"دونوں صورتیں جائز ہیں۔ فتح القدیر سے مستفاد کہ نیت باندھ کر کھینچنا اولیٰ ہے، اور خلاصہ میں یہ تصریح فرمائی کہ پہلے کھینچ کر نیت باندھنی مناسب ہے۔ بہرحال دونوں طریقے روا ہیں۔ فتح کی عبارت یہ ہے۔

لَوِ اقْتَدیٰ وَاحِدٌ بِآخَرَ فَجَاءَ ثَالِثٌ یَجْذِبُ الْمُقْتَدِیْ بَعْدَ التَّکْبِیْرِ۔ وَلَوْ جَذَبَہٗ قَبْلَ التَّکْبِیْرِ لَا یَضُرُّہٗ۔ (اگر ایک شخص نے دوسرے کی اقتداء کی پھر تیسرا آگیا تو وہ مقتدی کو تکبیر کے بعد پیچھے کھینچ لے۔ اور اگر اس نے تکبیر سے پہلے ہی کھینچ لیا تو یہ اس مقتدی کی نماز میں کوئی خرابی نہ لائے گا۔)

---

[1] درمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۸ ج ۱ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا۔

[2] حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار ص ۲۶۴ ج " "

خلاصہ کا نص یہ ہے۔

یَنْبَغِی أَنْ یَجْذِبَ اَحَدًا مِنَ الصَّفِّ فِی الْمَسْجِدِ، اَوْفِی الصَّحْرَاءِ أَوَّلًا۔ ثُمَّ یُکَبِّرُ۔

(جماعت مسجد میں ہو رہی ہو، یا صحرا اور میدان میں۔ بہرحال مناسب یہ ہے کہ پہلے کسی کو صف سے کھینچ لے، پھر تکبیر تحریمہ کہکر داخلِ نماز ہو۔)

ردالمحتار میں ہے :

فِی المِنَحِ بَعْدَ أَنْ ذَکَرَ، "لَوْجَذَبَهٗ اٰخَرُ فَتَأَخَّرَ" اَلْأَصَحُّ لَاتَفْسُدُ صَلَاتُهٗ۔ اھ[1]

(منح میں ہے کہ اگر کسی نے صف سے کسی نمازی کو کھینچا، اور وہ پیچھے ہٹ آیا، تو اصح یہ ہے کہ اسکی نماز فاسد نہ ہوگی۔)

(۴) ایک شخص ایسے وقت مسجد میں آیا کہ صف بھر چکی تھی، اور اب امام رکوع میں جارہا ہے اس نے ناچار صف سے ایک مصلّی کو کھینچا اور وہ چلا آیا تو یہاں بھی وہی حکم ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ خواہ آنے والے نے نیت باندھ کر کھینچا ہو، یا بغیر نیت باندھے۔

إِنْ وَجَدَ فِی الصَّفِّ فُرْجَةً سَدَّهَا وَإِلَّا انْتَظَرَ حَتّٰی یَجِیْءَ اٰخَرُ فَیَقِفَانِ خَلْفَهٗ وَإِنْ لَمْ یَجِیْءْ حَتّٰی رَکَعَ الْإِمَامُ یَخْتَارُ أَعْلَمَ النَّاسِ بِهٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ فَیَجْذِبُهٗ وَیَقِفَانِ خَلْفَهٗ[2]

اگر صف میں کچھ کشادگی پائے تو اسے بھر دے، ورنہ انتظار کرے۔ اگر کوئی آجائے تو دونوں صف کے پیچھے کھڑے ہوجائیں اور اگر کوئی نہ آئے یہاں تک کہ امام رکوع میں جانے لگے تو نمازیوں میں جو شخص مسئلۂ شرع سے خوب واقف ہو اسے کھینچ لے اور پیچھے دونوں صف بستہ ہوجائیں۔

(۵) نماز پڑھنے والے سے کسی نے کہا آگے بڑھ جاؤ، اور وہ آگے بڑھ گیا تو اسکی نماز بعض فقہاء کے نزدیک فاسد ہوگی مگر راجح یہ ہے کہ فسادِ نماز کا حکم نہ ہوگا۔

---

[1] فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۳۲۲، ۳۲۳ - شامی باب الامامۃ ص ۳۸۲ ج ۱ مکتبہ نعمانیہ۔

[2] ردالمحتار ص ۵۶۸ ج ۱ باب الامامۃ مطبع دارالفکر۔ ۱۳۹۹ھ۔ بحوالہ معراج عن مبسوط بکر۔

فتاوی رضویہ میں ہے۔

"وَفِی الْقُنْیَةِ : قِیْلَ لِمُصَلٍّ مُنْفَرِدٍ تَقَدَّمْ، فَتَقَدَّمَ بِأَمْرِهٖ فَسَدَتْ صَلَاتُهٗ۔ وَیَنْبَغِی أَنْ یَمْکُثَ سَاعَةً، ثُمَّ یَتَقَدَّمُ بِرَاْیِ نَفْسِهٖ وَعَلَّلَهٗ فِی شَرْحِ الْقُدُوْرِیِّ بِأَنَّهٗ اِمْتِثَالٌ لِغَیْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔ اھ"[1]

(قنیہ میں ہے کہ تنہا نماز پڑھنے والے سے کسی نے کہا کہ آگے بڑھ جاؤ، وہ اسکے حکم سے آگے بڑھ گیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ مناسب یہ ہے کہ وہ کچھ ٹھہر جائے، پھر اپنی رائے سے آگے بڑھے۔ شرح قدوری میں اسکی علت یہ بتائی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کے حکم کی بجاآوری ہے۔)

شیخ حسن بن عمار شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رائے کی بڑے شد و مد کے ساتھ مخالفت کی ہے آپ اسے علامہ ابن عابدین شامی کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

وَقَدْ ذَکَرَ الشُّرُنْبُلَالِی فِی شَرْحِ الْوَهْبَانِیَّةِ مَا مَرَّ عَنِ الْقُنْیَةِ وَشَرْحِ الْقُدُوْرِیِّ ثُمَّ رَدَّهٗ بِأَنَّ امْتِثَالَهٗ إِنَّمَا هُوَ لِأَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَا یَضُرُّ۔ اھ[2]

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح وہبانیہ میں قنیہ اور شرح قدوری کی یہ رائے ذکر کرنے کے بعد اس کا ردیوں فرمایا ہے کہ یہ بلاشبہہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کا امتثال ہے اس لئے یہ نماز کو فاسد نہ کریگا۔

ان جزئیات سے یہ ثابت ہوا کہ "اتباعِ خارج" مطلقاً مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔ اسلئے یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اتباع خارج کی وجہ سے جب بعض فقہی جزئیات میں یہ بتایا گیا کہ اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے تو ان سب جزئیات میں کیونکر فاسد نہیں ہوتی؟ —— وہ وجہ لطیف، یا فرقِ دقیق کیا ہے جس کی بنا پر

---

[1] فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۳۲۳ بحوالہ شامی ص ۳۸۳ ج ۱ مکتبہ نعمانیہ۔
دونوں عبارتوں کا ترجمہ راقم الحروف کا ہے اسلئے اسے ہلالین میں رکھا گیا ۱۲ منہ

[2] ردالمحتار ص ۳۸۳ ج ۱ - باب الامامۃ - نیز فتاوی رضویہ ص ۳۲۲ ج ۳ - ایضا ۲۴۹ ج ۳ -

ان دونوں طرح کے جزئیات میں خط امتیاز کھینچ کر یہ بتا دیا جائے کہ اس وجہ سے ان جزئیات میں نماز فاسد ہوتی ہے، اور دوسرے قسم کے جزئیات میں فاسد نہیں ہوتی۔ ؟

امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس پیچیدہ مسئلے کو ایسے دلنشیں انداز میں حل کیا ہے کہ طبیعت جھوم اٹھتی ہے اور قلب و روح کو ایک عجیب تازگی محسوس ہوتی ہے۔ آپ رقمطراز ہیں:

محاکمہ تحقیق منقح اس مسئلے میں یہ ہے کہ نماز میں جس طرح اللہ، اور اللہ کے رسول کے سوا دوسرے سے کلام کرنا مفسد ہے۔ یونہی اللہ و رسول کے سوا کسی کا کہنا ماننا۔ جَلَّ جَلَالُہٗ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پس اگر ایک شخص نے کسی نمازی کو پیچھے کھینچا، یا آگے بڑھنے کو کہا، اور وہ اس کا حکم مان کر ہٹا۔ نماز جاتی رہی اگرچہ یہ حکم دینے والا نیت باندھ چکا ہو۔ اور اگر اسکے حکم سے کام نہ رکھا، بلکہ مسئلۂ شرع کے لحاظ سے حرکت کی تو نماز میں کچھ خلل نہیں اگرچہ اس کہنے والے نے نیت نہ باندھی ہو۔

قَالَ ط: لَوْ قِيْلَ بِالتَّفْصِيْلِ بَيْنَ كَوْنِهٖ امْتَثَلَ أَمْرَ الشَّارِعِ فَلَا تَفْسُدُ، وَبَيْنَ كَوْنِهٖ امْتَثَلَ أَمْرَ الدَّاخِلِ مُرَاعَاةً لِخَاطِرِهٖ مِنْ غَيْرِ نَظَرٍ لِأَمْرِ الشَّارِعِ فَتَفْسُدُ لَكَانَ حَسَنًا اھ مافی ردالمحتار [1]

(علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر یہ تفصیل بہتر ہوگی کہ اگر نمازی صاحب شرع کے حکم کی بجاآوری کی نیت سے آگے بڑھے تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اور نماز میں داخل ہونے والے کی خاطر اسکے حکم کی بجاآوری کیلئے آگے بڑھے تو فاسد ہوجائے گی۔)

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۲۲۳ نیز ص ۳۴۹۔ بحوالہ طحطاوی علی الدر ص ۲۴۶، ۲۴۷ ج ۱ باب الامامۃ ایضاً ردالمحتار ص ۴۸۴ ج ۱۔ باب مذکور ——— یہاں یہ امر واضح رہے کہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تفصیل صاحب مذہب امام محمد حسن بن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ماخوذ ہے۔ کتاب الاصل میں لکھتے ہیں:

بقیہ بر صفحہ آئندہ

اس تفصیل کے متعلق امام ممدوح علیہ الرحمہ نے اپنے تاثرات ان الفاظ میں پیش کیے۔

أَقُوْلُ: وَهٰذَا التَّفْصِيْلُ كَمَا تَرٰى مِنَ الْحُسْنِ بِمَكَانٍ، بَلْ هُوَ الْمَحْمَلُ لِكَلِمَاتِ الْعُلَمَاءِ وَبِهٖ يَحْصُلُ التَّوْفِيْقُ، وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ [1]

(میں کہتا ہوں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ تفصیل حسن وخوبی کے ایک عظیم مقام پر ہے، بلکہ علماء کرام کے کلمات وارشادات کا یہی محمل ہے اور اسی سے تطبیق بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ توفیق محض خدائے ذوالجلال کی طرف سے ہے۔)

حاصل کلام یہاں سے معلوم ہوا کہ مصلی اگر خارج نماز انسان کے قول، یا فعل کو محسوس کر کے اس کا حکم ماننے کی نیت سے نقل وحرکت کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور خدائے سبوح وقدوس ورسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم بجالانے کے قصد سے کوئی کام کرے تو نماز کے اندر کوئی خرابی نہ پیدا ہوگی چنانچہ مذکورہ بالا جزئیات میں فقہائے کرام نے نماز کے فاسد نہ ہونے کو اسی لئے راجح قرار دیا ہے

بقیہ صفحہ گذشتہ:-

قلتُ: أَرَأَيْتَ رَجُلًا صَلّٰى وَخَلْفَهٗ رَجُلٌ يَتَعَلَّمُ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَفْتَحَ، فَفَتَحَ لَهُ الرَّجُلُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ. غَيْرَ مَرَّةٍ؟ قَالَ: هٰذَا يَقْطَعُ صَلَاتَهٗ وعليه أن يستقبل الصَّلاة۔

قلتُ: أرأيت رجلًا صلّى مع الإمام، فقرأ الإمامُ، ففتح عليه۔ هَلْ يَكُوْنُ هٰذَا قَدْ قَطَعَ صَلَاتَهٗ؟ قال: لا۔ قلتُ: مِنْ أَيْنَ اختلف هٰذا؟ قال: لِأَنَّ هٰذا يريد التلاوة، والاول يريد التعليم۔ قلت: أرأيت إن أراد الأوّلُ التِّلَاوَةَ وَلَمْ يُرِدِ التَّعْلِيْمَ؟ قَالَ: لا يقطع ذٰلك صلاته اھ وفی مسئلتنا يقال: إن اراد المقتدی الامتثال، لا التعلّم ولا اتباع الخارج لا يقطع ذٰلك صلوٰته۔ وستوضح إن شاء الله تعالىٰ أنّ المقتدين لا يريدون بانتقالاتهم إلّا الإمتثال وهو تعالىٰ أعلم بحقيقة الحال ۱۲ منہ عہ کتاب الاصل المعروف بالمبسوط ص۱۹۸، ۱۹۹ ج ۱ مطبع کراتشی پاکستان۔ [1] فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۲۲۳ نیز ص۳۴۹ سنی دارالاشاعت۔

کہ وہاں گو کہ بظاہر غیر شامل نماز کا اتباع معلوم ہو رہا ہے لیکن درحقیقت وہ حکم الٰہی کا امتثال اور فرمان نبوی کی بجاآوری ہے۔

پس لاؤڈاسپیکر سے مسموع آواز کو غیر آوازِ امام تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی مذکورہ بالا تحقیق کی روشنی میں یہ اتباعِ خارج لِامتثالِ امرِ اللہ ہوا۔ نہ کہ لِامتثالِ غیرِ اللہ۔ تو نماز کے فاسد ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ ہر نمازی اللہ عزوجل کی عبادت کے لئے ہی نماز پڑھتا ہے، اسی کے حکم کو بجالانے کی نیت سے رکوع کرتا ہے، اسی کی بارگاہ میں، اور اسی کے امر سے سجدہ ریز ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مصلی کا ہر فعل حکم الٰہی کے امتثال میں صادر ہوتا ہے۔ لاؤڈاسپیکر کی خاطر اور اس کے امتثال کے لئے کوئی مسلمان نہ تکبیر تحریمہ کہتا ہے، نہ رکوع و سجود کرتا ہے، مقصد تو صرف اتنا ہے کہ اس آلہ کے ذریعہ دور کے مقتدیوں کو امام کے انتقالات سے آگاہی حاصل ہو جائے اور وہ امام کے اتباع میں نماز کے افعال بجالائیں۔

اور جب واقعہ یہ ہے کہ آلۂ مکبّر الصوت کی موجودگی میں بھی صرف حکم خدا و رسول کے امتثال کے لئے نمازی سارے افعال کرتا ہے تو جزئیاتِ مذکورہ کے پیش نظر حکم یہی ہونا چاہیئے کہ اس آلے کی آواز گو کہ آوازِ متکلم کی غیر، یا صدائے بازگشت ہو تاہم اس سے تکبیرات سن کر امام کی اقتدا جائز ہے اور وہ نماز فساد کی قباحت سے محفوظ اور درست ہے۔

ایک اشکال ممکن ہے یہاں اتباعِ خارج کے جواز کی یہ توجیہہ کی جائے کہ نماز کو فساد، یا کراہت سے بچانے کے لئے، بلفظ دیگر "اصلاحِ نماز" کے لئے ایسے افعال کرنا درست ہیں جو اس غرض کے علاوہ صورتوں میں حرام و مفسدِ نماز ہیں۔ جیسے حدث کے لاحق ہونے کے بعد وضو کے لئے چلنا، اور قبلہ سے انحراف وغیرہ۔ یونہی اتباع خارج مطلقاً مفسد نماز ہے لیکن اصلاح نماز کی اہم ترین ضرورت کے پیش نظر حدیث اہل قبا اور جزئیات مذکورہ میں اس کی اجازت

دی گئی ہے اور وہ ضرورت لاؤڈاسپیکر والے مسئلے میں یقیناً مفقود ہے۔

جواب (۱) بلاشبہ اصلاح نماز کی ضرورت بہت سے ممنوعات کو مباح بنا دیتی ہے مگر یہ ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب کہ (مثلاً) مفسد کا تحقق ایسے ذریعہ سے معلوم ہو کہ وہ ذریعۂ علم شرعاً معتبر ہو جیسے خود مصلی کو حدث لاحق ہو جائے، یا امام قعدۂ اولیٰ میں ہی سلام پھیرنے لگے، یا تحرّی سے غیر جہتِ قبلہ پر نماز پڑھنے والا اپنی غلطی پر آگاہ ہو جائے، وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اس کے برخلاف جہاں مصلیؔ یا امام کو مفسد نماز مثلاً انحرافِ قبلہ کا علم شرعاً معتبر ذریعہ سے نہ ہو تو ایسا "علم"، شرعی نقطۂ نظر سے فی الواقع "عدم علم" کے مترادف ہوگا۔ اور جب تک علم نہ ہو "اصلاح نماز کی ضرورت" کا لحاظ قطعی بے معنی ہوگا کہ اصلاح کی ضرورت تو علمِ فساد و کراہت کے وقت ہے۔ جب علم ہی نہیں تو ضرورت کیسی، اور اصلاح کس کی ــــ؟

اسے ایک مثال کی روشنی میں سمجھیئے۔

باب دیانات میں کافر کی خبر مطلقاً نامقبول ہے اب اگر وہ خبر دے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے رمضان کا چاند دیکھا، یا یہ پانی ناپاک ہے اس میں شراب کا قطرہ میں نے ہی ڈالا ہے تو مسلمان کے لئے ایسے ذریعہ سے علم "عدم علم" کے برابر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اس پانی سے وضو درست ہے، اور اگلے روز کھانے پینے کی اجازت ہے۔ نیز اس خبر پر اعتماد کر کے پانی بہانا، تیمم کر کے نماز پڑھنا اور یوم الشک کو روزہ رکھنا سب ناجائز و گناہ ہے۔

اس نکتے کو ذہن میں رکھ کر اب اہل قبا کے مسئلے میں غور فرمائیے۔

انھیں تحویل قبلہ کا علم خارج نماز شخص کی تلقین سے ہوا۔ اب اگر اتباعِ خارج مطلقاً فساد نماز کا باعث ہو تو مخبر کی خبر مان کر صحابۂ کرام کا نماز میں چلنا، پھرنا، دوسری جہت پر گھومنا سب ناجائز ہوتا کہ یہ درحقیقت اصلاح نماز کے دھوکے میں نماز کو فاسد و برباد کرنا ہوتا۔

(الغرض) مطلق اتباعِ خارج کے مفسدِ نماز ہونے کی تقدیر پر نمازیوں کے لئے خارج شخص کی خبر مطلقاً نامقبول وغیر معتبر ہوئی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اہل قبا، کو تحویل قبلہ کا علم ہی نہ ہوا، بلفظ دیگر ان کے حق میں مفسد نماز کا تحقق ہی نہ ہوا، تو پھر اصلاح نماز کی ضرورت کا کیا سوال، اور اس کی بنیاد پر اتباع خارج کے جواز کا کیا معنیٰ ۔ ؟

لیکن حدیث پاک شاہد ہے کہ اہل قبا، نے اصلاحِ نماز کی ضرورت محسوس کی، بلکہ اسی ضرورت کے پیش نظر وہ فوراً جہتِ قدس سے جہتِ کعبہ کی طرف گھوم گئے، اسکے لئے انھیں نماز میں کافی عملِ کثیر بھی کرنا پڑا۔ اور حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے ان کے اس فعل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا.

اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ انھیں ، شرعی معتمد ذریعہ ، سے تحویل کا علم ہوا تھا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ، اتباع خارج ، میں وہ تفصیل روا رکھی جائے جسے مجدّدِ اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے محاکمہ کے انداز میں پیش کیا ہے، علامہ طحطاوی نے جس کا انکشاف کیا ہے، بلکہ خود صاحب مذہب، مجتہد ربانی امام محمد بن حسن شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے ماخوذ ہے۔

(۲) اتباعِ خارج کے جواز کا مدار اصالۃً ، اصلاحِ نماز ، پر نہیں ، بلکہ امتثالِ شرع پر ہے ـــــ جہاں شریعت کی پیروی کا قصد ہوگا وہاں خارج کی اطلاع کے مطابق عمل کی اجازت ہوگی خواہ وہاں اصلاح نماز بھی ہو، یا نہ ہو۔ اور جہاں شریعت کی پیروی کا قصد نہ ہوگا وہاں ، خارج ، کیا، داخلِ نماز کا اتباع بھی ناجائز ہوگا اگرچہ وہاں اصلاحِ نماز کی بھی صورت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام نے اس کے جواز کی بنیاد ، اصلاح نماز ، کے بجائے ، امتثال شرع ، پر رکھی۔ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں :

> لقمہ، قرأت میں یا افعال میں لینا کہ امام کو جائز ہے وہ بھی بحکم شرع ہے، نہ کہ اطاعتِ حکم مقتدی۔ جو اس کی نیت کرے گا اس کی نماز خود ہی فاسد ہو جائے گی، اور جب وہ امام ہے تو اسکے ساتھ سب کی جائیگی [1]

---

[1] فتاوی رضویہ جلد سوم ص۳۴۹ ـ سنی دارالاشاعت مبارکپور۔

مزید وضاحت کے لئے اس مسئلے (جزئیہ نمبر ۳[1]) میں غور فرمائیے کہ ـــ بعد میں آنے والے شخص نے نیت باندھ کر صف سے کسی مصلی کو کھینچا، اور وہ اس کا حکم ماننے کے لئے پیچھے چلا آیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی حالانکہ یہاں اصلاح نماز کی ایک صورت یہ پائی جاتی ہے کہ اس کے آنے کے باعث کھینچنے والے کی نماز کراہت سے محفوظ ہو جائیگی۔

لِعَدَمِ تقصِیرٍ مِنه ۔

مَنْ جَذَبَ غَيْرَهُ مِنَ الصَّفِّ كَمَا قَدَّمْنَاهُ فَإِنَّهُ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يُجِيبَهُ لِتَنْتَفِيَ الْكَرَاهَةُ عَنِ الْجَاذِبِ [2]

دوسرے کو صف سے کھینچنے والے مسئلے میں جیسا کہ ہم بیان کر آئے نمازی کے لئے مناسب ہے کہ وہ اسکی تعمیل کرے، تاکہ کھینچنے والے کی نماز میں کراہت نہ آنے پائے۔

اور اگر آنے والے نے نماز میں داخل ہوئے بغیر مقتدی کو کھینچا، اور یہ حکم شرع کی بجا آوری کے لیے پیچھے چلا آیا تو نماز فاسد نہ ہوگی حالانکہ یہاں آمر یا مصلی کسی کی اصلاح نماز کا کوئی سوال نہیں۔ کیونکہ آنے والا تو ابھی نماز میں شامل ہی نہیں ہوا اور جو شامل ہے اس کی نماز میں کوئی ادنیٰ سی کراہت بھی نہیں۔ یونہی ۳، ۴، اور ۵ نمبر کے جزئیات میں بھی یہ صورت متحقق ہے کہ فی الحال نمازی کے فعل سے کسی کی اصلاحِ نماز نہیں پائی جاتی نہ آمر کی، نہ خود مصلی کی۔ ہاں امتثالِ شرع ہر جگہ موجود ہے اور اسی وجہ سے پیچھے آنے کی اجازت ہے۔

اور جیسا کہ ہم ثابت کر آئے لاؤڈ اسپیکر والے مسئلے میں محض امتثال ہی مقصود ہوتا ہے جو عین مطلوب ہے۔

(۳) بلکہ اصلاح نماز سے بھی اس کا یک گونہ تعلق ہے ـــ کیونکہ نمازی پر اپنے امام کی اقتدا، واجب ہے، اور اقتدار کے شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مقتدی پر

---

[1] بحث تلقن من الخارج

[2] رد المحتار ص ۵۷۰ ج۱ باب الامامۃ۔ مطلب فی الکلام علی الصف الاول۔ مطبع دارالفکر، طبع ثانی۔

امام کا حال مشتبہ نہ ہو، اور اسے امام کے انتقالات کا صحیح علم ہوتا رہے۔ درمختار میں "اقتدار" کی ایک شرط یہ بتائی۔

وَعِلْمُهُ بِانْتِقَالَاتِهِ ۔[1]	مقتدی کو امام کے انتقالات کا علم ہو۔

شامی میں ہے:

عِنْدَ الْاِشْتِبَاهِ لَا يَصِحُّ الْاِقْتِدَاءُ .... قَالَ فِي الْخَانِيَةِ: لِأَنَّ الْاِقْتِدَاءَ مُتَابَعَةٌ وَمَعَ الْاِشْتِبَاهِ لَا يُمْكِنُهُ الْمُتَابَعَةُ ۔[2]	امام کے انتقالات کا حال مشتبہ ہو تو اقتدا صحیح نہ ہوگی ...... فتاویٰ قاضیخاں میں فرمایا۔ اسلئے کہ اقتدار نام ہے امام کی پیروی کا، اور حالت کے مشتبہ ہوتے ہوئے اسکی پیروی نہیں ہو سکتی۔

اور ظاہر سی بات ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مقتدیوں کو امام کے ایک ایک نقل و حرکت کی بروقت اطلاع ملتی رہتی ہے تو اس کے استعمال سے مقتدی کی نماز ہر ایسی خرابی سے محفوظ رہے گی جو حالِ امام کے اشتباہ کے سبب پیدا ہو سکتی ہے اور یہ بلاشبہہ اصلاحِ نماز ہے۔

ہاں یہ اطلاع داخلِ نماز مکبر کے ذریعہ بھی مل سکتی ہے لاؤڈ اسپیکر میں ہی اسکا انحصار نہیں ـــــ مگر یہ ایسے ہی ہے جیسے ۴ وہ نمبر کے جزئیات میں آنے والا نیت باندھ کر بھی نمازی کو کھینچ سکتا ہے، اور بے نیت باندھے بھی۔ بلکہ خلاصہ کی تصریح کے مطابق بے نیت باندھے ہی کھینچنا اولیٰ ہے اور بہر حال نمازی کو پیچھے آنے کی اجازت ہے۔

پھر لاؤڈ اسپیکر والے مسئلے میں نمازی اطلاع پاکر جو کچھ نقل و حرکت کرتا ہے۔ وہ سب افعالِ نماز سے ہے مثلاً رکوع و سجود، قومہ و قعود وغیرہ۔ جب کہ دوسرے والے مسئلے میں نمازی کا پیچھے آنا فی الواقع اعمالِ نماز سے نہیں، اس لئے جب یہاں غیر

---

[1] درمختار فوق ردالمحتار ص۵۵۱ ج۱۔ اوائل باب الامامۃ مطبع دارالفکر، طبع ثانی۔
[2] ردالمحتار معروف بہ شامی ص۵۸۸ ج۱۔ باب الامامۃ " "

داخلِ نماز کی اطلاع پر نمازی کا امتثالِ شرع کے قصد سے نقل و حرکت کرنا جائز ہے، بلکہ اولیٰ ہے تو مسئلہ لاؤڈ اسپیکر میں تو بدرجۂ اولیٰ یہ نقل و حرکت جائز ہونا چاہیئے۔

ایک اہم انکشاف

تلقن من الخارج کی گزشتہ بحث میں متعدد جزئیات اور حدیث اہلِ قبار سے میں نے یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ آلۂ مکبر الصوت کی آواز پر اقتدا کرنے سے مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

اس کے جواب میں ایک محقق عالم نے بڑی دقت نظر سے "اقتدار" کی تعریف اور "مفسداتِ نماز" کی چار قسمیں[*] کر کے بطورِ خاص تیسری قسم "مفسدِ اقتدار بالذات و مفسدِ صلاۃ بالواسطہ" سے یہ ثابت کیا تھا کہ:

"وہ نظائر صرف اس بات پر دال ہیں کہ تلقن من الخارج مفسدِ صلوٰۃ نہیں اور مفسدِ اقتدار نہ ہونے پر ان کی کوئی دلالت نہیں"

اس کے جواب میں میں نے لکھا کہ:

"فسادِ اقتدار و فسادِ صلوٰۃ کے درمیان تلازم ہے لہٰذا جب نماز یا اقتدار میں فساد پایا جائے گا تو ساتھ ہی اقتدار، یا نماز کا فساد بھی لازمی ہوگا، یونہی ان کی نقیضوں کے درمیان بھی تلازم ہے"

اس کا جواب محترم مجیب نے یہ دیا کہ:

"مطلق فسادِ صلوٰۃ و فسادِ اقتدار کے درمیان تلازم نہیں"

اور ساتھ ہی اس کو تین جزئیات سے مؤید بھی فرمایا، پھر بعد میں یہ بھی تسلیم کر لیا کہ۔

"یہ تلازم حقِ مقتدی میں متحقق ہے"

اس ساری بحث کے جواب میں ہماری گذارش ہے کہ ؎

مؤذن مرحبا بروقت بولا تیری آواز مکے اور مدینے

---

[*] مفسداتِ نماز کے اقسام، استدلال، اور اس کا جواب ان سب کی تفصیل خلاصۂ مباحثہ میں آرہی ہے ۱۲ ن

جب آپ کو یہ تسلیم ہے کہ مقتدی کے حق میں فسادِ صلوٰۃ اور فسادِ اقتدا، لازم، ملزوم ہیں ۔ تو حدیثِ قبار اور مسئلہ لاؤڈ اسپیکر دونوں ہی مسئلے تو مقتدی کے ہیں۔ پس جب حدیث قبار میں مقتدی کی نماز اور اقتداء اتباعِ خارج کے باوجود صحیح رہی تو مسئلہ لاؤڈ اسپیکر میں بھی مقتدی کی اقتدا اور نماز دونوں صحیح ہونا چاہیئے۔

اکابرِ اہل سُنت نے عدمِ جواز کا فتویٰ کیوں دیا ؟

ہمارے پیش کردہ دلائل سے یہ امر بخوبی عیاں ہو چکا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز بولنے والے کی اصلی آواز ہو، یا نقلی ۔ بہر حال اس پر اقتدا، درست ہے۔

تو اب فطری طور پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اکثر فقہائے اہل سنت نے ان دلائل کے ہوتے ہوئے آواز مبحوث کو غیر آواز متکلم کیوں قرار دیا، اور اس کو نقلی کیسے مان لیا، پھر اس کی بنیاد پر نماز کے عدم جواز کا فتویٰ کیونکر صادر فرمایا ۔ ؟

عرض ہے کہ ان بزرگوں نے محض احتیاط کی بنا، پر عدم جواز کا مسلک اختیار کیا تھا، نیز اس وقت آواز کی عینیت کا نظریہ کوئی تحقیقی نہ تھا، اور جیسا کہ ہم مقدمہ میں بیان کر آئے لاؤڈ اسپیکر کے عدمِ استعمال پر فساد نماز یا فساد عقیدہ کی بھی کوئی بات نہ تھی۔

اس کی قدرے وضاحت یہ ہے کہ شروع ہی سے اس آواز کی حقیقت کے بارے میں ارباب سائنس کے مابین اختلاف ہے ۔ اکابر کے عہد میں بعض سائنس داں متردد تھے، اور اکثر نے عینیت یا غیریت کا موقف اختیار کیا لیکن دلیل ان لوگوں کی مضبوط نظر آ رہی تھی جو اسے غیر آواز متکلم قرار دیتے تھے جیسا کہ مصنوعی آواز کی کہانی[1] (The story of the artificial voice) کے مطالعہ سے عیاں ہے

---

[1] چار سائنس دانوں کی رائے کا مجموعہ ۔ مرتبہ جناب ابو الخیر صاحب ایم، اے ۔ شائع کردہ تعلیمی ادارہ، ہری پور ہزارہ پاکستان ۔ تاریخ اشاعت ۱۶ر ۷ر ۶۰ء کل صفحات ۱۸ ۔

جس کے پیش نظر اُس عہد میں یہی نظریہ لائق ترجیح تھا، اور جیسا کہ مقدمہ میں بیان ہوا بعد میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اپنے ذاتی تجربے سے اسی نتیجے پر پہونچے تھے کہ وہ غیر آواز متکلم ہے اس لئے آپ نے، اور آپ کی ہمنوائی میں اکثر علمائے اہل سنت نے اس آواز کو غیر آواز متکلم قرار دیا اور ان تمام دلائل سے یک لخت صرف نظر فرما لیا جن سے آواز کا اصلی ہونا ثابت ہو رہا تھا کیونکہ نماز کے باب میں احتیاط پر عمل واجب ہے اور دلائل میں تعارض کے وقت احتیاط کا تقاضہ یہی تھا کہ نظریۂ غیرت والی دلیل کو ترجیح دیا جائے۔

یونہی اتباعِ خارج کا جواز گو کہ ہمارے پیش کردہ شواہد سے ثابت ہو رہا ہے تاہم فقہاء کی ایک جماعت اسے ناجائز قرار دیتی ہے جیسا کہ در مختار، قنیہ اور شرح قدوری کے جزئیات (۲، ۵) سے واضح ہے ۔

- دَخَلَ فُرْجَۃَ الصَّفِّ أَحَدٌ فَوَسَّعَ لَہٗ فَسَدَتْ [1]
- قِیْلَ لِمُصَلٍّ مُنْفَرِدٍ تَقَدَّمْ فَتَقَدَّمَ بِأَمْرِہٖ فَسَدَتْ صَلَاتُہٗ [2]
- وَعَلَّلَہٗ فِیْ شَرْحِ الْقُدُوْرِیِّ بِأَنَّہٗ اِمْتِثَالٌ لِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی [3]

یہ صحیح ہے کہ ان مسائل میں علامہ طحطاوی، علامہ شامی، علامہ شرنبلالی علیہم الرحمۃ والرضوان کے نزدیک معتمد جواز ہے، امام احمد رضا قدس سرہٗ نے بھی جواز کو ہی ترجیح دیا ہے ۔ پھر بھی اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فقہاء کے درمیان اس کے جواز میں اختلاف ہے تو یہاں بھی احتیاط کا تقاضہ یہی تھا کہ در مختار، قنیہ اور شرح قدوری کی صراحت کے مطابق عدم جواز کا مسلک اختیار کیا جائے۔

اس لئے اکثر فقہائے اہل سنت نے از راہِ احتیاط صاحب در مختار وغیرہ کا مسلک اختیار کر کے لاؤڈ اسپیکر پر نماز کو فاسد قرار دیا ۔ اور ایسے اختلافی مسئلے میں ایک فقیہ کو اس امر کا اختیار ہے کہ کسی ایک جماعت کی رائے کو اپنا مسلک

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار ص۴۱۸ ج۱ (۲، ۳) رد المحتار ص۳۸۳ ج۱ مکتبہ نعمانیہ ۔

قرار دے۔ خاص کر وہ مسلک جس میں احتیاط زیادہ ہو جیسا کہ "خطاء فی الاعراب" والے مسئلے میں فقہائے متقدمین و متاخرین کے اختلافِ رائے کے متعلق صاحب غنیہ فرماتے ہیں "فَاعْمَلْ بِمَا تَخْتَارُ وَالْاِحْتِیَاطُ اَوْلٰی"۔[1]

اس مسئلے کی قدرے تفصیل امام احمد رضا قدس سرہٗ کے الفاظ میں یہ ہے۔
"خطا فی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا فتویٰ تو یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی۔

فِی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ: دَزَلَّۃُ الْقَارِی لَوْ فِیْ اِعْرَابٍ لَا تُفْسِدُ وَاِنْ غَیَّرَ الْمَعْنٰی۔ بِہٖ یُفْتٰی۔ بزازیہ

(در مختار میں ہے کہ قاری سے اعراب میں لغزش ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی، اگرچہ وہ معنی کو بدلے اسی پر فتویٰ ہے (بزازیہ)

ردالمحتار میں ہے:

لَا تُفْسِدُ فِی الْکُلِّ وَبِہٖ یُفْتٰی۔ بزازیہ، وخلاصہ۔

(خطا فی الاعراب کی تمام صورتوں میں نماز نہ فاسد ہوگی اسی پر فتویٰ ہے (بزازیہ۔ خلاصہ)

مگر علمائے متقدمین وخود ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم درصورتِ فسادِ معنیٰ، فسادِ نماز مانتے ہیں اور یہی من حیث الدلیل اقویٰ، اور اسی پر عمل اَحْوَط وَاَحْرٰی۔

فِیْ شَرْحِ مُنْیَۃِ الْکَبِیْرِ ھُوَالَّذِیْ صَحَّحَہُ الْمُحَقِّقُوْنَ، وَفَرَّعُوْا عَلَیْہِ، فَاعْمَلْ بِمَا تَخْتَارُ ـــ وَالْاِحْتِیَاطُ اَوْلٰی سِیَّمَا فِیْ اَمْرِ الصَّلٰوۃِ الَّتِیْ ھِیَ اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ الْعَبْدُ عَلَیْھَا"[2]

(منیہ کی شرح کبیر (غنیہ) میں ہے کہ محققین نے اسی مسلک کو صحیح قرار دیا، اور اس پر مسائل کی تفریع کی تو جس مسلک پر چاہو عمل کرو۔ ہاں احتیاط خاصکر نماز کے باب میں۔ جس کے متعلق بندے سے سب سے پہلے حساب ہوگا۔ اولیٰ ہے۔)

---

(۱) حلبی کبیر معروف بہ غنیہ ص۴۹۳ قبیل تتمات فیما یکرہ من القرآن فی الصلوٰۃ الخ۔"
۲؎ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص۹۲/۹۳ باب القرأت سنی دارالاشاعت مبارکپور۔ ہلالین کی ترجمہ والی عبارت راقم کی ہے ۱۲ن

یہی وجہ ہے کہ تاجدار اہلسنت مولانا شاہ مصطفٰے رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ جنھیں دنیائے اسلام "حضور مفتی اعظم ہند" کے خطاب سے یاد کرتی ہے اور جن کا ورع و تقویٰ و زہد و تقدس مشہورِ زمانہ ہے انھوں نے بلاخوف لومۃ لائم لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے فساد کا حکم نافذ کیا، پھر آپ کی ہمنوائی میں اکابر اہلسنت علیہم الرحمۃ والرضوان نے بھی اس کی تصدیق فرمائی۔ ذٰلك لیحتاطوا فی الخروج عن الواجب بیقین۔

خدا کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں اکابر اہل سنت بالخصوص حضور سیدی مفتیٔ اعظم ہند پر جنھوں نے ایسے نازک وقت میں کہ یہ مسئلہ اربابِ علم و دانش کے درمیان شدید نزاع کا باعث ہو چکا تھا اُمّتِ مسلمہ کی سچی رہنمائی فرمائی اور تمام مخالفتوں کے ہجوم میں بھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

اس تفصیل سے ناظرین کو اندازہ ہوگا کہ جس زمانے میں ہمارے اکابر نے لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے ناجائز ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا تھا اس زمانے میں وہی قرین احتیاط تھا۔

جواز کا موقف اختیار کرنے کا سبب

لیکن جیسا کہ مقدمہ میں بیان ہوا، اب معاملہ اس کے برعکس ہے، نیز عصر حاضر کے ممتاز ماہرین طبعیات کے حوالے سے اوائل کتاب میں یہ ثبوت فراہم کر دیا گیا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز بولنے والے کی اصل آواز ہے اور یہ شرعی دلائل کے عین موافق و مطابق ہے اسلئے اب نظریۂ عینیت کو ترجیح ہوگی۔

اور اگر بالفرض نظریۂ عینیت راجح نہ ہو تو پھر سائنس والوں کے آرا و نظریات میں تصادم لازم آئے گا جس کے باعث دونوں ساقط الاعتبار قرار پائیں گے۔ اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا۔ ویسے بھی ہم سائنسی نظریات پر حکم شرعی کی بنیاد رکھنا مناسب نہیں سمجھتے کہ ان میں نت نئی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے ہمیں شرعی اصولوں پر ہی اپنی نظر مرکوز رکھنی چاہیئے اور بلاشبہہ ان سے اس بات کا ثبوت فراہم ہو چکا ہے کہ "لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز متکلم ہی کی اصل آواز ہے"۔

اور جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں واضح کیا ہے اکابر کے عہد میں احتیاط عدمِ جواز کا مسلک اختیار کرنے میں تھی، اور اب احتیاط جواز کا مسلک اختیار کرنے میں ہے۔ نیز نظریۂ جواز ہی دلیل کی روشنی میں زیادہ باقوت ہے کہ وہ محرر مذہب امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ماخوذ ہے اور اسی سے کلماتِ فقہاء میں تطبیق بھی ہوتی ہے ھٰذَا التَّفْصِیْلُ کَمَا تَرٰی مِنَ الْحُسْنِ بِمَکَان، بَلْ ھُوَ الْمَحْمِلُ لِکَلِمَاتِ الْعُلَمَاءِ ، وَبِہٖ یَحْصُلُ التَّوْفِیْقُ [1]

اور ہمیں اس راہ پر چلنے کی اجازت بھی ہے فَاعْمَلْ بِمَا تَخْتَارُ [2]

اس لئے اب اس حقیر کی رائے یہ ہے کہ:

لاؤڈ اسپیکر پر نماز جائز و درست ہے

البتہ اس کیلئے درج ذیل امور کا لحاظ ضروری ہے۔

(۱) بوقتِ حاجت ہی لاؤڈ اسپیکر استعمال کریں تاکہ بلاوجہ علمائے محتاطین کا خلاف نہ لازم آئے ——— جہاں اس کے استعمال کے لئے لوگوں کا اصرار ہو، نیز جماعت اتنی کثیر ہو کہ پیچھے کے مقتدیوں تک امام کی آواز نہ پہونچ سکے جیسے بڑی مسلم آبادیوں میں جمعہ، عیدین اور شبینہ کی نمازوں میں یہ منظر دیکھا جاتا ہے تو استعمال کی حاجت ہے۔

(۲) مناسب مقامات پر مکبرین کا انتظام رکھا جائے تاکہ درمیان نماز کسی بھی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر کے کام نہ کرنے کی صورت میں وہ تبلیغ کا کام انجام دیں ———

(۳) لاؤڈ اسپیکر عمدہ قسم کا ہو جو خود امام کی آواز کو کھینچ لے ورنہ امام کے آواز ڈالنے کی صورت میں منافی نماز فعل میں اشتغال ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ جیبی لاؤڈ اسپیکر

---

[1] فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۳۲۳، نیز ص ۳۴۹ سنی دارالاشاعت مبارکپور۔

[2] غنیہ ص ۴۹۳۔

استعمال کریں، اور نماز سے پہلے ہی اسے جانچ کر اچھی طرح درست کرلیں۔

(۴) اس کا کنکشن بجلی سے نہ ہو بلکہ بیٹری سے ہو تاکہ درمیان نماز بجلی کے چلے جانے سے فسادِ نماز کا شبہہ نہ رہے۔

(۵) آواز اتنی بلند نہ کریں کہ مسجد کے باہر بھی صاف سنائی دے اور نہ اتنی پست رکھیں کہ دور کے نمازی سن ہی نہ سکیں بلکہ دونوں کے درمیان رہنی چاہئے۔ بہتر یہ ہے کہ ہارن (HORN) کے بجائے ساؤنڈ بکس (SOUND.BOX) استعمال کریں۔ قال تعالیٰ: وَلَا تَجْھَرْ بِصَلٰوتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِھَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا۔

میری منتہائے نگارش یہی ہے

فَاِنْ یَّکُ صَوَابًا، فَمِنَ اللہِ وَاِنْ یَّکُ خَطَأً فَمِنِّیْ وَمِنَ الشَّیْطَانِ وَاللہُ وَرَسُوْلُہٗ بَرِیْئَانِ۔ امام احمد رضا قدس سرہ کے الفاظ میں:

اس رسالہ میں جو کچھ ہے، جُھْدُ الْمُقِلّ ہے یعنی ایک بے نوا محتاج کی اپنی طاقت بھر کوشش۔ اگر حق ہے تو محض میرے مولیٰ، پھر اس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے، اور اسی کے وجہ کریم کے لئے حمد۔ اور اس کے فضل سے امید ہے کہ ان شاء اللہ حق ہے۔

اور اگر یہاں شاید علمِ الٰہی میں کوئی دقیقہ ایسا ہے جس تک نہ میری نظر پہونچی نہ علمائے کرام کی۔ تو میں اپنے رب عزوجل کی طرف انابت کرتا، اور ہر مسئلے میں اس پر اعتقاد رکھتا ہوں جو اس کے نزدیک حق ہے۔

وَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ اَبُوْنَا اٰدَمُ عَلٰی نَبِیِّنَا الْکَرِیْمِ، وَعَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْمِ: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ، وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ، وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ۔ (فتاوی رضویہ ص ۲۲۹ ج ۷)

خلاصۂ مُباحثہ

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ ؛ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ نَبِیِّہٖ ؛ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ ؛ وَجُنْدِہٖ وَحِزْبِہٖ ؛

گزشتہ اوراق میں جن دلائل سے لاؤڈ اسپیکر پر جوازِ اقتدار کا ثبوت فراہم کیا گیا ہے عصر حاضر کے بعض محققین نے اپنے ایک تحقیقی مقالے میں انھیں مختلف حیثیتوں سے ساقط الاعتبار ٹھہرانے کی کوشش کی ہے۔ اس بے مایہ نے ان کے اشکالات کے حل اور ایرادات کے جواب میں کچھ خامہ فرسائی کی تو محقق موصوف نے بڑی عرق ریزی و دماغ سوزی کے ساتھ اس کا بھی جواب تحریر فرما دیا اور ہماری ساری کاوشوں کو ناقابلِ اعتنا گردانتے ہوئے یہ ثابت کر دکھایا کہ ان کے اشکال لاینحل اور ایراد لاجواب ہیں۔

ہم یہاں ان مباحث کے حشو و زوائد کو حذف کر کے ان کا خلاصہ اپنے جواب کے اضافے کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ علمائے کرام دلائلِ جواز میں غور کرتے وقت اس مُباحثے کو بھی سامنے رکھیں پھر اپنے تازہ نکات وافاضات اور اس مباحثے کی روشنی میں اطمینانِ قلب کے ساتھ کوئی فیصلہ صادر فرمائیں ؎

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی ⁂ اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے
اہلِ نظر سے ہو مجھے پرخاش کا خیال ⁂ یہ تاب، یہ مجال، یہ طاقت نہیں مجھے

(واضح ہو کہ ہم اپنے کرم فرما مجیب کو "مقالہ نگار، فاضل محقق، و مجیب لبیب" کے الفاظ سے خطاب کریں گے۔)

آواز کی غیریت پر محققِ عصر کا سائنس کی صراحت سے استدلال اور جواب

مقالہ نگار نے اپنی دونوں تحریروں میں یہ ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے کہ

لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز بولنے والے کی اصل آواز نہیں ہے، بلکہ وہ خود ہارن کے پردے کی آواز ہے چنانچہ رقمطراز ہیں:

"کیفیتِ تشکّلی جسے آواز کہتے ہیں اس کا سلسلہ دہنِ متکلم سے شروع ہو کر مائک کے پردے پر ختم ہو جاتا ہے، پھر وہاں سے بجلی کے جھٹکے اور ان جھٹکوں سے مقناطیسی اثر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے بعد ہارن کے پردے میں کیفیتِ تشکّلی پیدا ہوتی ہے۔ مائک اور ہارن کے مابین نہ کوئی لچکیلی سطح ہے، نہ کوئی آواز۔ فقط بجلی رواں ہے جو بولنے سے پہلے بھی تھی اور بعد میں بھی رہتی ہے البتہ اس بجلی کے جھٹکے الگ الگ ہیں، مگر یہ جھٹکے مائک کے پردے کی آواز جیسے نہیں کہ انھیں بعینہٖ متکلم کی آواز کہیں"

"لاؤڈ اسپیکر کا اصولِ ایجاد بتاتا ہے کہ آواز مائک کے ڈائیفرام میں مختلف درجے کا ارتعاش پیدا کر کے ختم ہو جاتی ہے —— لاؤڈ اسپیکر کے ترکیبی اجزار کے اعمال سے صاف ظاہر ہے کہ اب سنی جانے والی آواز نئی آواز ہے جو آہنی لچک دار پردہ کے ارتعاش سے ہوا میں پیدا ہوئی"

"ہارن کے پردے میں ارتعاش کی وجہ سے آواز پیدا ہوئی جو آواز خود اس پردے کی ہوتی ہے متکلم کی نہیں"

یہ صحیح ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے نظام میں صوتی ارتعاش برقی رَو کے ارتعاش میں تبدیل ہو جاتا ہے لیکن جیسا کہ ہم آغازِ کتاب میں سائنس جدید کے نقطۂ نظر، نیز شرعی قواعد اور آواز کے ضابطۂ انتساب سے واضح کر آئے ہیں وہ آواز متکلم ہی کی پہلی آواز ہوتی ہے میں نے اس بات کی تحقیق کے لئے کئی ایک علمائے سائنس سے گفتگو کی مگر کسی بھی عالم نے یہ سنا گوارہ نہ کیا کہ آواز پردۂ مائک پر ختم ہو جاتی ہے سب اسے پہلی آواز قرار دیتے ہیں[1] اور کیوں نہ قرار دیں جب کہ بے واسطۂ آلہ مسموع آواز بھی برقی توانائی میں

---

[1] سوائے ایک سائنس داں کے جنھوں نے ابھی حال ہی میں اس کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی ۱۲ ن

تبدیل ہوتی ہے نیز آواز کی ساری خصوصیات برقی ارتعاش میں پنہاں ہوتی ہیں۔ ورنہ سوچنے کی بات ہے کہ۔

(۱) قابلِ شناخت انسانی آواز

جب آواز مائک کے پردے پر ختم ہوجاتی ہے اور اس کے بعد ہارن تک آواز نام کی کوئی چیز نہیں رہتی، صرف بجلی کے الگ الگ جھٹکے ہوتے ہیں تو دوبارہ اسی بولنے والے انسان کی قابلِ شناخت آواز کیسے پیدا ہوجاتی ہے؟ آواز ختم ہوجانے کے بعد بجلی میں اسکے جیسے جھٹکے بھی نہیں رہے تو انسان کے کلام کا کوئی اثر باقی نہ رہا اس لئے بجلی کے ان جھٹکوں سے صرف ایک طرح کی بے معنی آواز پیدا ہونا چاہیئے، جیسے ڈھول پر ہاتھ مارنے اور ہارمونیم کا بٹن دبانے سے یکساں آواز پیدا ہوتی ہے۔ یہاں بٹن دبانے سے تاروں میں بس ایک حرکت ہوجاتی ہے جس کا کلام سے کوئی تعلق نہیں رہتا، اسی طرح سے تار کے اندر رواں بجلی میں بھی بس ایک حرکت ہوگئی ہے اور کلام سے اس کا قطعی کوئی علاقہ نہیں اس لئے لاؤڈ اسپیکر سے بس ”گھوں، گھاں“ یا اسی کے جیسی کوئی بے تکی آواز نکلنی چاہیئے۔

(۲) جماد سے کلام کا صدور محال ہے

علاوہ ازیں یہ بات مسلمات سے ہے کہ نطق، یا کلام خدائے پاک کے ناطق بندوں کے ساتھ خاص ہے اور جمادات سے اس کا وقوع خرقِ عادت ومحال ہے۔ معجزہ اور کرامت کے طور پر خلافِ فطرت جمادات سے نطق وکلام کا امکانِ وقوع تو پایا جاتا ہے (جیسا کہ ابوجہل کی مٹھی میں کنکریوں کا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اعجاز سے کلمہ پڑھنا) لیکن بغیر معجزہ وکرامت کے اس کا امکانِ وقوع غیر متصور ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

”قدرت کاملہ نے کلام کو اپنے ناطق بندوں سے خاص کیا ہے (۱) اور وہ (اشکال حرفیہ) تحریکِ غیر ناطق سے ناممکن ہیں“ (۲)

---

(۱) فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۱۲۔ (۲) فتاویٰ رضویہ ص ۱۲ ج ۱ النصف آخر رسالہ کشف شافیا۔

بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ

اب مقام غور ہے کہ جب ”آواز کا سلسلہ ذہنِ متکلم سے شروع ہو کر مائک کے پردے پر ختم ہوجاتا ہے“ تو لاؤڈ اسپیکر سے کلمات وحروف پر مشتمل انسان کے جیسی آواز کیسے سنائی دیتی ہے؟ وہ بھی اسی انسان کے جیسی جس نے کلام کیا ہے، وہ بھی ٹھیک اسی وقت کی آواز، جس وقت اس کی زبان سے الفاظ ادا ہوئے ہیں، پھر وہی مخصوص الفاظ وکلمات جو اس نے کہے ہیں۔ یعنی ان میں کہیں سے بھی ذرہ برابر کوئی فرق نہیں محسوس ہوتا۔

آخر جب لاؤڈ اسپیکر ایک جماد ہے اور جماد کی تحریک سے کلام (اشکال حرفیہ) خرقِ عادت، ما فوق الفطرت اور ناممکن ومحال ہے تو پھر اس سے کلام کا حیرت انگیز وتعجب خیز کرشمہ یہ ساری دنیا شب وروز کیا مشاہدہ کر رہی ہے؟ کیا پوری دنیا کے کانوں پر کسی ساحر نے جادو کر دیا ہے؟

اگر ایسا ہے تو کوئی بات نہیں، ورنہ تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ آواز یقینی طور پر متکلم کی عین آواز ہے۔

ان معروضات میں سے پہلے کی طرف مجیب لبیب نے کوئی توجہ نہ فرمائی البتہ دوسرے معروضہ پر تین نقض وارد کئے جو ذیل میں جواب کے ساتھ درج ہیں۔

پہلا نقض اور جواب

”خود باری تعالیٰ کیسے کلام فرماتا ہے جب کہ یہ ناطق بندوں کے ساتھ خاص ہے“

(۱) عرض ہے کہ اس مقام پر میری، بلکہ خود اعلیحضرت علیہ الرحمہ کی فکر کا دائرہ مخلوقات ومشاہدات تک محدود ہے۔ میں مجیب کی پروازِ فکر کی داد دیتا ہوں کہ غیب الغیب خالق

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔

انتباہ بعض پرندوں مثلاً طوطا، مینا کو خدائے پاک نے اس وصف سے نوازا ہے کہ وہ انسانوں سے سیکھ کر انھیں کے جیسی بولی بولیں، کچھ کلمات وحروف اپنی زبان سے کہہ سکیں جیسا کہ عام طور سے اسکا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو پرندے بھی گو کہ غیر ناطق اور ناآشنائے گفتار ہیں تاہم طوطا و مینا جیسے بعض نقال پرندوں کے چند کلمات اور دو چار جملے عادت یا نظامِ فطرت کے منافی نہیں ہیں بلکہ اسکے موافق ومطابق ہیں اسلئے ایسے پرندوں کے کلام سے اس حقیقت پر کہ ”کلام، خدا کے ناطق بندوں کے ساتھ خاص ہے“ کوئی اثر نہ پڑے گا کیونکہ انکے کلام اس خصوص سے مستثنیٰ ہیں۔ ۱۲ن

تک اس کی رسائی ہوگئی۔ سچ ہے ؎

رسائی اہل دل کی ہے جہاں تک
خرد والے نہ پہونچیں گے وہاں تک

مخلوقات پر خالق کا، اور مشاہدات پر غیب الغیب کا قیاس فاضل محقق کی شانِ علم کے قطعی مناسب نہیں شرح عقائد میں ہے قِيَاسُ الْغَائِبِ عَلَى الشَّاهِدِ فَاسِدٌ۔ (۱)

(ب) کہتے ہیں "کاتب" انسان کا خاصہ ہے تو کیا اس پر یہ اعتراض بجا ہوگا کہ فرشتے کیسے کتابت کرتے ہیں —— دیکھئے خاصہ دو طرح کا ہوتا ہے حقیقی و اضافی۔ کاتب و ناطق والے مسئلہ میں خاصہ اضافی مراد ہے جو محتاج بیان نہیں اور خاصہ اضافی پر اس طرح سے اعتراض نہیں کئے جاتے "وَاعْلَمْ أَنَّ الْخَاصَّةَ قَدْ تُطْلَقُ عَلَى مَعْنًى آخَرَ وَهُوَ مَا يَخْتَصُّ بِالشَّيْءِ بِالْقِيَاسِ إِلَى بَعْضِ مَا يُغَايِرُهُ وَتُسَمَّى إِضَافِيَّةً فَالْمَاشِي خَاصَّةٌ لِلْإِنْسَانِ بِالْقِيَاسِ إِلَى الشَّجَرِ اھ (شرح مرقاۃ۔ للفاضل الأكمل العلامة محمد عبد الحق الخيرابادی قدس سرہٗ۔ شیخ الاسلام اکادمی پاکستان)

(ج) بلکہ اگر دقت نظر سے کام لیا جائے تو واضح ہوگا کہ یہ خاصہ واقع میں خاصہ حقیقی ہے۔ بلاشبہہ خدائے پاک کلام فرماتا ہے، اور بندہ بھی کلام کرتا ہے مگر دونوں میں بڑا فرق ہے اللہ عزوجل کا کلام اس کی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے، وہ حروف و اصوات و تحرکِ آلات سے پاک، ازلی و قدیم ہے لیکن اس کے برخلاف بندے کا کلام حروف و اصوات کا مجموعہ، تحرکِ آلات (دہن و گلو) کا نتیجہ، حادث، غیر قدیم ہے نیز وہ بندے کی صفت نہیں ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہو۔ بندے کی صفت تو ایجادِ کلام ہے اور اسی لحاظ سے کوئی کلام اس کی طرف منسوب بھی ہوتا ہے جیسا کہ یہ معترض کو بھی تسلیم ہے ؎ تو بندے کا کلام بلاشبہہ اس کا خاصہ حقیقی ہے جس سے خدائے برتر و توانا کی

(۱) شرح العقائد النسفية ص ۵۹ مطلبٌ فی رؤيةِ الباری تعالی۔

؎ بلکہ متکلم کی طرف بحسب الایجاد انتساب کلام کا نکتہ خود انھیں کا پیش کردہ ہے ۱۲ ن

شان منزہ و بالاتر ہے —— اور باری تعالیٰ کا کلام اس کا خاصہ حقیقی (صفت) ہے جس کا صدور بندوں سے یقیناً محال و ناممکن ہے —— امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جس کلام کو ناطق بندوں کے ساتھ خاص بتایا ہے اس سے یہی کلام حادث، غیر قدیم مراد ہے تو پھر اس پر اس ذات جامعِ کمالات سے اعتراض کرنا کیسے بجا ہوگا جس کی شان یہ ہے۔

هو مُتَكَلِّمٌ بِكَلَامٍ هُوَ صِفَةٌ لَهُ، أَزَلِيَّةٌ ضَرُورَةَ امْتِنَاعِ قِيَامِ الْحَوَادِثِ بِذَاتِهِ تَعَالَى لَيْسَ مِنْ جِنْسِ الْحُرُوفِ وَالْأَصْوَاتِ ضَرُورَةَ أَنَّهَا أَعْرَاضٌ حَادِثَةٌ مَشْرُوطٌ حُدُوثُ بَعْضِهَا بِانْقِضَاءِ الْبَعْضِ اھ (شرح العقائد ص ۴۷ مکتبہ رشیدیہ دہلی۔ ص ۵۵ کتب خانہ امدادیہ) أَنَّهُ مُتَكَلِّمٌ بِكَلَامٍ قَدِيمٍ قَائِمٍ بِذَاتِهِ "وَالْمُتَكَلِّمُ الْمَوْصُوفُ بِالْكَلَامِ" لُغَةً هُوَ مَنْ قَامَ الْكَلَامُ بِنَفْسِهِ، لَا مَنْ أَوْجَدَ الْحُرُوفَ فِي غَيْرِهِ فَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الْمُعْتَزِلَةُ مِنْ أَنَّ التَّكَلُّمَ فِي حَقِّهِ تَعَالَى إِيجَادُ الْحُرُوفِ وَالْأَصْوَاتِ فِي جِسْمٍ مُخَالَفَةٌ لِلُّغَةِ مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ الخ

(المعتقد المنتقد ۳۷ - مکتبہ ایشیق ترکی)

یہ اعتراض اللہ عزوجل کے کلام لفظی کا سہارا لے کر بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اولاً: امام احمد رضا قدس سرہ کلام الٰہی میں نفسی و لفظی کی تقسیم کے قائل نہیں وہ اس باب میں امام اعظم ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ مسلک اسلم اختیار کرتے ہیں کہ اُس یگانہ بے ہمتا کا ایک ہی کلام ہے جو اس کی صفت ہے وہی مقرو، و مسموع ہوتا ہے اور وہی مکتوب و محفوظ۔ (۱)

(۱) قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ رِضَا قُدِّسَ سِرُّهُ: اَلْحَقُّ عِنْدَنَا أَنَّ التَّنْوِيعَ إِلَى النَّفْسِيِّ وَاللَّفْظِيِّ إِنَّمَا مَالَ إِلَيْهِ الْمُتَأَخِّرُونَ إِفْحَامًا لِلْمُعْتَزِلَةِ أَوْ تَفْهِيمًا لِلْعُقُولِ السَّافِلَةِ كَمَا اخْتَارُوا فِي الْمُتَشَابِهَاتِ مَسْلَكَ التَّأْوِيلِ وَإِنَّمَا الْمَذْهَبُ وَمَا عَلَيْهِ أَئِمَّةُ السَّلَفِ أَنَّ كَلَامَ اللّٰهِ تَعَالَى وَاحِدٌ لَا تَعَدُّدَ فِيهِ أَصْلًا لَمْ يَنْفَصِلْ وَلَنْ يَنْفَصِلَ عَنِ الرَّحْمٰنِ وَلَمْ يَحُلَّ فِي قَلْبٍ وَلَا لِسَانٍ، وَلَا أَوْرَاقٍ وَلَا آذَانٍ الخ (المستند المعتمد حاشية المعتقد المنتقد ص ۳۶ -

بقیہ بر صفحہ آئندہ۔

ثانیاً: اللہ عزوجل کی طرف کلام لفظی کا انتساب اس لحاظ سے ہوتا ہے کہ وہ اس کلام کا خالق ہے اور اس خلق میں بندے کے کسب کا کوئی دخل نہیں اور جو کلام بندے کے ساتھ خاص ہے اس سے مراد وہ کلام ہے جس کا خلق "کسبِ عبد" کے توسط سے ہوتا ہے تو اس لحاظ سے بھی اس خاصہ پر کلامِ الٰہی سے اعتراض بیجا ہے۔ أَلتَّحقِيقُ أَنَّ كَلَامَ اللهِ تَعَالىٰ إِسْمٌ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْكَلَامِ النَّفْسِيِّ الْقَدِيْمِ۔ وَمَعْنَى الْإِضَافَةِ (أى إضافة الكلام إلى الله سبحانه = نبراس) كونُهُ صفةً لَهُ۔ وَبَيْنَ اللَّفْظِيِّ الحَادِثِ الْمُؤَلَّفِ مِنَ السُّوَرِ وَالْأيَاتِ وَمَعْنَى الْإِضَافَةِ أَنَّهُ مَخْلُوقُ اللهِ تَعَالىٰ لَيْسَ مِنْ تَالِيفَاتِ الْمَخْلُوقِيْنَ اھ (شرح العقائد ص ۴۹ مکتبہ رشیدیہ دھلی ص ۶۱ کتب خانہ امدادیہ۔)

إن قلت: خَالِقُ أَفْعَالِ الْعِبَادِ هُوَالْحَقُّ سُبْحَانَهُ فَيَصِحُّ أَنْ يُسمّٰى كَلَامُ زَيْدٍ "بِكَلَامِ اللهِ" وَهُوَبَاطِلٌ۔؟ قُلْتُ: أَرَادَ أَنَّهُ مَخْلُوقُ اللهِ تَعَالىٰ بلا توسط كَاسِبٍ مِّنَ الْمَخْلُوقِيْنَ إِمَّا بِإِيْجَادِ الصَّوتِ حَتّٰى يَسْمَعَهُ الْمَلَكُ أَوِ الرَّسُوْلُ، وَإِمَّا بِخَلْقِ الْحُرُوفِ فِى لِسَانِهٖ بِلَا اخْتِيَارِهٖ۔ أَمَّا كَلَامُ زَيْدٍ فَلَيْسَ كَذٰلِكَ اھ (النبراس شرحُ شرحِ العقائد ص ۲۳۱ شاہ عبد الحق اکیڈمی پاکستان)

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ خدائے پاک کا کلام خواہ نفسی ہو یا لفظی۔ اس سے اس امر پر کہ "کلام ناطق بندوں کے ساتھ خاص ہے" قطعی کوئی اعتراض نہیں وارد ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ سراج الأئمہ کاشف الغمہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باب میں یہ جادۂ اسلم اختیار کیا۔ وَيَتَكَلَّمُ۔ لَا كَكَلَامِنَا، وَنَحْنُ نَتَكَلَّمُ بِالْآلَاتِ وَالْحُرُوفِ وَاللهُ تَعَالىٰ مُتَكَلِّمٌ بِلَا اٰلَةٍ وَّلَاحَرْفٍ وَالْحُرُوفُ مَخْلُوقَةٌ وَكَلَامُ اللهِ تَعَالىٰ غَيْرُ مَخْلُوقٍ اھ[1]

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مکتبہ حامدیہ لاھور۔ أیضاً فتاوی رضویہ ج ۱۰۔ النصف الأخیر۔ رسالہ الکشف شافیا ص ۱۹، ۲۰۔ أیضا فواتح الرحموت ج ۲ ص ۷۔ مع المستصفیٰ۔

(۱) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ج ۲ ص ۶، ۷ مطبع پاکستان۔ بحوالہ فقہ اکبر۔

دوسرا نقض اور جواب

"لاؤڈ اسپیکر سے کلام واقع نہیں بلکہ اس کے مشابہ آواز پیدا ہوتی ہے"

یہی تو میرا بھی کہنا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے کلام واقع نہیں کہ وہ بیچارہ ایک جماد ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے کلامِ متکلم کے مشابہ، بلکہ قابلِ شناخت آواز کیسے پیدا ہوتی ہے جب کہ پردۂ مائک پر آواز کے ختم ہونے کے بعد ہارن تک آواز نام کی کوئی چیز نہیں رہتی۔؟ اور آخر کلامِ متکلم کے مشابہ وہ آواز کس کی ہے۔ متکلم کی ہے، یا لاؤڈ اسپیکر کی، یا دونوں کے غیر کی۔؟

آخری احتمال تو آپ کے اس قول سے باطل ہے کہ "آواز پردۂ ہارن کے ارتعاش سے پیدا ہوتی ہے اور ارتعاش جس کا ہوگا اسی کی آواز قرار پائے گی"۔۔۔ اب دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں۔ اول ہو تو وہی میرا مطلوب ہے ثانی ہو تو استحالہ موجود، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْوَدُوْدِ۔۔۔ علاوہ ازیں اس حقیقت سے مجیب کو بھی انکار نہ ہوگا کہ لاؤڈ اسپیکر سے کلمات وحروف پر مشتمل آواز مسموع ہوتی ہے اور امام احمد رضا قدس سرہٗ کی صراحت کے مطابق غیر ناطق سے اشکالِ حرفیہ کا صدور بھی ناممکن ہے، عبارت یہ ہے:

"صدمۂ جبل نے ہوائے اول کو روک لیا۔۔۔ اور وہ تشکل جاتا رہا تو اب اگر (ہوا) کسی محرک سے پلٹے گی بھی، اشکالِ حرفیہ کہاں سے لائیگی، کہ وہ تحریکِ غیر ناطق سے ناممکن ہیں"

(فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصفِ آخر ص ۲۱ رسالہ کشفِ شافیا)

تیسرا نقض اور جواب

اس نقض کا خلاصہ یہ ہے کہ۔۔۔ "آلات واسباب بہم پہونچ جانے کے بعد محالِ عادی محال نہیں رہتا اور لاؤڈ اسپیکر میں کلام پیدا کرنے کے آلات واسباب موجود ہیں اس لئے اس سے کلام کا صدور محال نہ رہا"

تو پھر اس کا تقاضا یہ ہے کہ کسی بھی ذریعہ سے پردۂ ہارن میں جب ارتعاش پیدا کر دیا جائے تو اس سے کلام کا صدور ہونے لگے حالانکہ ہاتھ کی تھپکی اور پھونک کی

زد وغیرہ سے اس میں جو ارتعاش پیدا ہوتا ہے اس سے کلام مسموع نہیں ہوتا۔

غور فرمائیے انسانی کلام کی آواز ہو، یا پھونک کی زد کی۔ بلبل کی نغمگی یا گدھے کی چیخ کی۔ بجلی کے کڑک، یا بادل کے گرج کی۔ بہرحال آواز مائک کے پردہ پر ختم ہو گئی اور اس کے بعد ہارن تک آواز نام کی کوئی چیز نہ رہی۔ ہاں بجلی کے کچھ جھٹکے ہیں لیکن وہ بھی آواز کے جیسے نہیں الغرض ہارن تک کسی بھی آواز کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اب بجلی کے جھٹکے سے پردۂ ہارن میں ارتعاش پیدا ہو رہا ہے یعنی اس کے متکلم ہونے کے تمام اسباب مُہیا ہو گئے تو پھر لازم ہو گیا کہ وہ بولے، اس سے کلام کا صدور ہو کیونکہ جن آلات واسباب کے فقدان کے باعث اس سے تکلم محال تھا وہ فقدان نہ رہا، یہاں تو سارے آلات واسباب فراہم ہیں لیکن ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ وہ کبھی گدھے کی طرح چیختا ہے، کبھی بجلی کی طرح کڑکتا، اور بادل کی طرح گرجتا ہے، کبھی وہ بلبل کی سی نواسنجی بھی کرتا ہے اور انسان کے جیسا کلام بھی۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے — ؟ وہ کیسا متکلم ہے کہ جب تک انسان بولتا ہے اسی وقت تک وہ بھی بولتا ہے اور اسی کے انداز میں بولتا ہے مخارجِ حروف کی ادائیگی، جہر وسر، شدّت و رخوہ، اتار چڑھاؤ، سلاست، لکنت وغیرہ تمام اوصاف میں ہُو بہو اسی انسان کی موافقت کرتا ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ دونوں کی ادائیگی میں ایک لمحہ اور ایک آن کی بھی تاخیر نہیں ہونے پاتی۔ ؟ اس کے متکلم ہونے کا حال تو جب کھلتا کہ بجلی کڑکتی تو بھی بولتا، تھپکی پڑتی تو بھی بولتا، اور پھونک کی زد پر بھی کلام کرتا — لیکن ایسا نہیں۔

دیکھئے بات وہی ہے جو پروفیسر اسرار احمد نے کہی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر آواز کو صرف پست سے بلند کر دیتا ہے اور آواز کی ساری خصوصیات جو پہلے ذراتِ ہوا کے ارتعاش میں پنہاں تھیں بعد میں برقی رو کے ارتعاش میں پنہاں ہو جاتی ہیں اس لئے جب ہارن کا پردہ مُرتعش ہوتا ہے تو جس کی جیسی آواز ہوتی ہے ویسی ہی مسموع ہوتی ہے البتہ پہلے سے زیادہ بلند ہوتی ہے۔

ایک سوال کا جواب

اس بحث کے اخیر میں ہمارے محترم مجیب لکھتے ہیں:

"خود تنقید نگار کو یہ اعتراف ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے گھوں گھاں کی آواز نکل سکتی ہے جب ایسا ہے تو آلات کے ذریعہ ضَ، رَ، بَ کے سُر بھی ضرور نکل سکتے ہیں۔ اب اگر تینوں سر بڑی تیزی کے ساتھ آپس میں مل جائیں تو کیا ضَرَبَ کا لفظ مسموع نہ ہوگا؟"

ضرور مسموع ہوگا، اور یقیناً اس کی بے تُکی آوازوں سے ضَ، رَ، بَ کے سُر بھی نکل سکتے ہیں لیکن ایسے سُر اور الفاظ ڈھول اور تاشے وغیرہ سے بھی مسموع ہو سکتے ہیں تو کیا اس کی وجہ سے یہ آلات قادر الکلام ہو جائیں گے — ؟

دیکھئے آلات کی آوازیں اتفاقیہ کلمات وحروف کی شکل اختیار کر لیتی ہیں، یہ ان کے لئے لازم نہیں ہے اور جس وقت خطیب لاؤڈ اسپیکر پر تقریر کرتا ہے تو اسکے تمام تر کلمات کی آواز کا "کلمات" ہونا لازم ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کے کلمات کبھی بے تکی آواز مثلاً گھوں گھاں وغیرہ ہو جائیں — نیز آلات کی آوازوں سے جو بسا اوقات کلمات مفہوم ہوتے ہیں وہ متعین کلمات نہیں ہوتے ہر شخص عموماً اپنے تصور کے مطابق اسے ایک الگ کلمہ سمجھتا ہے یعنی ایک ہی آواز کوئی شخص اپنے تصور کے مطابق ضَرَبَ سنتا ہے تو دوسرا نَصَرَ۔ لیکن آلۂ مکبر الصوت پر جب انسان بولتا ہے تو اس سے ہر کلمہ متعین طور پر مفہوم ہوتا ہے یعنی کسی کے ذہنی تصور سے ضَرَبَ کا لفظ نَصَرَ نہیں ہو جاتا۔ تو معلوم ہوا کہ بغیر انسان کے بولے آلات کی آوازوں کا بسا اوقات اتفاقیہ کلمات و حروف ہو جانا اور بات ہے اور انسان کے بولنے کی صورت میں لاؤڈ اسپیکر سے لازمی طور پر متعین کلمات کا ادا ہونا اور بات — اگر غیر انسان کے بولنے یا حرکت کرنے کی صورت میں بھی لاؤڈ اسپیکر کی آواز لزوماً متعین ومعہود کلمات وحروف ہی ہوتی تو انسان کے بولنے کی تقدیر پر بھی یہ کہا جا سکتا کہ یہ لاؤڈ اسپیکر کا کلام ہے لیکن یہ تو سرتاسر خلافِ واقعہ ہے اس لئے انسان کے بولنے کی صورت میں جب لاؤڈ اسپیکر

سے بطور لزوم کلمات ہی مسموع ہوتے ہیں تو وہ متکلم انسان ہی کے کلمات ہوئے، نہ کہ لاؤڈ اسپیکر کے۔

دلچسپ تمثیل مقالہ نگار نے اپنا یہ مقصود کہ "مائک کے پردے پر ہی آواز کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور ہارن کے پردے سے دوبارہ نئی آواز پیدا ہوتی ہے"، واضح کرنے کے لئے ایک تمثیل بھی پیش کی ہے اس کا ذکر بھی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ لہٰذا ملاحظہ ہو۔ رقمطراز ہیں:

"اس کی صورت بالکل ایسی ہے جیسے متکلم زید کی آواز مسلسل ہواؤں کے تموج سے عمرو کے سامعہ تک پہونچی اور سلسلہ ٹوٹ گیا لیکن عمرو کے حِسِ مشترک اور عقل کے ادراک کی راہوں سے وہ اس کی زبان تک پہونچی۔ اور زبان سے وہی کلام خارج ہو کر ایک تیسرے شخص خالد تک پہونچا۔ یہ دوسری آواز جو عمرو کے زبان سے نکلی نہ وہ پہلی آواز ہے، نہ اس کی صدا۔ بلکہ دونوں سے الگ یہ ایک اور آواز ہے اسی طرح لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز نہ پہلی آواز کی ادا ہے، نہ اس کی صدا، بلکہ دونوں سے بالکل جدا ہے"

لاؤڈ اسپیکر سے سنی ہوئی آواز بالکل عمرو کی آواز کی طرح کیسے ہے؟ —— عمرو تو ناطق، متحرک بالارادہ ہے اور لاؤڈ اسپیکر اس کے بالکل برعکس بے زبان ناآشنائے گفتار، اور مجبور و بے بس ہے۔ زید کی آواز کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد عمرو اپنے ارادہ واختیار سے اس آواز کی نقل کرتا ہے جبکہ لاؤڈ اسپیکر دھات کا ایک غیر ذی شعور آلہ ہے جس میں نہ نطق کی صلاحیت ہے، نہ از خود حرکت کی قوت۔ وہ آواز کے ختم ہونے پر اس کی نقل نہیں کر سکتا۔

دوسری دلیل پر بحث

کشفِ شافیا میں گراموفون کی آواز کو متکلم کی اصل آواز ثابت کیا گیا ہے اس سے استناد کا جواب مقالہ نگار نے تین طرح سے دیا ہے۔

مجیب کا پہلا جواب "نماز میں لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر انتقالات کو جائز کہنے والے امام احمد رضا قدس سرہٗ کے کلام سے سند لاتے ہیں کہ فونو ایک آلہ ہے اور اس سے بعینہٖ متکلم کی آواز مسموع ہے یہاں بھی یہی صورت ہے۔ لیکن یہ قیاس مع الفارق ہے فونو میں وہی کیفیتِ تشکلی (آواز) موجود ہے جو متکلم کے حلقوم وزبان کے قرع وقلع سے پیدا ہوئی تھی۔ ریکارڈ پر یہ کیفیتِ تشکلی محسوس ومُبصر ہے۔ اس کا سلسلہ کہیں پر منقطع نہیں لیکن لاؤڈ اسپیکر میں یہ بات نہیں"

لیکن کھلی ہوئی بات ہے کہ فونو میں وہ شکلِ خاص (آواز) ہرگز نہیں جو متکلم کے گلے وزبان کی تحریک سے ہوا میں پیدا ہوئی تھی کہ یہ آواز کُروی شکل میں پھیلتی ہے جبکہ فونو گراف کی پلیٹوں پر دائرہ نما خطوط ہوتے ہیں۔ اس کی تردید یوں کیگئی:

"جب کوئی آواز پیدا ہوتی ہے تو آواز کی لہریں آواز پیدا ہونے کی جگہ سے ایک کروی کھوکھلی کمیت میں چاروں طرف پھیل جاتی ہیں (علم الاصوات) خود اعلیحضرت بھی علامہ چلپی کا رد فرماتے ہوئے یہی فرماتے ہیں کہ کروی شکل میں آواز کی موجیں پھیلتی ہیں —— اور اگر آپ نہیں جانتے تو کسی علم المساحۃ کے ماہر سے معلوم کریں کہ کُرہ یا نصفِ کرہ

سے ٹھپہ اگر واقع ہو تو وہ دائرہ نما ہی ہوتا ہے "۔

مجھے حیرت ہے کہ ایک محقق نے یہ بات کیسے کہہ دی۔ شاید انھیں معلوم نہیں کہ گراموفون کی پلیٹوں پر آواز کا ٹھپہ نہیں پڑتا بلکہ سوئی کے ذریعہ اس کا ایک نشان بن جاتا ہے جسے میں نے "خط" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے بلکہ انھیں اپنے اصل مقالہ کی یہ بات ہی یاد نہ رہی کہ "ریکارڈ پر سوئی کے ذریعہ خراشیں ڈالی جاتی ہیں" ظاہر ہے کہ خراش اور چیز ہے، اور ٹھپہ اور چیز۔

اس کو یوں سمجھئے کہ مثلاً ہم نے کہا "نوید" تو اس کے تموج سے سوئی مرتعش ہوئی اور آواز کا تھوڑا سا نشان بن گیا۔ مثلاً یہ — جبکہ کرہ کا ٹھپہ پڑتا تو یوں ہوتا ◯ پہلی صورت میں اسی مختصر سے نشان (—) پر دوبارہ سوئی گھمانے سے نوید کا لفظ مسموع ہوگا، اور دوسری صورت میں یہی ایک لفظ سننے کے لئے پورے دائرے پر، بلکہ کئی ایک دائروں پر سوئی گھمانی پڑے گی جو بالکل خلافِ واقعہ ہے۔ چونکہ پلیٹ گول گھومتی ہے اس لئے خطوط بھی دائرہ نما ہو جاتے ہیں اگر ریکارڈ سیدھا چلتا تو نشان بھی سیدھا ہی بنتا۔ یہی وجہ ہے کہ ٹیپ کے فیتے میں دائرہ نہیں ہوتا۔

یہاں سے واضح ہوا کہ گراموفون کی پلیٹوں میں منہ سے نکلی ہوئی شکل خاص محفوظ نہیں رہتی بلکہ وہ نشان کی شکل میں بدل جاتی ہے پھر بھی وہ متکلم کی ہی اصل آواز ہوتی ہے اور نشان کی شکل میں وہی محسوس و مُعتبر مانی جاتی ہے لہٰذا اس پر لاؤڈ اسپیکر کا قیاس بجا و درست ہوا۔

علاوہ ازیں گراموفون پر لاؤڈ اسپیکر کا قیاس اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ دونوں "آلہ مطلقہ" ہونے میں مشترک ہیں اور یہی اشتراک قیاس کیلئے کافی ہے۔

مجیب کا دوسرا جواب

"موجودہ دور میں ریکارڈ پر سوئی کے ذریعہ خراشیں ڈالی جاتی ہیں پھر گراموفون میں ریکارڈ رکھ کر سوئی کے ذریعہ اس کی کاپیاں ہوا میں اتاری جاتی ہیں اس لئے یہ بھی بعینہ متکلم کی آواز نہیں۔ دورِ سابق میں فونوگراف میں یہ صورت نہ ہوتی تھی بلکہ اس کے اصول ایجاد اس سے الگ تھلگ تھے وہاں کاپیاں مسلسل ہوتی تھیں اس لئے فونوگراف کی آواز بعینہ متکلم کی آواز ہوتی تھی، یہاں وہ بات نہیں "۔

گراموفون کا اصولِ ایجاد

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے قدیم اور جدید گراموفون کے اصولِ ایجاد میں کوئی فرق نہیں ہاں مشین اور اس کے پرزوں میں ضرور تھوڑی بہت تبدیلیاں ہوئی ہیں مگر یہ تبدیلیاں ایسی نہیں ہیں جو آواز کی حقیقت پر اثر انداز ہوں۔ آئیے ہم سب سے پہلے یہی معلوم کریں کہ گراموفون کی ایجاد کس اصول پر ہوئی ہے — ؟

"گراموفون کا مُوجِد" تھامس ایڈیسن" تھا اس نے ہی بجلی کا بلب بھی ایجاد کیا تھا .... اس کی یہ ایجاد دراصل ٹیلی فون کے سلسلے میں تجربات کے دوران ہوئی ایک دفعہ وہ ٹیلی فون کے آلہ پر بول رہا تھا اس میں ایک سوئی لگی ہوئی تھی۔ اسے یہ محسوس ہوا کہ اس کے بولنے سے سوئی میں ارتعاش پیدا ہوا۔ اس چیز کو دیکھ کر اسکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر آواز کی لہریں کسی سوئی کو گھما سکیں اور اس کا نشان بنا لیا جائے تو اگر اسی نشان پر سوئی گھمائی جائے تو وہی آواز دوبارہ سنی جاسکے گی۔ اب اس نے ٹیلی فون پر "ہیلو" کہا، کہتے وقت اس نے سوئی پر سے تار برقی کا وزن کاغذ پر گزارا اور اس پر نشان بن گیا۔ جب اس نے اسی نشان پر سوئی کو دوبارہ گزارا تو اس میں سے وہی آواز نکلی اس طرح گراموفون کی ایجاد کی بنیاد پڑ گئی۔ اب ایڈیسن نے بہت سے تجربوں کے بعد ایسی مشین بنالی جس میں آواز ریکارڈ ہو جاتی تھی اور جب چاہتا وہ اس پر سوئی گھما کر وہی آواز پھر پیدا کر لیتا تھا اس نے اس مشین کا نام فونوگراف رکھا، اس کی یہ مشین بہت سادہ تھی، اس میں ایک تانبے کا بڑا سا بیلن تھا جسے ہاتھ سے گھمانا پڑتا تھا، اس پر ٹین کا ایک خول چڑھا ہوا تھا، اس میں ایک سوئی لگی ہوئی تھی، سوئی میں کپکپاہٹ پیدا کرنے کے لئے ایک قیف میں بولتے تھے۔ اس سے قیف کی ہوا میں لہریں پیدا ہوتیں،

اس سے ٹین ہلنے لگتا اور اس کی وجہ سے سوئی میں بھی حرکت ہوتی، اس کے ساتھ ساتھ بیلن گھومتا اس طرح اس پر آواز کی لہر کا نشان بن جاتا جب اس نشان پر بیلن دوبارہ گھمایا جاتا اور اس پر سوئی گزرتی تو اس میں پھر اسی قسم کی آواز پیدا ہوتی اور اس سے ہوا میں پھر اسی قسم کی لہریں پیدا ہوتیں جیسے پہلے ہوئی تھیں اس لئے اس سے آواز بھی پہلے جیسی نکلتی ——— اس کے بعد اس مشین کو زیادہ بہتر بنانے کے لئے تجربے ہونے لگے۔ پہلے موم لگا کر کاغذ پر نقش کیا جانے لگا، اس کے بعد لاکھ کی پلیٹ پر آواز کا ریکارڈ بنایا جانے لگا جو آج بھی استعمال ہوتا ہے اس کے ساتھ مشین میں بھی مختلف تبدیلیاں کی گئیں۔ ایک پرزہ ریکارڈ کو گھمانے کے لئے بنایا گیا۔ ایک آلہ رفتار قائم کرنے کے لئے بنایا گیا، آواز کو بڑھانے کے لئے بڑا سا بھونپو بھی اس میں لگایا جاتا تھا،، (۱)

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ قدیم وجدید فونوگراف کے اصول ایجاد میں کوئی فرق نہیں اور جیسے آج کے دور میں " ریکارڈ پر سوئی کے ذریعہ خراشیں ڈالی جاتی ہیں پھر گراموفون میں ریکارڈ رکھ کر سوئی کے ذریعہ اس کی کاپیاں ہوا میں اتاری جاتی ہیں " اسی طریقے سے اس کی ایجاد کے زمانے میں بھی آواز کو محفوظ کر کے نشر کیا جاتا تھا۔ بلکہ اسی طریقے پر سب سے پہلے آواز کو محفوظ کر کے دوبارہ سنا گیا تھا اس لئے قدیم وجدید گراموفون کے اصول ایجاد نیز ان کی آوازوں میں اصل وغیرہ کی تفریق محض بے جا ہے۔

ایک تمثیل مقالہ نگار۔ قدیم وجدید گراموفون میں فرق کو واضح کرنے کے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں:

" یہاں ایسا ہے کہ جیسے لوہے کی ایک چھڑی کا ایک سرا آگ میں اور دوسرا بارود کے ڈھیر میں رکھ دیا جائے تو جوں ہی اس چھڑی کے واسطے سے آگ کی حرارت بارود والے سرے پر پہونچے گی فوڑا وہاں آگ بھڑک اٹھے گی۔ یہاں ایسا نہیں کہ وہی آگ بھڑک اٹھی بلکہ یہ

(۱) ایجادات کی کہانی۔

دوسری آگ ہے جو بوجہ حرارت پیدا ہوئی ہے "

یہ مثال قدیم وجدید فونو کے اصولِ ایجاد میں فرق پر مبنی ہے اور جیسا کہ ابھی تفصیل سے واضح ہوا دونوں میں کوئی فرق نہیں لہٰذا یہ مثال بھی بے جا ہوئی۔

مجیب کا تیسرا جواب رقمطراز ہیں:

" بلا آلہ، یا بواسطہ آلہ مسموع آواز حقیقۃً آواز ہی ہے خواہ انسان کی پیدا کردہ ہو، یا آلہ سے پیدا کردہ ہو، یا صدائے بازگشت سے مسموع ہو۔

اس لئے جس آواز کا سننا حرام ہے وہ ہر حال میں حرام ہے خواہ وہ کسی صورت سے پیدا ہو، اور کسی طرح سے مسموع۔ اور جس آواز کا سننا مباح ہے وہ ہر حال میں مباح ہے۔ الغرض حرمت وحلت کا تعلق آواز حقیقی سے ہے اس میں اضافت اِلی المتکلم معتبر نہیں۔ لہٰذا دھوکہ نہ ہو کہ امام احمد رضا نے بواسطہ آلہ پیدا شدہ آواز پر احکام شرع صادر فرمائے ہیں۔ اس لئے لاؤڈ اسپیکر کی آواز متکلم ہی کی آواز ہے۔

نماز میں حقیقۃً آواز ہونا ہی کافی نہیں، بلکہ اس حقیقی آواز کا منجانبِ مصلی مسموع ہونا شرط ہے۔ "

قارئین کرام آپ کشفِ شافیا مکمل پڑھ لیجئے، پھر انصاف کیجئے کہ اس کی کسی بھی سطر، حرف، یا شوشے، نقطے سے کیا یہ اشارہ مل رہا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے اِضافت اِلی المتکلم کا اعتبار نہیں کیا ہے۔؟

اس کتاب کا تو موضوع ہی یہی ہے کہ۔

" آلہ سے مسموع آواز بولنے والے کی اصل آواز ہے "

اور پوری کتاب میں مختلف دلائل سے اسی کو ثابت کیا گیا ہے۔ اگر حکمِ شرعی کے نفاذ کے لئے "متکلم کی طرف نسبت" معتبر نہ ہوتی تو اس کے اثبات کے لئے ایک مبسوط رسالے کی تصنیف کی کیا حاجت تھی، کیا مجددِ اسلام نے ایک لغو وعبث کام میں اپنے وقتِ عزیز کو ضائع کیا ۔۔ ؟

میں نے اپنے استدلال میں کشفِ شافیا کے اخیر سے جو "خلاصۂ حکم" نقل کیا ہے اس سے بھی یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ امام ممدوح نے آلے سے مسموع آواز کو متکلم کی اصل آواز قرار دے کر اس پر حکمِ شرعی صادر کیا ہے۔

اور حضرت ممدوح نے جو یہ ارقام فرمایا :

"بالجملہ کوئی شک نہیں کہ جو کچھ فونو سے سنی گئی بعینہٖ وہی طبلہ کی آواز ہے،
اسی کو شرع نے حرام فرمایا تھا، اور اُسے خیال ومثال کہنا محض بے اصل خیال تھا۔
اور بفرضِ غلط ایسا ہوتا بھی، تو مُجوِّز کے لئے کیا باعثِ خوشی تھا۔
شرعِ مُطہر نے اس نوعِ آواز کو حرام فرمایا ہے بلکہ تشخصِ تموّج، تشخصِ تشکل،
تشخص طبلہ کسی کو بھی اس میں دخل نہیں "(۱)

اس سے یہ دھوکہ نہ ہو کہ سماعِ آواز کے جائز وناجائز ہونے میں اضافت اِلیَ المتکلم کا اعتبار نہیں ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ

(۱) آلے سے مسموع آواز بعینہٖ بولنے والے کی آواز ہے اور اسے نقلی آواز کہنا غلط وبے بنیاد ہے۔ (۲) اور اگر بفرضِ غلط یہ آواز نقلی ہو تو بھی حرام آواز کا سننا حرام ہی رہیگا کہ شرعِ مطہر نے اس نوعِ آواز کو حرام فرمایا ہے۔

میں امرِ ثانی کا انکار نہیں کرتا، یہ بلاشبہ حق وبجا ہے لیکن اس سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ بواسطۂ آلہ مسموع آواز متکلم کی آواز نہیں ہے، یا اِضافت اِلی المتکلم کا اعتبار نہیں ہے؟ اس سے تو بطورِ اَولویّت اس اضافت کا معتبر ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ مثلاً

---

(۱) فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اخیر ص ۱۰۷، س ۱۱ - رسالہ الکشفُ شافیا۔

جب صنفِ نازک کی "نوعِ آواز" کو سننا حرام ہے گو کہ وہ اس کی نقلی آواز ہو تو اس کی اصلی آواز کو سننا بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگا۔ یعنی شریعت کا حکم دونوں طرح کی آوازوں پر نافذ ہو رہا ہے اور اس نفاذ میں دونوں کا اعتبار ہو رہا ہے، تو حکمِ شرعی دونوں صورتوں میں صادر ہوگا، بلکہ اضافت اِلیَ المتکلم کی تقدیر پر بدرجۂ اولیٰ صادر ہوگا۔ اب اس کے جواب میں حضرت محقق کا یہ ارشاد سنئے۔

"تنقید نگار نے ایک لمبی چوڑی تقریر کر کے جو عبارت (کشفِ شافیا کی)
نقل کی ہے وہ سراسر ہماری حمایت میں ہے، جانے تنقید نگار نے کہاں سے
سمجھا کہ یہ خلاف میں ہے۔ اس کا ثبوت اس کے ذمہ واجب ہے "

میں اس کا فیصلہ ناظرین کے سپرد کرتا ہوں۔

وجوبِ ادا، واَدا میں غایتِ اہتمام کی بحث

زیرِ بحث دلیل کے اخیر میں ایک اعتراض[1] کا جواب دیتے ہوئے میں نے یہ لکھا ہے کہ "وجوبِ سجدۂ تلاوت اور ادائے نماز دو جداگانہ امور ہیں ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا" اس کے جواب میں مقالہ نگار نے ایک نئے زاویۂ فکر سے قیاس کی صحت کا ثبوت فراہم کیا ہے جو انھیں کے الفاظ میں یہ ہے :

"عبادتِ محضہ کا وجوب غیر کے افعال سے بھی ہوتا ہے، اور بلا قصد وارادہ بھی ہوتا ہے۔ لیکن اس کی ادائیگی نہ تو افعالِ غیر سے ہوتی ہے اور نہ بلا قصد وارادہ۔ یعنی "مَا یَتَعَلَّقُ بِہٖ الْوَاجِبُ" کی بہ نسبت "مَا یَتَعَلَّقُ بِہٖ الْأَدَاءُ" میں شدتِ رعایت اور غائتِ اہتمام ہوتا ہے لیکن "مَا ثَبَتَ بِہٖ الْوُجُوْبُ" کے لئے ادنیٰ درجہ کا ہونا کافی ہے جیسے وجوبِ صلوٰۃ کے لئے آخر وقت کافی ہے ۔۔۔ بر خلاف "مَا یَتَعَلَّقُ

---

[1] دوسری دلیل بحث آر مطلقہ، جواب (ب)، ص ۳۹

بہٖ الأداءُ ،، کے کہ اس کیلئے ادنیٰ درجہ کافی نہیں بلکہ ،، مایسع فیہ الأدَاء ،، ضروری ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اگر وجوبِ صلوٰۃ کا سبب وقتِ کامل ہو تو ادا وقت ناقص میں نہیں کر سکتے ۔

اس تمہید کے بعد بحسن و خوبی سمجھ سکتے ہیں کہ جنسِ آواز کی جو نوع ،، مایتعلق بہٖ الوجوب ،، نہیں ہوسکتی وہ نوع ،، مایتعلق بہٖ الأداء ،، کیونکر ہوسکتی ہے ۔ مایتعلق بہٖ الأداء کیلئے مایتعلق بہٖ الوجوب کے کم ازکم مساوی ہونا ضروری ہے اس کی بہ نسبت اَنقَص حال میں نہیں ہونا چاہیئے ۔ سجدۂ تلاوت اور نماز ادائیگی کے اعتبار سے جملہ شرائط و موانع میں یکساں حکم رکھتے ہیں لہٰذا اس کا حکم ، حکمِ صلاۃ ہے اسلئے جو آواز اس میں موجب نہیں اس آواز سے اس کی ادائیگی بھی درست نہیں ۔

صدائے بازگشت سے جب سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا تو اس پر اقتدا کر کے نماز کی ادائیگی کیونکر درست ہوسکتی ہے ۔

الغرض جو چیز عباداتِ محضہ کے اندر بابِ نماز میں شرعًا معتبر نہیں وہ بابِ ادا میں بھی شرعًا معتبر نہیں کیونکہ ایجاب کی بہ نسبت ادا میں زیادہ رعایت و اہتمام ملحوظ ہے ،،

غائتِ اہتمام کا ضابطہ شرعی نظائر کی روشنی میں

اس جواب کی بنیاد فاضل محقق کے اس اختراعی ضابطے پر ہے کہ :

،، وجوب کے بہ نسبت ادا میں غائتِ اہتمام ہوتا ہے ،،

اور اس ضابطے کی بنیاد دو مقدمات پر ہے ۔

- عباداتِ محضہ کا وجوب غیر کے افعال سے بھی ہوتا ہے ۔ لیکن اس کی ادائیگی غیر کے افعال سے نہیں ہوتی ۔
- یہ وجوب بلا قصد و ارادہ بھی ہوتا ہے لیکن ادائیگی بلا قصد و ارادہ نہیں ہوتی ۔

اِن امور کو ،، ادا میں غائتِ اہتمام ،، کی بنیاد بنانا صحیح نہیں کیونکہ ان کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ عبادت کا وجوب اگر اپنے فعل ، اور قصد و ارادہ سے ہو تو اس میں اہتمام اُس عبادت سے زیادہ ہوگا جس کا وجوب غیر کے فعل سے بھی ہوجاتا ہو اور بلا قصد و ارادہ بھی ۔ تو لازم آئے گا کہ تمام نوافل اور نذور میں واجب لعینہٖ کی بہ نسبت زیادہ رعائت و اہتمام ہو کیونکہ واجب لعینہٖ مثلاً نماز پنجگانہ و جمعہ کا وجوب اپنے فعل اور قصد و ارادہ سے نہیں ہوتا ، جبکہ نوافل کا وجوب بالقصد شروع کرنے ، اور نذور کا وجوب بالقصد منت ماننے سے ہوتا ہے اور یہ دونوں واجب لغیرہٖ ہیں جن میں بلاشبہہ وہ اہتمام نہیں ہوتا جو واجب لعینہٖ میں ہوتا ہے ۔ دیکھئے نفلی روزہ توڑنے سے صرف قضا واجب ہوتی ہے اور فرض روزہ کے توڑنے سے کفارہ بھی لازم ہوتا ہے ، فرض نماز جماعت کے ساتھ واجب ، اور نفل نماز کی جماعت نہ صرف یہ کہ غیر واجب ، بلکہ تداعی کے ساتھ مکروہ ہے ۔ ماں باپ ، دادا دادی وغیرہ اصول کے محض بلانے سے فرض نماز کا توڑنا جائز نہیں اور نوافل میں اگر اس کا نماز پڑھنا انھیں معلوم نہ ہو تو حکم ہے کہ یہ نماز توڑ کر جواب دے اگرچہ معمولی طور سے بلائیں ۔ مُفترض اور بالغ کے پیچھے مُتَنَفِّل اور نابالغ کی نماز صحیح ہے لیکن اس کے برعکس نماز درست نہ ہوگی ۔ نوافل زندگی بھر نہ پڑھیں کوئی گناہ نہیں اور فرائض بلا عذر صرف اپنے وقت سے فوت ہوجائیں تو گناہِ کبیرہ ، فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ کی جانگسل وعید اور ان کے ترک پر فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا کی تہدید شدید ۔

اب ایک طرف فرائضِ پنجگانہ و جمعہ کا یہ بلند مقام دیکھئے کہ وہ رکنِ دین و بنیادِ اسلام ہیں ، ایمان و تصحیحِ عقائد کے بعد تمام اعمال میں سب سے زیادہ عظیم الشان ہیں ، ان کا اہتمام نوافل سے نہ صرف زیادہ بلکہ بدرجہا زیادہ ہے ــــ اور دوسری طرف ایک اختراعی ضابطہ کی وہ بنیاد ملاحظہ کیجئے اور غور فرمائیے کہ اگر اسے واقعی ،، غائتِ اہتمام ،، کی بنیاد مان لیا جائے تو اسلام کے نظریات سے کس قدر تصادُم ہوگا اور ارشاداتِ نبوی بلکہ فرامینِ خداوندی سے کتنی دوری ہوگی ۔ ــ صحیح بات تو یہ ہے کہ غائتِ اہتمام کا وہ نظریہ اور اس کی بنیاد کے تسلیم کرلینے کے بعد مذکورہ بالا فرائضِ اسلام کا سارا اہتمام

ختم ہو کر رہ جائے گا۔ اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ متذکرہ بالا مقدمات کا سہارا لے کر غائتِ اہتمام کا ضابطہ وضع کرنا کیسے صحیح ہے۔

اس بحث کے بعد ضابطۂ مخترعہ کی نا اعتباری ثابت کرنے کیلئے مزید کسی گفتگو کی حاجت نہ تھی تاہم مزید وضاحت و اطمینانِ قلب کے لئے اس کا قدرے تفصیلی جائزہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

مقدمۂ اولیٰ پر کلام

اس ہیچمداں کے نزدیک یہ بات محل نظر ہے کہ "عبادات محضہ کا وجوب غیر کے افعال سے بھی ہوتا ہے" مجھے ابتک اسکی کوئی نظیر نہ ملی۔ اور دوسرے کی قرأت سے سجدۂ تلاوت کا وجوب مذہب راجح پر غیر کی قرأت سے نہیں، بلکہ اپنے سماع کے سبب ہے وَذٰلِكَ لَيْسَ فِعْلاً مِّنَ السَّامِعِ اَيْضًا بَلْ وَصْفٌ خِلْقِيٌّ فِيْهِ۔ بہار شریعت و فتاویٰ رضویہ میں اسی کو اختیار فرمایا، بدائع الصنائع میں اس کی صراحت فرمائی، مبسوط سرخسی بلکہ کتاب الاصل سے بھی یہی ظاہر ہے، بلکہ حدیث پاک سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ صاحب غنیہ فرماتے ہیں کہ ہدایہ اور فتاویٰ قاضیخاں میں اسی کو صحیح قرار دیا قَالَ فِي الْيَنَابِيعِ: وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى۔ قَالَ الْفَقِيْرُ وَبِهٖ نَاخُذُ اھ (غنیہ، ص ۵۰۴) فَسَبَبُ وُجُوْبِهَا اَحَدُ شَيْئَيْنِ اَلتِّلَاوَةُ اَوِ السَّمَاعُ۔ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى حَالِهٖ مُوْجِبٌ فَيَجِبُ عَلَى التَّالِي الْاَصَمِّ وَالسَّامِعِ الَّذِيْ لَمْ يَتْلُ اھ (بدائع ص ۱۸۰ ج ۱)

حتیٰ کہ خود صاحب مقالہ آگے چل کر رقمطراز ہیں ——

"سجدۂ تلاوت کے لئے سببِ وجوب آیتِ سجدہ کی قرأت یا کسی مکلف سے اس کی سماعت ہے"۔

اور مقتدیوں پر سجدۂ تلاوت کا وجوب اس لئے ہوتا ہے کہ انھوں نے بالقصد امام کی متابعت اپنے اوپر لازم کر لی وَسَجَدَهَا الْمَاْمُوْمُ مَعَهٗ لِالْتِزَامِهٖ مُتَابَعَتَهٗ اھ

(ہدایہ ج ۱ ص ۱۴۳ رشیدیہ)

یہاں سے معلوم ہوا کہ عبادات محضہ کی ادائیگی اگر غیر کے فعل سے نہیں ہوتی تو

اس کا وجوب بھی غیر کے فعل سے نہیں ہوتا تو یہ دونوں میں کھلی ہوئی مساوات ہے پھر غائتِ اہتمام کا فرق کیسا۔؟

مقدمۂ ثانیہ پر کلام

دوسرا مقدمہ کہ —— "عبادات محضہ کا وجوب بلا قصد و ارادہ بھی ہوتا ہے" صحیح ہے جیسے اوقاتِ نماز کے سبب نماز کا وجوب، اور آیتِ سجدہ کے سماع کے سبب سجدۂ تلاوت کا وجوب لیکن اس سے بھی ادا میں غائتِ اہتمام کا ثبوت نہیں فراہم ہوتا۔

(ا) دیکھئے ایک شئ ہے ایجابِ ادا۔ اور ایک شئ ہے ادا۔ ایجاب کا تعلق خدائے برتر و توانا کی ذات پاک سے ہے اور ادا کا تعلق اس کے عاقل و بالغ بندوں سے۔ اور ساری دنیا جانتی ہے کہ جو فعل جس کا ہے اس کے صدور کے لئے اسی کے ارادہ کی حاجت ہے تو وجوب کے نفاذ یا ایجابِ ادا کے تحقق کے لئے محض خدائے وحدہٗ لاشریک کا ارادہ چاہئے، یہاں بندوں کے ارادے کی قطعی حاجت نہیں ہاں ادا بندے کا فعل ہے لہٰذا اس کے تحقق کے لئے بندے کا ارادہ ضروری ہے۔

اس تمہید سے عیاں ہو گیا کہ قصد و ارادہ وجوب میں بھی ہے اور ادا میں بھی ہے۔ فرق یہ ہے کہ ایک جگہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کا ارادہ چاہئے تھا تو وہاں اس کا ارادہ ہے اور دوسری جگہ بندے کا ارادہ ضروری تھا تو وہاں اس کا ارادہ ہے بہرحال ارادہ دونوں جگہ ہے تو اس حیثیت سے بھی دونوں میں مساوات ہے اور کسی بھی ایک میں دوسرے کی بہ نسبت غائتِ اہتمام و شدتِ رعائت نہیں۔

(ب) علاوہ ازیں سجدۂ تلاوت کا درج ذیل مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ عبادت محضہ کی ادائیگی بلا قصد بھی درست ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"اگر آیت پڑھنے کے بعد فوراً نماز کا سجدہ کر لیا، یعنی آیتِ سجدہ کے بعد تین آیت سے زیادہ نہ پڑھا، اور رکوع کر کے سجدہ کیا تو اگرچہ سجدۂ تلاوت کی نیت نہ ہو، ادا ہو جائے گا۔

(بہار شریعت ص ۹۷ ج ۴) وَتُؤَدّٰى بِسُجُوْدِهَا كَذٰلِكَ اَيْ عَلَى الْفَوْرِ وَاِنْ لَّمْ يَنْوِ بِالْاِجْمَاعِ اھ (ردالمحتار ص ۵۱۹ ج ۱)۔

اب اگر بالفرض مان لیا جائے کہ «عبادتِ محضہ کا وجوب بلا قصد وارادہ بھی ہوتا ہے» تو بھی ادا میں وجوب سے زیادہ اہتمام نہیں ثابت ہوتا بلکہ اب بھی دونوں میں مساوات ہی پائی جا رہی ہے کیونکہ جیسے وجوب بسا اوقات بلا قصد وارادہ ہوتا ہے یونہی اس کی ادائیگی بھی بلا قصد وارادہ پائی جاتی ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے غالباً «مسئلۂ سجدۂ تلاوت» کے پیشِ نظر ضوابطِ مذکورہ کا استنباط کیا ہے (کہ سجدہ کا وجوب غیر کے فعل سے ہو جاتا ہے مگر اس کی ادائیگی فعلِ غیر سے نہیں ہوتی) جس کی حقیقت اوپر کی تفصیلات سے بے نقاب ہو چکی ہے۔

اب ہم بتوفیقہٖ تعالیٰ وتوفیقہٖ اس بحث کا وہ لطیف گوشہ اجاگر کر رہے ہیں جس سے اِن شاء اللہ تعالیٰ واضح ہو جائے گا کہ خود «مسئلۂ سجدۂ تلاوت» ایک حسین سنگم ہے جہاں وجوب اور ادا دونوں میں غائتِ اہتمام کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

وجوب اور ادا میں غائتِ اہتمام کی رعائت

سجدۂ تلاوت کے حکم کی علت «اللہ عزّوجلّ کی تعظیم» یا «متلوٌ[1] کا احترام» ہے جس کی رعایت وجوب اور ادا ہر ایک میں اس کے اقتضا کے مطابق پائی جاتی ہے — وَجْهُ الْقِيَاسِ عَلٰى مَا قَالَهٗ مُحَمَّدٌ إِنَّ مَعْنَى التَّعْظِيمِ فِيْهِمَا (أَيِ السُّجُوْدِ وَالرُّكُوْعِ) وَاحِدٌ فَكَانَا فِيْ حُصُوْلِ التَّعْظِيمِ بِهِمَا جِنْسًا وَاحِدًا. وَالْحَاجَةُ إِلَى تَعْظِيمِ اللّٰهِ تَعَالٰى إِمَّا اقْتِدَاءً بِمَنْ عَظَّمَ، وَإِمَّا مُخَالَفَةً لِمَنِ اسْتَكْبَرَ فَكَانَ الظَّاهِرُ هُوَ الْجَوَازُ اھ (۱)

«وجوب» میں احترام یہ ہے کہ تالی وسامع ہر ایک پر سجدہ واجب ہو، اور «ادا» میں احترام یہ ہے کہ ہر مامور بذاتِ خود اسے بجا لائے۔

---

(۱) غنية ص ۵۰۶ بحث سجدة التلاوة۔

[1] متلوٌ — یعنی تلاوت کی گئی آیت ۱۲ ن

اگر سجدہ صرف تالی پر واجب ہو، یا ایک مامور کا سجدہ دوسرے کے لئے بھی کافی ہو تو یہ خدائے پاک کی تعظیم اور متلو کے احترام کے منافی ہوگا۔

بلفظ دیگر یوں سمجھئے کہ شدتِ رعائت وغائتِ اہتمام وجوب میں بھی ہے، اور ادا میں بھی مگر فرق یہ ہے کہ وجوب میں غائتِ اہتمام اس بات کا متقاضی ہے کہ تلاوت پائی جائے تو سجدہ بھی واجب ہو جائے، چاہے خود تلاوت کی ہو، یا دوسرے اسکی سماعت کی ہو۔ اور یہی غائتِ اہتمام ادا کے باب میں یہ چاہتا ہے کہ جس جس پر وجوب ہوا ہے وہ بذاتِ خود سجدہ ریز ہو جائے اور اس کا عکس بہرحال غائتِ اہتمام کے منافی ومُغائر ہوگا۔

جیسے حکمِ نماز کی علت «شکرِ مُنعِم وتعظیمِ باری» ہے تو یہ علت اس امر کی مقتضی ہے کہ جب بھی سببِ وجوب پایا جائے تو ہر فردِ مکلف پر یہ شکر وتعظیم لازم ہو جائے خواہ وہ نیند میں ہو، یا بیدار۔ تندرست ہو، یا بیمار۔ ہوش میں ہو، یا (عارضی) مدہوش۔ لیکن ادا کے باب میں «تعظیمِ رب» یہ ہے کہ ہر مامور تمام آدابِ بندگی کے ساتھ اس کی عبادت میں مشغول ہو جائے۔

یعنی غائتِ اہتمام دونوں میں ہے مگر ہر ایک کے مقام کے مناسب۔

یونہی بابِ سجدہ میں بھی غائتِ اہتمام ادا، اور وجوب دونوں میں ہے لیکن مقام کی مناسبت کے لحاظ سے ہر ایک میں اہتمام کی شان جداگانہ ہے۔

لہٰذا اگر عبادتِ محضہ کا وجوب غیر کے فعل سے، یا بلا قصد ہو جائے، اور اسکی ادائیگی اس طور پر نہ ہو تو اس سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ جس آواز سے وجوب نہ ہو اس سے ادا بھی درست نہ ہوگی۔

رہ گئے اخیر کے دو مسائل جو «ادا میں غائتِ اہتمام» کی تائید کے طور پر پیش کئے گئے ہیں تو ان کا حال بھی کچھ اسی طرح ہے ؎

ع قیاس کن زگلستانِ او، بہارش را۔

"مَاثَبَتَ بِہٖ الوجوبُ" کے لئے ادنیٰ درجہ کا ہونا کافی ہے"

پہلا مسئلہ (۱) لیکن یہ کفائت اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس میں ادا کی بہ نسبت غائتِ اہتمام نہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بندے سے وجوبِ ادا کے تعلق کے لئے صرف مختصر سا وقت درکار ہے اس سے زیادہ کی حاجت نہیں لہٰذا آخرِ وقت بھی اس کے لئے کافی ہے۔ اور ادا کے لئے زیادہ وقت چاہیئے لہٰذا اس کے لئے مَایَسَعُ فِیْہِ الأَدَا ضروری ہے۔

تحقیق مَقام یہ ہے کہ کسی بھی شئی کے تحقق کے لئے جتنا وقت درکار ہے وہی اس کے لئے کافی ہے۔ اب ظاہر سی بات ہے کہ چار رکعت نماز کی ادائیگی کیلئے جتنا وقت ضروری ہے، وجوبِ ادا، یا تعلقِ طلب بِالفعل کے لئے کبھی اتنے وقت کی حاجت نہیں یہی وجہ ہے کہ سببِ وجوب ہمیشہ وقت کا ایک معمولی سا جزء ہوا کرتا ہے عام ازیں کہ وہ اوّلِ وقت ہو، یا اس کا اوسط، یا آخر۔

اس کی قدرے توضیح یہ ہے کہ "شروعِ ادا" سے وقت کا جو "جزءِ سابق" متصل ہوگا بس وہی سببِ وجوب قرار پائے گا خواہ "شروعِ ادا" وقت کے جس جزء میں بھی ہو۔ اور اگر ادا میں وقتِ اخیر تک دیر ہوگئی، یا ایسے ہی وقت میں وجوب کی اہلیت پائی گئی تو اب وہی جزءِ اخیر سببیت کے لئے متعین ہوگا۔

اَلسَّبَبُ فِی الوَاجِبِ المُوَسَّعِ الجُزْءُ الأَوَّلُ إِنِ اتَّصَلَ بِہٖ الأَدَاءُ وَإِلَّا فَالثَّانِیْ، وَھٰکَذَا إِلَی الأَخِیْرِ۔ اھ (۱)

واجبِ مُوَسَّع (نماز) میں سببِ وجوب وقت کا جزءِ اول ہے اگر اس سے ادا متصل ہو۔ ورنہ دوسرا جزء ہے یونہی وقت کے جزءِ اخیر تک (جس جزء سے ادا متصل ہو جائے وہی سبب ہے)

وَتَحْقِیْقُ المَقَامِ أَنَّ الوَقْتَ کُلُّ جُزْءٍ مِنْہُ صَالِحٌ لِلسَّبَبِیَّۃِ۔ فَالسَّبَبُ

تحقیق مقام یہ ہے کہ وقت کا ہر جزء سببِ وجوب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے تو سببِ وجوب

(۱) مسلّم الثبوت (وفواتح الرحموت) ص ۷۶ - ج ۱ - مطبع پاکستان -

لِلوُجُوْبِ جُزْءٌ مَّا مِنْ أَجْزَاءِ ھٰذَا الوَقْتِ فَإِنْ أَدّٰی فِیْہِ (ای الجزء الاول) تَقَرَّرَ السَّبَبِیَّۃُ عَلَیْہِ، وَإِلَّا فَوُجِدَ الجُزْءُ الثَّانِیْ فَھُوَ السَّبَبُ، وَھٰکَذَا۔

وقت کا کوئی ایک (غیر معین) جزء ہے۔ اب اگر جزءِ اول میں (نماز) ادا کرے تو وہی سبب قرار پائے گا، ورنہ دوسرے، تیسرے یونہی اخیر تک جس جزء میں ادا کرے وہ سبب ٹھہرے گا۔

وَالإِسْتِدْلَالُ الَّذِیْ عَلَیْہِ مَدَارُ الأَئِمَّۃِ لَا یُفِیْدُ إِلَّا سَبَبِیَّۃَ جُزْءٍ مَّا، لَا بِعَیْنِہٖ۔ وَإِذَا خَرَجَ الوَقْتُ وَلَمْ یُؤَدِّ نُسِبَ إِلٰی کُلِّ الوَقْتِ۔ لَا۔ لِأَنَّہٗ کُلٌّ۔ کَیْفَ؟ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ دَخْلٌ فِی الأَدَاءِ، فَأَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ دَخْلٌ فِی القَضَاءِ؟ بَلْ لِاشْتِمَالِہٖ عَلَی السَّبَبِ الَّذِیْ ھُوَ جُزْءٌ مَّا۔ ھٰکَذَا یَنْبَغِیْ أَنْ یُّفْھَمَ ھٰذَا المَقَامُ اھ مُلَخَّصًا۔ (۱)

اور جس استدلال پر ائمہ کا مدار ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وقت کا کوئی ایک جزء غیر معین طور پر سبب ہے۔ اور جب وقت نکل جائے اور ماموربہٖ ادا نہ کیا ہو تو پورے وقت کی طرف سبب کی نسبت ہوگی۔ اسلئے نہیں کہ پورا وقت سبب ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ پورے وقت کا ادا میں کوئی دخل نہیں تو قضا میں پورے کا دخل کیسے ہو سکتا ہے۔ بلکہ پورے وقت کی طرف یہ نسبت اسلئے ہوتی ہے کہ اسمیں وہ جزءِ غیر معین جلوہ فرما ہے جو فی الواقع سببِ وجوب ہے۔ اس طرح سے یہ مقام سمجھنا چاہیے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ وجوب اور ادا میں وقت کی کمی بیشی کا مدار "غائتِ اہتمام" پر نہیں بلکہ ایک دوسری نفیس و لطیف وجہ پر ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

(۲) نیز احکامِ شرع میں اس امر کا خصوصی لحاظ ہوتا ہے کہ وہ بندوں پر حرج و مشقت کا باعث نہ بنے۔ اب ظاہر ہے کہ وقتِ اخیر میں بندوں سے وجوب کے تعلق میں ان پر کوئی حرج نہیں اس لئے أدنیٰ مایتمکّن بہ العبدُ وجوب کیلئے کافی ہے لیکن اسی قلیل وقت میں مثلاً چار رکعت کی ادائیگی فوری مطلوب ہو تو یہ تکلیفِ مَالَا یُطَاق ہوگا جو بندے پر حرجِ عظیم کا سبب ہے اس لئے یہاں مَا یَسَعُ فِیْہِ الأَدَاءُ

(۱) فواتح الرحموت ص ۷۷ ج ۱۔ مسئلۃ ۔ السّبب فی الواجبِ الموسّع الخ۔

ضروری ہے تو وجوب اور ادا میں وقت کی یہ کمی بیشی غائت اہتمام کی وجہ سے نہیں، بلکہ حرج وعدم حرج کی وجہ سے ہے۔

---

(۳) بلکہ دراصل وجوب وادا میں وقت کی یہ کمی بیشی بھی نہیں پائی جاتی۔

وجوبِ ادا کے لئے قدرتِ مُمکِنہ شرط ہے یعنی بندے کو اتنا وقت ملے جس میں وہ مامور بہ کو ادا کر سکے مثلاً ظہر کی نماز کے لئے چار رکعت کا وقت۔ اب اگر سببِ وجوب کے ساتھ واقع میں اتنا وقت مل جائے تب تو پوری چار رکعت نماز واجب الادا ہوگی اور اس میں تاخیر کرنے سے بندہ گنہگار ہوگا، اور اگر واقع میں اس سے کم وقت ملا تو بندے پر اسی کی مقدار اجزائے نماز کی ادا واجب ہوگی۔ اب اگر کوئی شخص وقت کے جزِ اخیر میں وجوبِ ادا کا اہل ہوا تو اس کے حق میں وہی معمولی سا وقت سببِ وجوب بھی ہے، اور شرطِ وجوب بھی۔ لہٰذا اس پر صرف تحریمہ کی ادا واجب ہوگی، اور چونکہ نماز لائقِ تجزّی وتقسیم امور سے نہیں اس لئے بعض اجزائے صلاۃ کے وجوب سے کل واجب ہو جائے گا جیسا کہ درجِ ذیل عبارات سے یہ حقیقت عیاں ہے۔

أَلْقُدْرَةُ نَوْعَانِ أَحَدُهُمَا مُطْلَقٌ. وَهُوَ أَدْنىٰ مَا يَتَمَكَّنُ بِهِ الْمَامُوْرُ مِنْ أَدَاءِ مَا لَزِمَهُ وَهٰذَا الْقَدْرُ مِنَ التَّمَكُّنِ شَرْطٌ فِيْ أَدَاءِ كُلِّ أَمْرٍ. وَهُوَ قَدْرُ مَا يَسَعُ فِيْهِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِنَ الظُّهْرِ فَإِنِ اكْتَفىٰ بِهٰذَا الْقَدْرِ سُمِّيَ مُمْكِنَةً وَالشَّرْطُ تَوَهُّمُهُ لَا حَقِيْقَتُهُ فَإِنْ تَحَقَّقَ هٰذَا التَّوَهُّمُ فِي الْخَارِجِ بِأَنْ يَمْتَدَّ الْوَقْتُ مِنْ جَانِبِ اللّٰهِ يُؤَدِّيْهِ

قدرت کی دو قسمیں ہیں مُطلق، مقیّد۔ مطلق اس معمولی سی قدرت کو کہتے ہیں جس سے مامور اپنا فرض ادا کر سکے۔ اتنی ہی قدرت ہر امر کی ادا کیلئے شرط ہے اور یہ قدرت اتنی مقدار وقت ہے جس میں (مثلاً) چار رکعت فرضِ ظہر کے ادا کی گنجائش ہو۔ اب اگر اتنا ہی وقت کافی ہو تو اس کا نام "قدرتِ مُمکِنہ" ہے اور شرط یہ ہے کہ اس کا وجود موہوم ہو، نہ یہ کہ واقعی وہ پایا جائے۔ اب اگر یہ موہوم، واقع میں بایں طور موجود ہو جائے کہ خدائے پاک وقت کو دراز فرما دے

فِيْهِ وَإِلَّا تَظْهَرُ ثَمْرَتُهُ فِي الْقَضَاءِ اھ مُلخصًا (نور الانوار ص ۸۷ مبحث الأمر)

تو اس میں ادا کرے ورنہ اس کا فائدہ قضا کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

وَإِنْ بَقِيَ مِقْدَارُ مَا يَسَعُ لِلْبَعْضِ وَجَبَ تَعْيِيْنُهُ لِذٰلِكَ الْبَعْضِ لِأَنَّ تَعْيِيْنَ كُلِّ الْوَقْتِ لِكُلِّ الْعِبَادَةِ تَعْيِيْنُ كُلِّ أَجْزَائِهِ لِكُلِّ أَجْزَائِهَا ضَرُوْرَةً وَفِيْ تَعْيِيْنِ جُزْءٍ مِنَ الْوَقْتِ لِجُزْءٍ مِنَ الصَّلٰوةِ فَائِدَةٌ وَهِيَ أَنَّ الصَّلٰوةَ لَا تَتَجَزَّأُ فَإِذَا وَجَبَ الْبَعْضُ فِيْهِ وَجَبَ الْكُلُّ اھ (بدائع ص ۹۶ ج ۱)۔ وَنَحْوُهٗ فِيْ. تاسيس النظر، لِلْإِمَامِ الْأَجَلِّ أَبِيْ زَيْدٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الدَّبُوْسِيِّ (ص ۳۷)

اگر اتنی مقدار وقت باقی رہا جس میں بعض اجزائے نماز کی ادا کی گنجائش ہے تو انہیں بعض اجزاء کے لئے وقت کی تعیین واجب ہے اس لئے کہ پورے وقت کو پوری عبادت کیلئے متعین کرنا یقیناً تمام اجزائے وقت کو تمام اجزائے نماز کیلئے متعین کرنا ہے۔ اور وقت کے ایک جزء کو نماز کے ایک جزء کیلئے متعین کرنے میں فائدہ یہ ہے کہ بعض اجزائے نماز کے وجوب سے پوری نماز واجب ہو جائیگی کہ نماز تقسیم وتجزی کو نہیں قبول کرتی (کہ بعض اجزاء تو واجب ہوں، اور بعض واجب نہ ہوں)

دیکھئے سببِ وجوب تو حسبِ تفصیلِ بالا وہی جزء مُقارِن لِلادا ہے لیکن اس سے اصالۃً اسی قدر نماز واجب ہوتی ہے جتنی ادائیگی کی وقت میں وسعت ہوتی ہے اور اخیر وقت میں چونکہ صرف ادائے تحریمہ کی گنجائش ہوتی ہے اس لئے اصالۃً فقط وہی واجب الادا ہوتا ہے یہ الگ بات ہے کہ ایک دوسری جہت سے پوری نماز بھی واجب ہو جاتی ہے۔

الغرض کہنا یہ ہے کہ اصل کے لحاظ سے وجوب اور ادا کے وقت میں بھی کوئی کمی بیشی نہیں پائی جاتی لہٰذا وقت کو کمی بیشی کی حیثیت سے بھی ادا میں غائتِ اہتمام کی بنیاد نہیں ٹھہرایا جا سکتا کہ جب دراصل وقت میں کمی بیشی ہی نہیں تو اہتمام میں کمی بیشی کیونکر ـــ ؟ والحُجَّةُ السَّامِيَةُ لِلْعَلِيِّ الْأَكْبَرِ۔

دوسرا مسئلہ

"یہی (غائت اہتمام) وجہ ہے کہ وجوبِ صلوٰۃ کا سبب وقتِ کامل ہو تو ادا وقتِ ناقص میں نہیں کر سکتے"

(١) یہ مسئلہ بجائے خود صحیح ہے لیکن اس سے ادا میں غائتِ اہتمام کی تائید قطعی نہیں ہوتی بلکہ اس سے تو دونوں میں مُساوات ثابت ہو رہی ہے کہ سببِ وجوب وقتِ کامل ہو تو ادا بھی وقت کامل میں ہو۔ اور یہ بات قرینِ قیاس بھی ہے یہی وجہ ہے کہ سببِ وجوب وقتِ ناقص ہو تو ادا وقت ناقص میں صحیح ہے۔ جب کہ غائت اہتمام کا تقاضا یہ تھا کہ ادا وقت ناقص میں صحیح نہ ہو، یا کم از کم بعض ہی مواد میں صحیح نہ ہو۔

میں یہ نہیں کہتا کہ جس میں غائت اہتمام ہو وہ کبھی اپنے مقابل کا مساوی نہیں ہو سکتا یا دونوں کا ایک مادے میں کبھی اجتماع نہیں ہو سکتا۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کم از کم کوئی مادہ ایسا تو ہونا چاہیئے جہاں دونوں میں افتراق ہو سکے۔

جیسا کہ انسان و حیوان میں اجتماع ہوتا ہے تو کبھی افتراق بھی ہوتا ہے اگر تمام مواد میں دونوں کا ساتھ رہے تو یہ دونوں انسان و حیوان ہونگے یا انسان و بشر، ضاحک و کاتب ؟ ـــــ اس مسئلے کے جزئیات کا استقصار فرمایئے ایسا کوئی جزئیہ نظر نہ آئے گا جس میں سببِ وجوب وقتِ ناقص ہو اور ادا صحیح نہ ہو۔ جہاں دیکھیئے گا وہاں مساوات کی ہی جلوہ گری نظر آئے گی۔

وَيَتَأَدّٰى عَصْرُ يَوْمِهٖ فِي الْوَقْتِ النَّاقِصِ لِأَنَّهٗ لَمَّا لَمْ يُؤَدِّهٖ فِي الْوَقْتِ الْأَوَّلِ وَاتَّصَلَ شُرُوْعُهٗ فِي الْجُزْءِ النَّاقِصِ كَانَ هُوَ سَبَبًا لِوُجُوْبِهٖ فَيُؤَدِّيْ نَاقِصًا كَمَا وَجَبَ اھ

(نور الانوار ص ٥٥. وکذا فی عامۃ الکتب)

اور آج کی عصر وقتِ ناقص میں ادا کرے اس لئے کہ جب اس نے وقت اول میں نہیں ادا کیا اور شروعِ نماز جزءِ ناقص سے متصل ہو گیا تو یہ اس کے وجوب کا سبب ہو گیا لہٰذا اسے ناقص طور پر ادا کرے جیسا کہ یونہی اس کا وجوب ہوا ہے۔

إِنْ تَلَاهَا فِيْ وَقْتٍ مَكْرُوْهٍ وَسَجَدَهَا فِيْهِ أَوْ فِيْ مَكْرُوْهٍ آخَرَ جَازَ لِأَنَّهٗ أَدَّاهَا كَمَا وَجَبَتْ اھ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار ص ٥١٩ ج ١)

اگر وقتِ مکروہ میں آیتِ سجدہ کی تلاوت کی اور اسی وقت میں، یا کسی دوسرے وقتِ مکروہ میں سجدہ کر لیا تو یہ صحیح ہو گیا اسلئے کہ سجدہ جس طور پر واجب ہوا، اسی طور پر اسے ادا کیا ہے۔

اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ جو مسئلہ ادا میں غائتِ اہتمام کی تائید کے طور پر پیش کیا گیا ہے وہ خود اس کی تردید کر رہا ہے اور وہ حقیقت میں وجوب و ادا کے درمیان مُساوات کی ایک دلیل ہے۔

(٢) نیز عامۂ کتبِ اصول میں یہ تصریح ہے کہ "ادا" نام ہے تَسْلِيْمُ عَيْنِ الْوَاجِبِ بِالْأَمْرِ کا۔ اور ظاہر ہے کہ سببِ وجوب جب کامل ہو گا تو وقتِ ناقص میں اس کی ادائیگی تسلیمِ عینِ واجب نہ ہو گی لہٰذا وہ درست بھی نہ ہو گی۔ تو ادا کے درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی، نہ کہ غائتِ اہتمام وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُفَضِّلِ الْمُنْعَامِ۔

(٣) علاوہ ازیں تحقیق یہ ہے کہ اوقاتِ مکروہہ بھی دیگر اوقات کی طرح سے صحیح و کامل بالذات ہیں، فی الواقع ان میں کوئی ذاتی نقص و کراہت نہیں مگر یہ اوقات کفار کی عبادت کے اوقات ہیں تو انہیں عبادت کے سبب کفار سے تَشَبُّہ لازم آئے گا اور تَشَبُّہ بِالْکفار سے اجتناب واجب۔ تو اس عارض کی وجہ سے یہ اوقات ناقص قرار پائے اور ان میں ادا نا جائز ٹھہری۔ مگر بندوں سے تعلقِ طلب بِالفعل میں کوئی تشبہ نہیں پایا جاتا اسلئے وجوب فوری ثابت ہو جاتا ہے۔

وَالْحَقُّ أَنْ لَا نَقْصَ فِي الْوَقْتِ لِذَاتِهٖ فَإِنَّ الْوَقْتَ وَقْتٌ كَسَائِرِ الْأَوْقَاتِ، وَلِهٰذَا تَصِحُّ فِيْهِ عِبَادَاتٌ أُخْرٰى۔ وَإِنَّمَا لَزِمَ نَقْصُ الْأَدَاءِ لِلصَّلَاةِ بِالْعَرَضِ لِوُقُوْعِ التَّشَبُّهِ بِعِبَادَةِ الْكُفَّارِ فَإِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ وَتَغْرُبُ مَعَ قَرْنِ الشَّيْطَانِ فَيُعْبَدُ فِيْهِ[1]

اور حق یہ ہے کہ وقت میں بالذات کوئی نقص نہیں اسلئے کہ یہ بھی بقیہ اوقات کی طرح سے ایک وقت ہے، یہی وجہ ہے کہ دوسری عبادتیں اس وقت میں صحیح ہوتی ہیں۔ اور ادائے نماز میں نقص محض ایک عارض یعنی کافروں کی پوجا سے تشبہ کی وجہ سے لازم آتا ہے کیونکہ سورج شیطان کی سینگ کے ساتھ نکلتا ڈوبتا ہے جس میں اسکی پرستش ہوتی ہے۔

---

(١) فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت ص ٨٨ ج ١ - مطبع پاکستان۔

ــــ نور الانوار ص ٣٣ مبحث الامر۔

یہاں سے ثابت ہوا کہ وقتِ ناقص میں ادا کے عدمِ جواز کی وجہ تَشَبُّہ بِالکفار ہے، نہ کہ ادا کا غائتِ اہتمام۔

ان تفصیلات سے یہ امر بخوبی عیاں ہوگیا کہ ادا میں غائتِ اہتمام کا نظریہ شرعی نقطۂ نگاہ سے بوجوہِ کثیرہ غیر ثابت اور ناقابلِ اعتناء ہے اس لئے اس سے یہ استدلال قطعی درست نہیں کہ جس آواز سے سجدۂ تلاوت کا وجوب نہ ہوگا، اس سے نماز کی ادائیگی بھی صحیح نہ ہوگی لہٰذا ایسا ہو سکتا ہے کہ آوازِ بازگشت یا غیر فطری آواز سے سجدہ نہ واجب ہو لیکن اس سے ادائے نماز صحیح ہو۔

چوتھی دلیل پر بحث

اس دلیل میں آوازِ کلامی کے "ضابطۂ انتساب" کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس کی نسبت ہمیشہ انسان کی طرف ہوتی ہے، سبب غیر ذی شعور کی طرف کبھی نہیں ہوتی اور ہارن کا پردہ زیادہ سے زیادہ ایک سبب غیر مختار ہے لہٰذا لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز بہر حال متکلم انسان ہی کی قرار پائے گی۔

فاضل مجیب نے اسے تین وجوہ سے ساقط الاعتبار قرار دیا۔

(۱) غیر ذی روح کے افعال کو اس کے مُحرِک کی طرف بحسبِ الایجاد منسوب کیا جاتا ہے جیسے ڈھول اور بانسری کی آواز بجانے والے کی طرف اگر منسوب ہوگی تو ایجاد ہی کے لحاظ سے ہوگی، نہ کہ بجانے والے کی آواز قرار دی جائے گی اسی طرح قتل کی نسبت بندوق چلانے والے کی طرف بحسبِ الایجاد ہوتی ہے۔

(۲) علاوہ ازیں یہ انتساب نفع و افرار کے اعتبار سے وہ بھی بابِ عقوبات و ضمانات میں ہوتا ہے تاکہ ایدارِ نفس و مال مجاناً نہ لازم آئے اور سماجی تمدنی جرم واقع نہ ہو۔

(۳) پھر اگر امام قرأت اسلئے کر رہا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے آواز نکلے تو نماز ہی باطل ہے، اور اگر بلا ارادۂ القاء کر رہا ہے تو یہ فعل اس کی طرف منسوب نہ ہوگا، اور نہ امام کو آواز کا سبب قرار دے سکتے ہیں لہٰذا قاتل پر قیاس باطل ہے۔

جواب ہم سب سے پہلے اپنے ناظرین پر یہ واضح کر دیں کہ ہم نے آواز کی عینیت ثابت کرنے کے لئے "قاتل پر قیاس"[۵۵] یا ضابطۂ فقہیہ إِذَا اجْتَمَعَ الْمُبَاشِرُ وَالْمُتَسَبِّبُ الخ سے استدلال نہیں کیا ہے بلکہ اس کائنات میں انتسابِ اشیاء کے دو قانون جاری ہیں انھیں کو مثالوں سے واضح کر کے آوازِ کلامی کے ضابطۂ انتساب کی نشاندہی کی ہے۔ یہ ایک حسنِ اتفاق ہے کہ اس ضابطہ کی صراحت فقہ حنفی میں

---

۵۵ پہلی بار جب یہ دلیل قلمبند کی گئی تھی، بظاہر اسکی تعبیر سے "قاتل" پر قیاس کا شبہہ ہو سکتا تھا، جس کا ازالہ میں نے تحریری مباحثے میں کر دیا تھا، اور اب دلائلِ جواز کی ترتیبِ جدید کے وقت اس دلیل کی تعبیر کچھ بدل دی، تاکہ سرے سے "قیاس" کا شبہہ پیدا ہی نہ ہو سکے۔

بھی مخصوص حوادث کے استنباطِ احکام کے لئے کی گئی ہے جس کی ایک مثال تلوار و قاتل ہے ـــــ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہم نے قاتل پر قیاس کیا ہے یا صحیح معنوں میں نظامِ فطرت کی ترجمانی کی ہے۔

اسی قدر سے مقالہ نگار کے نکاتِ اعتراض کا جواب ہوجاتا ہے تاہم مزید وضاحت کے لئے بالترتیب ہر " وجہ " پر کلام ملاحظہ کیجئے۔

پہلی وجہ پر کلام قائل کی طرف اس کی آواز کا انتساب بھی بحسب الایجاد ہی کیا جاتا ہے کیونکہ خود آواز اس کے ساتھ قائم، یا اس کی صفت نہیں ہے بلکہ " آواز کی ایجاد " اس کی صفت ہے کہ اس کے گلے و زبان کی تحریک سے وجود میں آتی ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

" وہ (آواز) آواز کنندہ کی صفت نہیں، مواقف سے گزرا اَلصَّوْتُ کَیْفِیَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِالْھَوَاءِ۔ آواز کنندہ کی حرکتِ قرعی و قلعی سے پیدا ہوتی ہے لہٰذا اس کی طرف اضافت کی جاتی ہے "(۱)

اب اگر یہ بات لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز میں اس کے غیر آوازِ متکلم ہونے کی باعث ہو تو ٹھیک اسی بنیاد پر متکلم کی براہِ راست مسموع آواز کو بھی غیر قرار دینا پڑیگا۔ لیکن اس کو بالاتفاق عین تسلیم کیا جاتا ہے اس لئے لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز بھی عین قرار پائے گی کہ دونوں جگہ انتساب کی علت " بِحَسْبِ الْإِیْجَاد " ہے اور دونوں میں آواز کے مخرج متکلم کے گلا و زبان ہیں۔

اس کے جواب میں مجیب لبیب نے الفاظ بدل کر پھر وہی پرانی بات دہرائی۔ چنانچہ رقمطراز ہیں:

" جس کے ارتعاش سے آواز پیدا ہوئی وہ شئی آواز کا فاعل اور جس ملاءِ متکیف میں پیدا ہوئی وہ منفعل ہوتا ہے۔ بانسری، ڈھول، ٹن

---

(۱) فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اخیر ص ۱۵۔ ۱۶۔ رسالہ الکشف شافیا۔

اور لوہا کے ارتعاش سے جب آواز پیدا ہوتی ہے تو یہ آواز بانسری، ڈھول، ٹن اور لوہا کی ہوتی ہے اور جب انسان کے گلو سے ارتعاش پیدا ہو تو یہ آواز انسان کی ہوتی ہے۔ البتہ بانسری، ڈھول، ٹن اور لوہا چونکہ بے جان ہوتے ہیں اس لئے ان میں یہ ارتعاش خود بخود پیدا نہیں ہوتا، بلکہ کوئی اپنی پھونک، یا چوٹ مار کر پیدا کرتا ہے اس لئے ان آوازوں کو بحسب التاثیر بانسری وغیرہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور بحسب الایجاد اس کے محرک کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ بے جان لاؤڈ اسپیکر کے ڈائیفرام پر جب آواز کا دباؤ ہوتا ہے تو اس دباؤ کے اختلاف کی وجہ سے بجلی کے جھٹکے مختلف ہوجاتے ہیں، اور پھر مقناطیسی دھات میں جذب و کشش کے درجے مختلف ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے ہارن کے پردے میں کم و بیش کھنچاؤ کی وجہ سے ارتعاش، اور اس ارتعاش سے آواز پیدا ہوئی۔

جو آواز خود اس پردے کی ہوتی ہے، متکلم کی نہیں اسلئے بحسب التاثیر یہ آواز لاؤڈ اسپیکر کی اور بحسب الایجاد متکلم کی طرف منسوب ہوگی، نہ کہ یہ آواز ہی متکلم کی مانی جائے گی۔

اسلئے تنقید نگار کا یہ کہنا کہ۔ جس علت کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو متکلم کی آواز کا غیر قرار دیا جاتا ہے، اسی علت سے انسان کی فطری آواز بھی متکلم کی آواز کا غیر ہو جائے گی " قطعاً صحیح نہیں "

یہ نکتہ آفرینی دو طرح سے محلِ کلام ہے۔

(۱) آواز دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو " کلام کی آواز " دوسرے " غیر کلام کی آواز "۔ " کلام کی آواز " انسان کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ پہلے ثابت کیا جاچکا ہے۔ اور " غیر کلام کی آواز " انسان کے ساتھ خاص نہیں جیسے ڈھول، ٹن اور لوہا کی آواز کہ انسان کے بجانے و مارنے سے بھی پیدا ہوتی ہے، اور خود بخود ایک دوسرے سے ٹکرانے وغیرہ سے بھی۔ لیکن کلام کی

آواز ٹن، لوہا اور جماد سے عادۃً محال ہے۔

تو جو آواز انسان کے ساتھ خاص نہیں وہ جس کے ارتعاش سے پیدا ہوگی اسی کی طرف بحسب الایجاد منسوب ہوگی، یا مان لیجئے کہ خود اسی کی آواز ہوگی۔

اور جو آواز انسان کے ساتھ خاص ہے وہ بہرحال انسان ہی کی طرف منسوب ہوگی خواہ وہ بالذات ارتعاش کا سبب ہو (جیسے آواز کی پہلی کاپی جو ہوائے دہنِ متکلم کے ارتعاش سے بنی) یا بالواسطہ (جیسے آواز کی دوسری، تیسری، اور بعد کی کاپی، یا جیسے بواسطۂ آلہ مسموع آواز۔)

ہماری بحث کا موضوع صرف یہی کلامی آواز ہے۔

اب اگر بفرض غلط مجیب محترم کی "توجیہ وجیہ" مان بھی لی جائے تو تفصیل بالا کے مطابق اس کا مصداق صرف غیر کلامی آواز ہے جو ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے لہٰذا اس پر کلامی آواز کو قیاس کرنا، یا اسکو بھی غیر کلامی آواز کے حکم میں ماننا کسی طرح درست نہیں۔

اس لئے ڈھول، ٹن اور لوہا سے مسموع آواز جس کی بھی ہو، مگر لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز بہرحال متکلم انسان کی ہے۔

(ب) علاوہ ازیں اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہ ہوگا کہ آواز مثلاً ہوا، یا پانی کی صفت ہے جیسا کہ کشف شافیا کی درج بالا عبارت سے واضح ہے تو آواز فی الواقع اسی ہوا، یا پانی کی ہوئی۔ مثلاً "علم" صفت ہے انسان کی، تو صاحبِ علم انسان ہی ہوا۔ یونہی صاحب آواز درحقیقت (مثلاً) ہوا یا پانی ہے۔

اب آواز کسی چیز کی تاثیر سے پیدا ہو، یا اس کے ارتعاش، یا حرکتِ قرعی و قلعی سے۔ بہرحال اس کی طرف آواز کی نسبت بحسب الایجاد ہی ہوگی، خود شئی مرتعش کی وہ آواز نہ ہوگی کہ آواز اس کی صفت، یا اس کے ساتھ قائم نہیں ہے۔ تو "ایجاد" کا لفظ استعمال کیجئے، یا "تاثیر" کا، یا "ارتعاش" یا "حرکتِ قرعی، قلعی" کا۔ بہرحال سب کا مفہوم مآلِ مقصود کے اعتبار سے ایک ہے۔ جس کی حرکت، یا

جس کے ارتعاش، یا جس کی اثرانگیزی سے آواز پیدا ہوگی وہی باعثِ ایجاد ہوگا۔ لہٰذا یہ بات کہ "جس کے ارتعاش سے آواز پیدا ہوگی وہ خود اسی شئی کی آواز ہوگی" حقیقت کے لحاظ سے درست نہیں۔ نیز یہ تفریق کہ "بحسب التاثیر یہ آواز لاؤڈ اسپیکر کی، اور بحسب الایجاد متکلم کی طرف منسوب ہوگی" بجا نہیں۔

تو بات وہیں پہونچی جہاں سے شروع ہوئی تھی کہ آلۂ مکبر الصوت سے مسموع آواز متکلم کی طرف بحسب الایجاد منسوب ہوتی ہے، یا بلفظ دیگر یوں کہہ لیجئے کہ بحسب التاثیر منسوب ہوتی ہے۔ اور ہم ثابت کر آئے کہ اس بنیاد پر اس کو غیر آواز متکلم نہیں قرار دیا جا سکتا۔

ازالۂ اشتباہ ہاں یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ جب پردۂ ہارن کے ارتعاش اور اس کی اثرانگیزی سے آواز پیدا ہوئی تو اس کا انتساب بحسب الایجاد خود اسی کی طرف ہونا چاہئے، نہ کہ متکلم کی طرف۔ اور یہ بات معقول بھی ہے۔

لیکن اس بات کے قائل خود ہمارے مجیب محترم بھی ہیں کہ بواسطہ لاؤڈ اسپیکر مسموع آواز متکلم کی طرف ایجاد ہی کے لحاظ سے منسوب ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کی طرف سے یہ اعتراض غیر مناسب ہے۔

علاوہ ازیں جس دلیل پر یہ بحثیں ہوئی ہیں اس کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ سببِ غیر ذی شعور کی طرف آواز کلامی کی نسبت نہیں ہوتی، یہ نسبت ہمیشہ اس سبب کے محرک و مباشر انسان کی طرف ہوتی ہے اور پردۂ ہارن سببِ غیر ذی شعور ہے جس کا محرک انسان ہے لہٰذا یہ انتساب انسان ہی کی طرف ہوگا۔

معارضات کا سلسلہ مجیب محترم نے اپنی مذکورہ بالا وضاحت کے بعد زیر بحث دلیل کے خلاف لگاتار چار معارضات قائم کئے ہیں جو انہیں کے الفاظ میں یہ ہیں:

(۱)۔ اگر کوئی حاجی صاحب بیٹری سے چلنے والی بچوں کا کھلونا موٹر چالو کر دے اور وہ موٹر کعبہ کے اردگرد سات چکر لگا کر اس کے پاس

واپس آکر رک جائے تو کیا یہ طواف بھی حاجی صاحب کی طرف منسوب ہوگی، اور یہ طواف حاجی صاحب کا مانا جائے گا؟

(۲) اسی طرح پلاسٹک کا ایسا انسانی پیکر جس کے اندر ہر اس اعضا میں خم وموڑ پیدا ہوسکے جن اعضا میں انسان کے خم وموڑ پیدا ہوتا ہو۔ تو اگر ایسا انسانی پیکر کوئی مقتدی کی صف میں کھڑا کر دے اور پھر آلات، یا اپنے جوارح سے امام کے ساتھ قیام ورکوع، سجود، قعدہ۔ وغیرہ کراتا رہے تو کیا اس بے جان پیکر کے انتقالات کو اس کے محرک کی طرف منسوب کر کے یہ حکم دیا جائے گا کہ یہ اس کے محرک کی نماز ہے؟

(۳) اگر کوئی باوضو شخص کسی مردہ کا شکم دبا دے جس کی وجہ سے بول وبراز خارج ہوجائے تو کیا اُس محرک کا وضو ٹوٹ جائے گا۔؟

(۴) اگر کوئی بار وزہ شخص کسی مُردہ کے حلق میں سے پانی پیٹ میں اتار دے تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

اس لئے اِذَا اجتمع المُبَاشِرُ وَالمُتَسَبِّبُ الخ سے یہاں استدلال قطعاً صحیح نہیں باقی اور باتیں آپ کی بربنائے بناءُ الفاسدِ علی الفاسدِ فاسد ہیں۔"

جواب ہماری گفتگو کا تعلق صرف آواز کلامی سے ہے جو انسان کے ساتھ خاص ہے اور جن مثالوں سے معارضہ قائم کیا گیا ہے ان میں سے کوئی بھی بابِ آواز سے نہیں، نہ ان کا صدور انسان کے ساتھ خاص۔ اب اس پر چار نہیں چار سو بیس ایرادات بھی اس طرح قائم کئے جائیں تو ان سے کیا حاصل۔؟

دوسری وجہ پر کلام عقوبات وضمانات کے باب میں ضابطۂ مذکورہ کا نفاذ اس بات کے قطعی منافی نہیں کہ بابِ آواز میں بھی وہی ضابطۂ انتساب جاری ہو۔

قدیم علمائے طبعیات کے نظریات کے مطابق آواز کا سببِ قریب، قرع وقلع،

یا، تموّجِ ہوا ہے اور ان میں سے ہر ایک سبب غیر ذی شعور ہے جن کا محرک انسان ہے —— یہاں آواز کی نسبت سبب غیر ذی شعور کی طرف نہیں ہوتی۔ بلکہ اسکے محرّک انسان کی طرف ہوتی ہے۔ اور یہ انتساب نہ صرف بابِ عقوبات وضمانات، بلکہ عبادات، معاملات، نکاح وطلاق وغیرہا تمام ابواب میں بھی اسی کی طرف ہوتا ہے کہیں بھی قرع وقلع یا تموّجِ ہوا کی طرف اسے منسوب نہیں کیا جاتا ورنہ لازم آئے گا کہ کسی کی نماز صحیح نہ ہو کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ قرأت نماز میں فرض ہے اور اس نے قرأت کا یہ فرض ادا نہ کیا، اس لئے کہ قاری تو درحقیقت قرع وقلع ہے، کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے اور طلاق نہ پڑے کیونکہ الفاظ کے قائل تو قرع وقلع ہیں شوہر نے تو کچھ کہا نہیں۔ بلکہ کبھی نکاح کا انعقاد ہی نہ ہوگا، مرد وعورت کبھی میاں بیوی ہی نہ ہوں گے تو طلاق کا کیا سوال؟ کیونکہ یہاں بھی وہی بات کہی جائے گی کہ ایجاب وقبول تو سبب غیر ذی شعور نے کیا ہے، نہ کہ گونگے اور خاموش طبع انسان نے۔ (ملخصًا)

میرے خیال میں قارئین کرام پر ان مثالوں سے یہ امر بخوبی عیاں ہو چکا ہوگا کہ آواز ایک ایسی پُراسرار شئی ہے جس کا انتساب تمام ابواب میں انسان ہی کی طرف ہو سکتا ہے اس کے سبب غیر مختار کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جا سکتی ورنہ اس کائنات میں نہ تو کسی کے اقرار سے اس کے ذمہ کوئی چیز لازم ہوگی، نہ ایفائے عہد کا کوئی سوال پیدا ہوگا، نہ عبادتیں صحیح ہوں گی۔ حتیٰ کہ انسان ناطق بھی نہ رہے گا۔

تیسری وجہ پر کلام (۱) تیسرے نقض کو پھر پڑھ لیجئے اس کی دونوں شقوں کے باہمی تقابل سے عیاں ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز کے متکلم کی طرف منسوب ہونے، نہ ہونے کا مدار اس امر پر ہے کہ اس نے ارادۂ اِلقا کیا یا نہیں ——؟

حالانکہ متکلم کی طرف آواز کی نسبت ارادۂ اِلقا پر قطعی موقوف نہیں جب اسکی آواز آلے کے ذریعہ منتشر ہوگی تو وہ اس کی طرف ضرور منسوب ہوگی خواہ اس نے آلے میں آواز کے ڈالنے کا قصد کیا ہو، یا نہیں۔ جیسے وہ بالقصد، یا بلاقصد جب بھی بولے

آواز کا انتساب اسی کی طرف ہوتا ہے۔

آخر ارادۂ القار کی صورت میں متکلم یا امام کی طرف وہ آواز کیوں منسوب ہوتی ہے، کیا ارادۂ القار غیر آواز متکلم کو اس کا عین بنا دیتا ہے؟ یا آواز کی نسبت کا مسئلہ بابِ عبادات سے ہے جن کے تحقق کے لئے نیت شرط ہوا کرتی ہے؟ واقعہ اسکے برخلاف ہے۔ اس لئے لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز بہرحال امام ہی کی طرف منسوب ہوگی خواہ ارادۂ القا ہو، یا نہ ہو — تو اس پر اقتدار بھی درست ہوگی۔

(ب) علاوہ ازیں یہ مفروضہ کہ۔

"اگر امام قرأت اس لئے کر رہا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے آواز نکلے"

حقیقت کے لحاظ سے غلط ہے۔ امام قرأت اس لئے کرتا ہے کہ فرضِ قرأت ادا ہو جائے یعنی اس کا مقصود انظامِ قرآنیہ کے تلفظ سے محض حکم الٰہی کا امتثال ہوتا ہے اور صرف جہر سے اعلانِ ذکر واسماعِ مقتدی کے لئے یہ ارادہ ہوتا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے آواز دور تک پہونچے تو اس سے نماز میں کیا فساد؟ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"بالجملہ جب کہ لفظ بقصدِ مُفسِد نہ ہو تو مجرّد رفعِ صوت سے کسی معنیٰ زائد کا ارادہ مُفسِد نہیں، ولہٰذا علامہ حموی نے رسالہ اَلقولُ البلیغ فی حکم التبلیغ میں فرمایا فِی کَوْنِ الفَسادِ بِمَا ھُوَ ذِکرٌ مُلحَقًا بِالکَلامِ نَظَرٌ — لِأنَّ المُفسِدَ لِلصَّلَاةِ المَلفُوظُ، لَا عَزِیمَةُ القَلبِ اھ" (١)

نیز اسی میں شامی ص ٤١٧ ج ا سے ہے:

جَهَرَ بِالقِرَاءَةِ لَا تَفسُدُ لِأنَّهُ قَاصِدٌ لِلقِرَاءَةِ وَإنَّمَا قَصَدَ الزَّجرَ أوِ الأمرَ بِمُجَرَّدِ رَفعِ الصَّوتِ ـ تأمّل اھ (٢)	(قرأت میں آواز بلند کرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی کہ اس کا قصد قرأت کا ہے اور محض آواز کی بلندی سے جھڑکنا، یا حکم دینا مقصود ہے۔ ن)

(١) فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ص ٤٠٧۔ } سنی دارالاشاعت مبارکپور
(٢) " " ٤٠٦۔ }

جب جہر سے "معنیٰ زائد" کا ارادہ بھی مُفسدِ نماز نہیں تو اس مسئلہ مبحوثہ میں بدرجۂ اولیٰ نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہاں جہر سے کسی معنیٰ زائد کا قصد نہیں ہوتا، بلکہ اعلانِ ذکر واسماعِ مقتدی مقصود ہوتا ہے اور یہی دونوں جہر کے مطلوب ہیں:

وَجَبَ عَلَیهِ إسمَاعُ القَومِ فِیمَا یَجهَرُ اھ (١)	جہری نمازوں میں امام پر مقتدیوں کو قرأت سنانا واجب ہے۔
أَلإمَامُ یَحتَاجُ إلَی الجَهرِ لِإسمَاعِ غَیرِهٖ اھ (٢)	امام نمازیوں کو قرآن سنانے کیلئے بلند آواز سے قرأت کرنے کا حاجتمند ہے۔
فَیَجهَرُ لِیَتَأمَّلَ القَومُ وَیَتَفَکَّرُوا فِی ذٰلِكَ فَتَحصُلُ ثَمَرَةُ القِرَاءَةِ وَفَائِدَتُهَا لِلقَومِ، فَتَصِیرُ قِرَاءَةُ الإمَامِ قِرَاءَةً لَّهُم تَقدِیرًا — وَلِأنَّ القِرَاءَةَ مِن أرکَانِ الصَّلَاةِ، وَالأرکَانُ فِی الفَرَائِضِ تُؤَدّٰی عَلٰی سَبِیلِ الشُّهرَةِ وَلِهٰذَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیهِ وَسَلَّمَ یَجهَرُ فِی الصَّلَوَاتِ کُلِّهَا فِی الإبتِدَاءِ الخ۔ (٣)	امام بلند آواز سے قرأت کرے تاکہ لوگ اسمیں غور وفکر کریں اور انھیں قرأت کا فائدہ وثمرہ حاصل ہو۔ تو اس طرح سے امام کی قرأت، حکماً مقتدیوں کی بھی قرأت ہو جائے گی — نیز یہ جہر کا حکم اسلئے ہے کہ قرأت ارکانِ نماز سے ہے اور فرائض میں ارکان، اعلان وشہرت کے طور پر ادا کئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آغازِ اسلام میں تمام نمازوں میں بلند آواز سے قرأت فرماتے تھے۔

یہی تقریر تکبیر تحریمہ، تکبیر انتقال وتسمیع میں بھی جاری ہوگی۔ بلکہ خود تکبیر تحریمہ سے احرام کے ساتھ برائے اعلان ارادۂ القار ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اور دوسری تکبیرات وتسمیع میں تو اور زیادہ توسع پایا جاتا ہے جیساکہ شامی کے درجِ ذیل مشہور جزئیہ سے روشن ہے:

فَإنْ جَمَعَ بَینَ الأمرَینِ بِأنْ قَصَدَ	اگر امام (یونہی مُبلّغ) دونوں باتیں جمع کر دے کہ تکبیر سے

(٢،١) بدائع الصنائع ١٦٠ ج ا } فصل فی الواجبات الاصلیۃ فی الصلوٰۃ
(٣) " " ص ١٦٠، ١٦١ ج ا }

الْإِحْرَامَ، وَالْإِعْلَانَ لِلْإِعْلَامِ فَذٰلِكَ هُوَالْمَطْلُوبُ مِنْهُ شَرْعًا۔

وَأَمَّا التَّسْمِيعُ مِنَ الْإِمَامِ وَتَكْبِيرَاتُ الْإِنْتِقَالَاتِ مِنْهُمَا إِذَا قَصَدَ بِمَا ذُكِرَ الْإِعْلَامَ فَقَطْ فَلَا فَسَادَ لِلصَّلَاةِ۔ كَذَا فِي الْقَوْلِ الْبَلِيغِ لِلسَّيِّدِ الْحَمَوِي۔

هٰذَا كُلُّهُ إِذَا قَصَدَ الْإِعْلَامَ بِنَفْسِ التَّكْبِيرَةِ، أَمَّا إِذَا قَصَدَ بِهَا التَّحْرِيمَةَ وَقَصَدَ بِالْجَهْرِ بِهَا الْإِعْلَامَ فَهُوَ الْمَطْلُوبُ كَمَا مَرَّ اھ ملخصًا۔ (۱)

تحریمہ کا بھی قصد کرے اور مقتدیوں کو اطلاع دینے کا بھی۔ تو شرعًا تکبیر سے یہی مطلوب ہے۔

ہاں، "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" سے امام کا، اور تکبیراتِ انتقالات سے امام و مقتدی دونوں کا قصد گو کہ محض اطلاع دینا ہو تاہم نماز فاسد نہ ہوگی۔ ایسا ہی علامہ سید احمد حموی رحمہ اللہ کے رسالہ القولُ البلیغ میں ہے۔

یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ خود تکبیر سے امام یا مُبلّغ کا قصد اعلام ہو۔ لیکن جب تکبیر سے مقصود تحریمہ ہو، اور اسکو بلند آواز سے کہنے سے مقصود اعلام و اطلاع۔ تو جیسا کہ گزرا اس سے یہی مطلوب ہے۔

اس تفصیل سے یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ اگر امام کی طرف آواز کے انتساب کیلئے بالفرض ارادہ ضروری ہو تو یہاں ارادہ موجود ہے کیونکہ لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے امام کا قصد یہی ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ اس کی آواز دور تک پہونچے اور جیسا کہ اوپر گزرا محض اس قصد سے نماز میں کوئی فساد نہ آئے گا۔

(۱) ردالمحتار ص ۳۱۹، ۳۲۰ ج ۱۔ مطلبٌ فی التبلیغ خلف الإمام۔

تَلَقُّن مِنَ الخَارِج کی بحث پر کلام

"تَلَقُّن مِنَ الْخَارِج کی بحث" میں شرعی نظائر سے یہ ثبوت بہم پہونچایا گیا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز اگر بالفرض غیر آوازِ متکلم ہو تو بھی اس پر اقتدار درست ہے، اس کے جواب میں فاضل محقق نے اقتدار کی تعریف اور مفسداتِ نماز کے اقسام بیان فرماکر یہ استخراج کیا ہے کہ وہ نظائر صحتِ اقتدار پر ہرگز دلالت نہیں کرتے۔ انکے الفاظ یہ ہیں:

مُفسدات کے اقسام

(الف) مُفسدِ صلوٰۃ بالذات فقط۔ مثلاً نمازی یا منفرد کا کسی سے گفتگو کرنا۔

(ب) بالذات مفسدِ صلوٰۃ اور بالواسطہ مفسدِ اقتدار۔ جیسے مقتدی کا کلام کرنا۔

(ج) بالذات مفسدِ اقتدار اور بالواسطہ مفسدِ صلوٰۃ۔ جیسے عملِ قلیل کے ساتھ مقتدی کا امام سے آگے بڑھ جانا۔

(د) بالذات مفسدِ صلوٰۃ بھی، اور بالذات مفسدِ اقتدار بھی۔ جیسے مقتدی کا صف چھوڑ کر عملِ کثیر کے ساتھ امام سے آگے بڑھ جانا

مُفسدات باعتبار تحقق

قسم ثانی اور قسم رابع چونکہ مفسد صلوٰۃ بالذات ہے، خواہ مفسد اقتدار بالذات ہو، یا بالواسطہ۔ اسلئے بر تقدیر قسم ثانی و رابع جو امر فی نفسہٖ مفسد صلوٰۃ نہیں اس سے اقتدار بھی باطل نہیں۔ لیکن چونکہ مفسد کی تیسری قسم۔ بالذات مفسد اقتدار، اور بالواسطہ مفسد صلوٰۃ ہے اسلئے اس تقدیر پر صحتِ صلوٰۃ کیلئے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ فلاں فلاں امور جس طرح مفسدِ صلوٰۃ نہیں اسی طرح مفسدِ اقتدار نہیں۔ یہاں فقط یہ ثابت کر دینا کافی نہیں ہے کہ فلاں امور مفسد صلوٰۃ نہیں۔

لاؤڈاسپیکر کے مجوزین نے اس کی آواز کو غیر متکلم مانتے ہوئے صحتِ صلوٰۃ کی جتنی نظیریں پیش کی ہیں وہ سب اس بات پر دال ہیں کہ یہ مفسدِ صلوٰۃ نہیں، لیکن مفسدِ اقتدار نہ ہونے پر ان کی کوئی دلالت نہیں ،،

صحتِ اقتدا و نماز میں تلازم کا رشتہ

میری فہم قاصر میں غور و خوض کے باوجود بھی یہ بات نہیں آرہی ہے کہ آخر جب کسی شئی کا مُفسدِ صلوٰۃ نہ ہونا ثابت ہوجائیگا تو یہ اس شئی کے مفسدِ اقتدار نہ ہونے کے لئے کیوں نہیں کافی ہوگا جب کہ ,,صحتِ اقتدار و نماز،، کے درمیان تلازم کا ایسا گہرا رشتہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی بھی ایک جہاں پایا جائے گا وہاں دوسرا بھی ضرور متحقق ہوگا کیونکہ شریعت میں ایسی کوئی نظیر نہیں پائی جاتی کہ نماز تو صحیح و غیر فاسد ہو لیکن اقتدار فاسد ہوجائے بلکہ غور فرمایئے تو خود ,,تیسری قسم،، (بالذات مفسدِ اقتدار اور بالواسطہ مُفسدِ صلوٰۃ) کا مفہوم تلازم پر دلالت کرتا ہے ۔

(۱) کھلی ہوئی بات ہے کہ اس صورت میں ,,فسادِ اقتدار،، کے لئے ,,فسادِ صلوٰۃ،، لازم ہے ایسا نہیں ہوسکتا کہ اقتدار تو فاسد ہو مگر نماز فاسد نہ ہو۔ کیونکہ یہاں پر فسادِ صلوٰۃ، فسادِ اقتدار، کے ضمن میں پایا جائے گا جب مُتَضَمَّنْ فاسد، تو مُتَضَمِّنْ بدرجۂ اولیٰ فاسد۔ لہٰذا یہاں جب عدمِ فسادِ صلوٰۃ ثابت ہوگا تو اس کے لئے عدمِ فسادِ اقتدار، کا ثبوت بھی لازمی ہوگا یعنی جب نماز صحیح ہوگی تو اقتدار بھی ضرور صحیح ہوگی کیونکہ اگر اقتدار فاسد ہو تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ نماز فاسد نہ ہو (لِاَنَّہٗ) مَتٰی فَسَدَ الشَّیْءُ فَسَدَ مَا فِیْ ضِمْنِہٖ ۔

(شامی ص ۳۹۸ ج ۱ مکتبہ نعمانیہ)

اس کو ایک مشہور مثال کی روشنی میں یوں سمجھئے کہ طلوعِ آفتاب کے واسطے سے وجودِ نہار ہوتا ہے تو طلوعِ آفتاب کے لئے وجودِ نہار لازم ہے لہٰذا جب وجودِ نہار ثابت ہوگا تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ طلوعِ آفتاب نہ پایا جائے ۔ قیاسِ استثنائی کے طور پر یہ تلازم یوں بھی ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ ـــــ جب اقتدار فاسد ہوگی، نماز بھی فاسد ہوگی۔ لیکن نماز فاسد نہیں تو اقتدار بھی فاسد نہیں جیسے کہا جاتا ہے اِنْ کَانَتِ الشَّمْسُ طَالِعَۃً فَالنَّھَارُ

مَوْجُوْدٌ ۔ لٰکِنَّ النَّھَارَ لَیْسَ بِمَوْجُوْدٍ، فَالشَّمْسُ لَیْسَتْ بِطَالِعَۃٍ ۔

معلوم ہوا کہ خود یہ قسم اس امر کی دلیلِ قاطع ہے کہ صحتِ نماز کو صحتِ اقتدار لازم ہے ـــــ اب اسکی ایک فقہی مثال سنئے ۔

نماز کے اندر اتحادِ مکان وغیرہ کے ساتھ عورتوں کی محاذات مردوں کیلئے بالذات مفسدِ اقتدار ہے اور بالواسطہ مفسدِ صلوٰۃ ۔ یعنی مفسد کی تیسری قسم کا صحیح مصداق اِسکو ذہن میں رکھ کر یہ مسائل پڑھئے :

فِی الْخَانِیَۃِ وَالْبَحْرِ وَغَیْرِھِمَا : قَوْمٌ صَلُّوْا عَلٰی ظَھْرِ ظُلَّۃٍ فِی الْمَسْجِدِ وَ بِحِذَائِھِمْ مِنْ تَحْتِھِمْ نِسَاءٌ اَجْزَأَتْھُمْ صَلَاتُھُمْ لِعَدَمِ اتِّحَادِ الْمَکَانِ بِخِلَافِ مَا اِذَا کَانَ قُدَّامَھُمْ نِسَاءٌ فَاِنَّھَا فَاسِدَۃٌ لِاَنَّہٗ تَخَلَّلَ بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ الْاِمَامِ صَفٌّ مِّنَ النِّسَاءِ وَھُوَ مَانِعٌ مِّنَ الْاِقْتِدَاءِ اھ

فتاویٰ قاضیخاں اور بحرالرائق وغیرہما میں ہے کہ لوگوں نے مسجد کے سائبان پر نماز پڑھی اور نیچے انھیں کے مقابل میں عورتیں ہیں تو مکان ایک نہ ہونے کی وجہ سے مردوں کی نماز درست ہوجائیگی ۔ اور اسکے برخلاف جب عورتیں ان کے سامنے ہوں تو نماز فاسد ہوجائے گی اسلئے کہ ان کے اور امام کے درمیان عورتوں کی ایک صف خلل انداز ہے جو مانعِ اقتدا ہے ۔

وَفِی الْوَلْوَالِجِیَّۃِ قَوْمٌ صَلُّوْا عَلٰی ظَھْرِ ظُلَّۃِ الْمَسْجِدِ وَتَحْتَھُمْ قُدَّامَھُمْ نِسَاءٌ لَا تُجْزِیْھِمْ صَلَاتُھُمْ لِاَنَّہٗ تَخَلَّلَ صَفٌّ مِّنَ النِّسَاءِ فَمَنَعَ اقْتِدَاءَھُمْ وَکَذَا الطَّرِیْقُ اھ (شامی ص ۳۹۳ ج ۱ مکتبہ نعمانیہ)

اور ولوالجیہ میں ہے کہ لوگوں نے مسجد کے سائبان پر نماز پڑھی اور ان کے نیچے، سامنے کی طرف عورتیں ہیں تو مردوں کی نماز نہ ہوگی اسلئے کہ عورتوں کی ایک صف نے رخنہ انداز ہوکر مردوں کی اقتدا کو فاسد کر دیا ۔

ان عبارتوں سے دو مسئلے معلوم ہوئے :

(۱) عورتیں مردوں کے نیچے، ان کے مقابل میں ہوں تو مردوں کی نماز فاسد نہیں، کیونکہ مکان کے متحد نہ ہونے کے باعث اقتدا فاسد نہیں ۔

(ب) عورتیں مردوں (کے نیچے ہونے کے ساتھ ان) سے آگے ہوں تو نماز فاسد ہے

اس لیے کہ اقتدا فاسد ہے۔

ان مسائل میں جہاں اقتدا صحیح ہے وہاں نماز بھی صحیح ہے، اور جہاں اقتدا فاسد ہے وہاں نماز بھی فاسد ہے۔ وجہ وہی ہے کہ یہاں نماز کی صحت و فساد کا تحقق اقتدا کی صحت و فساد کے ضمن میں ہو رہا ہے اس لیے جب متضمِن صحیح یا فاسد ہوگا تو متضمَن بھی بدرجۂ اولیٰ صحیح یا فاسد ہوگا۔

اب دیکھ لیجئے پہلے والے مسئلے میں جب یہ ثابت ہوگیا کہ مُحاذات مفسدِ نماز نہیں تو صحتِ نماز کے لئے الگ سے یہ ثبوت پیش کرنے کی قطعی حاجت نہیں کہ وہ مفسدِ اقتدا بھی نہیں کیونکہ یہاں نماز کا عدمِ فساد تو اسی بنیاد پر ثابت ہوا ہے کہ یہ محاذات (عدمِ اتحادِ مکان کی وجہ سے) مفسدِ اقتدار نہیں ہے جیسے دوسرے والے مسئلے میں یہ ثابت ہوجانے سے کہ مُحاذات مفسدِ نماز ہے یہ ثابت کرنے کی حاجت نہیں رہ جاتی کہ وہ مفسدِ اقتدا بھی ہے۔

الغرض دونوں میں یہ حکم یکساں ہے کہ وجہ دونوں کی ایک ہے۔

(۲) **تحقیق مقام** کتب فقہ کے مطالعہ سے کوئی کُلیّہ تو در کنار، ایسا کوئی جزئیہ بھی نہیں ملتا کہ مقتدی کی نماز فاسد ہو مگر اقتدار فاسد نہ ہو، یا اقتدا تو فاسد ہو مگر نماز فاسد نہ ہو یہی وجہ ہے کہ صاحبِ درمختار نے فرمایا کہ اقتدا خواہ بالذات فاسد ہو یا بالواسطہ بہرحال نماز بھی فاسد قرار پائے گی۔ اور علامہ ابن عابدین شامی نے فرمایا کہ جس چیز سے بھی مقتدی کی نماز کا فساد لازم آتا ہے اس سے اقتدا کا فساد لازم ہے۔

إِذَا كَانَ فَسَادُ الإِقْتِدَاءِ بِفَقْدِ شَرْطٍ أَوْ نَحْوِهٖ مِمَّا يَلْزِمُ بِهٖ فَسَادُ صَلَاةِ الْمُقْتَدِيْ الخ

(شامی ص ۳۹۲ ج ۱)

اقتدا۔ اپنی شرطِ صحت کے مفقود ہونے کے باعث فاسد ہوتی ہے اور جن باتوں سے مقتدی کی نماز کا فساد لازم آتا ہے ان سب کی وجہ سے بھی فاسد ہوجاتی ہے۔

اس میں "مَايَلْزِمُ بِهٖ فَسَادُ" کا لفظ عام ہے جو مُفسدِ صلوٰۃ بالذات و بالواسطہ دونوں کو شامل ہے۔

اس میں لطیفہ یہ ہے کہ جب نماز فاسد ہوگی تو "مُفسِد" یا تو بالذات فسادِ نماز کا

سبب بنے گا، یا بواسطۂ اقتدار۔ بالذات مُفسد ہو تو اس کے ضمن میں اقتدا ضرور فاسد ہوگی، اور بالواسطہ مفسد ہو تو وہ واسطہ اقتدا ہی ہے۔ جس کا نماز سے پہلے ہی فاسد ہونا ضروری ہے۔

اور امام کے فسادِ نماز کے ضمن میں مقتدی کی نماز، پھر اس کی اقتدا کا جو فساد پایا جاتا ہے اس میں امام کی طرف نسبت کرتے ہوئے گو کہ مقتدی کی نماز بالواسطہ فاسد ہو رہی ہے مگر اس کی اقتدا کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہ فساد بالذات ہے۔

یونہی جب اقتدا فاسد ہوگی تو اس کا مفسد، "بالذات فساد" کا باعث بنے گا، یا بواسطہ۔ اور بہرحال فسادِ صلوٰۃ لازم کما بَیَّنَّا اٰنِفًا۔

یہی وجہ ہے کہ تمام مشائخِ حنفیہ و فقہائے مذہب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب اقتدار فاسد ہوجائے خواہ اس کے فساد کی وجہ جو بھی ہو تو وہ نماز بھی یقیناً فاسد ہوجائے گی جس کی ادائیگی کی اس نے نیت کی ہے۔ البتہ اس باب میں اختلاف ہے کہ اس نماز اور اقتدا سے الگ ہوکر خود اس کی طرف سے وہ نماز، نفل بھی ہوگی یا نہیں۔؟ اس بارے میں فقہاء سے دونوں طرح کا قول ملتا ہے اور دونوں میں تطبیق یوں ہوجاتی ہے کہ اقتدا اگر اس وجہ سے فاسد ہو کہ اس کی کوئی شرط مفقود ہو رہی ہے، یا اس وجہ سے کہ مقتدی کی نماز فاسد ہو رہی ہے تو وہ نماز نفل بھی نہ ہوگی۔ اور اگر فسادِ اقتدا کی وجہ اختلافِ صلوٰۃ ہو (مثلاً امام عصر کی نماز پڑھ رہا ہے اور مقتدی ظہر کی) تو مقتدی کی وہ نماز نفل ہوجائے گی مگر اس کے توڑنے سے قضا واجب نہ ہوگی۔

(وَ) اعلَمْ أَنَّهٗ (إِذَا فَسَدَ الإِقْتِدَاءُ) بِأَيِّ وَجْهٍ كَانَ (لَا يَصِحُّ شُرُوْعُهٗ فِيْ صَلَاةِ نَفْسِهٖ) لِأَنَّهٗ قَصَدَ الْمُشَارَكَةَ وَهِيَ غَيْرُ صَلَاةِ الإِنْفِرَادِ (عَلَى) الصَّحِيْحِ۔ مُحِيْط۔ وَادَّعٰى فِي الْبَحْرِ أَنَّهٗ (الْمَذْهَب) وَقَدِ ادَّعٰى فِيْمَا مَرَّ بَعْدَ تَصْحِيْحِ السِّرَاجِ

جب اقتدا کسی بھی وجہ (بالذات، یا بواسطہ) سے فاسد ہوجائے تو (اس نماز کا، شروع، صحیح نہ ہوگا، اور) اپنی نماز (نفل) کے حق میں بھی وہ (شروع) صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے امام کی نماز میں شرکت کی نیت کی تھی جو منفرد کی نماز کی غیر ہے۔ محیط میں ہے کہ یہ حکم قولِ صحیح کے پیش نظر ہے اور صاحب بحر فرماتے ہیں کہ یہی مذہب ہے۔ حالانکہ اسکے برخلاف

بِخِلَافِ،ہٖ أَنَّ الْمَذْهَبَ إِنْقِلَابُهَا نَفْلاً۔ فَتَأَمَّلْ۔

وَحِيْنَئِذٍ فَالْأَشْبَهُ مَا فِي الزَّيْلَعِيِّ أَنَّهُ مَتىٰ فَسَدَ لِفَقْدِ شَرْطٍ كَطَاهِرٍ بِمَعْذُوْرٍ لَمْ تَنْعَقِدْ أَصْلاً، وَإِنْ لِاخْتِلَافِ الصَّلَاتَيْنِ تَنْعَقِدُ نَفْلاً غَيْرَ مَضْمُوْنٍ

اھ (تنویر الأبصار، والدر المختار)

-:-:-:-:-:-:-:-

(قَوْلُهُ فِي صَلَاةِ نَفْسِهِ) أَيْ فِي صَلَاةٍ مُسْتَقِلٍّ بِهَا فِي حَقِّ نَفْسِهِ غَيْرَ تَابِعٍ فِيْهَا لِلْإِمَامِ لَا فَرْضًا وَّلَا نَفْلاً الخ

(قَوْلُهُ وَهِيَ غَيْرُ صَلَاةِ الْإِنْفِرَادِ) لِأَنَّ لَهَا أَحْكَامًا غَيْرَ أَحْكَامِ الَّتِيْ قَصَدَهَا۔ وَحَاصِلُهُ أَنَّهُ إِذَا لَمْ يَصِحَّ شُرُوْعُهُ فِيْمَا نَوىٰ، لَا يَصِحُّ فِي غَيْرِهِ

اھ (قوله وقد ادّعىٰ) أي صاحب البحر فيما مرّ الخ (قَوْلُهُ وَحِيْنَئِذٍ فَالْأَشْبَهُ الخ) أَيْ حِيْنَ إِذَا اخْتَلَفَ كَلَامُ الْبَحْرِ فِي نَقْلِ مَا هُوَ الْمَذْهَبُ، وَلَا يُمْكِنُ إِهْمَالُ أَحَدِ النَّقْلَيْنِ فَالْأَشْبَهُ

وہ پہلے ہی سراج کی تصحیح کے بعد اس بات کا دعویٰ کر چکے ہیں کہ مذہب یہ ہے کہ وہ نماز نفل سے بدل جائے گی۔ تو غور کر لو۔

اور اس وقت قواعدِ حنفیہ سے مشابہ تر امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تطبیق ہے کہ جب اقتدا کسی شرط کے مفقود ہونے کے باعث فاسد ہو جیسے طاہر معذور کی اقتدا کرے تو نماز منعقد ہی نہ ہوگی اور اگر امام و مقتدی کی نمازوں میں اختلاف کیوجہ سے اقتدا فاسد ہو تو وہ نماز (فرض کے بجائے) نفل ہو کر منعقد ہوگی مگر توڑ دینے سے اس نفل کی قضا واجب نہ ہوگی (تنویر الابصار و در مختار)

علامہ شامی کا تشریحی نوٹ

در مختار کی عبارت میں "اپنی نماز" سے مراد وہ نماز ہے جس کا پڑھنا، نہ پڑھنا مصلی کے اختیار میں ہو اور وہ فرض، یا نفل کسی میں بھی امام کا تابع یا مقتدی نہ ہو۔

نمازِ امام میں شرکت کی نیت سے جو نماز شروع کیجائے وہ "نمازِ منفرد کی غیر" اسلئے ہے کہ دونوں کے احکام جدا گانہ ہیں اور خلاصہ یہ کہ جب یہ "شروع" اس نماز کے حق میں درست نہ ہوا جس کی نیت کی ہے تو دوسری نماز کے حق میں بھی یہ شروع، درست نہ ہوگا۔

"وَحِيْنَئِذٍ فَالْأَشْبَهُ" سے صاحب در مختار یہ بتا رہے ہیں کہ جب نقلِ مذہب سے متعلق صاحبِ بحر کے کلام میں اختلاف ہے اور دونوں میں سے کسی بھی نقل کو لغو نہیں ٹھہرایا جا سکتا تو "اشبہ بالقواعد

بِالْقَوَاعِدِ مَا فِي الزَّيْلَعِيِّ مِمَّا يُنَاسِبُ كُلاًّ مِّنْهُمَا وَيَحْصُلُ بِهِ التَّوْفِيْقُ بَيْنَهُمَا بِحَمْلِ مَا صَحَّحَهُ فِي الْمُحِيْطِ مِنْ عَدَمِ صِحَّةِ الشُّرُوْعِ أَصْلاً عَلىٰ مَا إِذَا كَانَ فَسَادُ الْإِقْتِدَاءِ لِفَقْدِ شَرْطٍ أَيْ، أَوْ نَحْوِهِ مِمَّا يَلْزَمُ بِهِ فَسَادُ صَلَاةِ الْمُقْتَدِيْ وَبِحَمْلِ مَا صَحَّحَهُ فِي السِّرَاجِ مِنْ صِحَّةِ الْإِقْتِدَاءِ بِالنَّفْلِ وَفَسَادِ الْوَصْفِ أَعْنِي الْفَرْضِيَّةَ فَقَطْ عَلىٰ مَا إِذَا كَانَ لِاخْتِلَافِ الصَّلَاتَيْنِ اھ

(رَدُّ الْمُحْتَارِ حَاشِيَةُ الدُّرِّ الْمُخْتَارِ ص۴۹۲ج۱)

امام زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفصیل ہے جو دونوں نقلوں کے مناسب ہے اور ساتھ ہی اس سے دونوں میں یہ تطبیق بھی ہو جاتی ہے کہ جس مسلک کو محیط میں صحیح قرار دیا ہے یعنی کسی بھی نماز کے حق میں "شروع" کا بالکلیہ صحیح نہ ہونا۔ یہ اُس حال پر محمول ہے جب اقتدا (اپنی) کسی شرط (صحت) کے مفقود ہونے کی وجہ سے فاسد ہو، یا جن امور سے نمازِ مقتدی کا فساد لازم آتا ہے انہیں کسی بھی امر کے باعث فاسد ہو۔ اور سراج میں جس قول کی تصحیح کی ہے یعنی اقتدائے نفل کی صحت اور وصفِ فرضیت کا فساد۔ یہ اُس حال پر محمول ہے جب فسادِ اقتدا، نمازوں میں اختلاف کیوجہ سے ہو۔

اس تفصیل سے قارئین کرام پر یہ بات واضح ہو چکی ہوگی کہ فسادِ اقتدا و فسادِ صلوٰۃ کے درمیان تلازم کا ایسا گہرا رشتہ ہے کہ ایک کا وجود دوسرے کے وجود کو مستلزم ہے، یونہی ان کے عدم کے درمیان بھی تلازم ہے کہ ایک کی نفی دوسرے کی نفی کو مستلزم ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک کا دوسرے سے انفکاک ہو جائے لہٰذا جب نماز کا عدمِ فساد ثابت ہوگا تو اقتدا کا عدمِ فساد بھی اسے لازم ہوگا۔

ازالۂ شبہات

(۱) ممکن ہے ہمارے معزز قارئین میں سے کسی کے دل میں یہ شبہہ پیدا ہو کہ امام و مقتدی کی نمازوں میں اختلاف کی صورت میں اقتدا تو فاسد ہو جاتی ہے مگر وہ نماز نفل کی شکل میں صحیح و درست ہوتی ہے إِنْ (فَسَدَ الْإِقْتِدَاءُ) لِاخْتِلَافِ الصَّلَاتَيْنِ تَنْعَقِدُ نَفْلاً (در مختار) تو دونوں میں تلازم نہ ہوا کیونکہ یہاں نماز فاسد نہیں ہے، مگر اقتدا فاسد ہے۔

لیکن ادنیٰ سے تأمل کے بعد یہ شبہہ یوں زائل ہو جاتا ہے کہ اس مسئلے میں یہ نفل نماز امام کی اقتدا میں رہ کر صحیح نہیں ہو رہی ہے، بلکہ اس کی اقتدا سے بالکل جدا

ملہ دوسری دلیل بحث آثِ مطلقہ۔ "ایک اشکال کا جواب" ص ۳۵

وبے گانہ ہوکر ایک منفرد کی مستقل نماز (بے نیت فرض) ہورہی ہے قَالَ الْعَلَّامَۃُ الشَّامِیُّ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ : أَیْ فِیْ صَلَاۃٍ مُّسْتَقِلٍّ بِھَا فِیْ حَقِّ نَفْسِہٖ غَیْرَ تَابِعٍ فِیْھَا لِلْاِمَامِ لَا فَرْضًا وَّلَا نَفْلًا کَمَا یَدُلُّ عَلَیْہِ تَفْصِیْلُ الزَّیْلَعِیْ کَمَا أَفَادَہٗ ح وَکَذَا یَدُلُّ عَلَیْہِ تَعْلِیْلُ الشَّارِحِ الخ (رد المحتار ص ۳۹۲ ج ۱) مطلب یہ ہے کہ ہماری گفتگو مقتدی کی نماز واقتدار کے متعلق ہے کہ مقتدی ہونے کی حیثیت سے کسی مصلی کی نماز صحیح یا فاسد ہوگی تو اس کی اقتدا بھی لازمًا صحیح یا فاسد ہوگی اور اس مسئلے میں ایسا نہیں کیونکہ جو نماز صحیح ہورہی ہے وہ منفرد کی نماز ہے، کسی مقتدی کی نہیں۔

(۲) اور اگر یہ کہا جائے کہ خود علامہ شامی نے تطبیقِ زیلعی کی وضاحت میں اس کے خلاف یہ لکھا ہے وَیُحْمَلُ مَا صَحَّحَہٗ فِی السِّرَاجِ مِنْ صِحَّۃِ الْاِقْتِدَاءِ بِالنَّفْلِ الخ اس سے تو ثابت ہوا کہ یہ نماز اقتدا میں ہی صحیح ہورہی ہے۔

(۱) عرض کروں گا کہ یہاں پر "اقتداء" کا لفظ بطورِ مجاز استعمال ہوا ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ اقتدا کے لئے نیتِ اقتدا شرط ہے وَرَبْطُ صَلَاۃِ الْمُؤْتَمِّ بِشُرُوْطٍ عَشَرَۃٍ۔ نِیَّۃُ الْمُؤْتَمِّ۔ أَیِ الْاِقْتِدَاءَ بِالْاِمَامِ (درمختار وشامی ص ۳۷۰ ج ۱ مکتبہ نعمانیہ۔ (ص ۵۵۰ ج ۱۔ مطبع دارالفکر) اور یہاں نفل کی نیت سرے سے ہے ہی نہیں اسی لئے علامہ شامی نے ص ۳۹۲ کی مذکورہ بالا عبارت میں یہ لکھا غَیْرَ تَابِعٍ فِیْھَا لِلْاِمَامِ لَا فَرْضًا وَّلَا نَفْلًا۔ الخ۔

(ب) علاوہ ازیں بفرضِ غلط اگر اقتدا کو یہاں معنی حقیقی پر محمول کرلیا جائے تو بھی تلازم ثابت ہے کیونکہ یہاں "اِقتدار بالنفل" صحیح ہے اس لئے نمازِ نفل بھی صحیح ہے اور "اِقتدا بالفرض" فاسد ہے اس لئے نماز فرض بھی فاسد ہے یعنی اقتدا میں جس درجے کا فساد متحقق ہوا نماز میں بھی اسی درجے کا فساد پایا گیا، اور جس درجے کی نماز صحیح ہوئی اسی درجے کی اقتدا بھی صحیح ہوئی تو تلازم بہرحال رہا اور ایسا تلازم جو عقل وقیاس کے عین قرین وقریب ہے اور یہی تقاضائے انصاف بھی ہے۔

(۳) اور اگر یہ شبہ کھٹکے کہ فسادِ اقتدا سے "شروعِ نماز" نہ فاسد ہوا اسی لئے اس پر نمازِ نفل کی بنا صحیح ہے۔

(۱) تو عرض کروں گا۔ درست ہے! لیکن "شروعِ نماز" کی دو حیثیت ہے ایک کہ اس پر "نمازِ منوی عہ" کی بنا ہوسکے۔ دوسرے یہ کہ نمازِ نفل کی بنا ہوسکے۔ اقتدا کے فساد سے نمازِ منوی کا شروع بھی فاسد ہوجاتا ہے اور یہی ثبوت تلازم کے لئے کافی ہے کیونکہ میرا مقصود "نمازِ منوی" ہی کا فساد ہے غیر منوی کی صحت، عدم صحت سے ہمیں کیا بحث؟

(ب) پھر یہاں بھی وہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جس درجے کی اقتدا فاسد ہوئی اسی درجے کی "شروعِ نماز" بھی فاسد ہوئی۔

(ج) پھر نفل کے حق میں بھی "شروع" کا عدمِ فساد اس لئے ہے کہ ایک بندۂ مومن کا عمل بالکلیہ ضائع نہ ہوجائے یہی وجہ ہے کہ اگر خود مُصلّی اپنی نماز کو باطل کردے تو اس کی وجہ سے اس پر نفل کی قضا واجب نہ ہوگی جبکہ نفل نماز شروع کردینے سے "واجبُ الادا" اور توڑ دینے سے "واجبُ القضا" ہوجاتی ہے۔ وجہ وہی ہے کہ مُصلّی نے یہ نماز بالقصد نہیں شروع کی ہے بلکہ شریعت نے "عملِ مسلم" کو ضیاع سے بچانے کے لئے شروع کے حکم میں مان لیا ہے صَوْنًا لِتَصَرُّفِ الْعَاقِلِیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ عَنِ الْاِلْغَاءِ وَالْبُطْلَانِ بِقَدْرِ الْاِمْکَانِ اھ (کفایۃ ونحوہ فی العنایۃ ص ۷ ج ۲۔ مجموعۃ الشروح الاربعۃ للھدایۃ۔ مطبع پاکستان) إِنَّ صِیَانَۃَ الْفِعْلِ الْوَاقِعِ قُرْبَۃً أَقْوٰی مِنْ صِیَانَۃِ الْقَوْلِ اھ (غنیۃ ص ۳۹۲ فروع۔ فصل فی النوافل) تَنْعَقِدُ نَفْلًا غَیْرَ مَضْمُوْنٍ اھ (الدر المختار) وَتَکُوْنُ لَہٗ نَافِلَۃً کَالْاِمَامِ وَلَا قَضَاءَ عَلَیْہِ لَوْ أَفْسَدَہٗ لِأَنَّہٗ لَمْ یَشْرَعْ فِیْہِ قَصْدًا۔ رَحْمَتِیْ۔ اھ (رد المحتار ص ۴۰۳ ج ۱ قُبیل بابِ الاستخلاف۔)

(د) ______ علاوہ ازیں ہماری گفتگو کا مرکز جو مسئلۂ حادثہ ہے اس میں نماز کی صحت وفساد کا مدار اختلافِ صلاتین ہرگز نہیں اس کا مدار تو "شرطِ صحتِ نماز" کے وجود وعدم پر ہے اور اس باب میں تمام علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ اقتدا فاسد۔ تو نماز مطلقًا فاسد، اور نماز فاسد تو اقتدا بھی فاسد صححہ فی المحیط مِنْ عَدَمِ صِحَّۃِ الشُّرُوْعِ أَصْلًا عَلٰی مَا إِذَا کَانَ فَسَادُ الْاِقْتِدَاءِ لِفَقْدِ شَرْطٍ، أَوْ

عہ وہ نماز جس کے ادا کی نیت کی گئی ہو۔

نَحْوِہٖ مِمَّا یَلْزَمُ بِہٖ فَسَادُ صَلَاۃِ الْمُقْتَدِیْ۔

توکم سے کم اتنا تو تسلیم فرمائیے گا کہ اس باب میں فسادِ اقتدا و فسادِ صلاۃ کے درمیان تلازم ہے ـــــ ورنہ کیا اہل قبا کے متعلق یہ کہنے کی جرأت کی جاسکتی ہے کہ ان کی نماز تو فاسد نہ ہوئی تھی مگر اقتدار فاسد ہو گئی تھی اور انھوں نے مسجد میں حاضر رہنے کے باوجود (معاذ اللہ) ترکِ جماعت کا ارتکاب کیا تھا ـــ ؟ (۱)

ایک گزارش ہم نے اپنے مقالہ میں متعدد جزئیات، حدیث پاک اور اجماعِ امت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ امتثالِ امرِ الٰہی کی نیت سے اتباع خارج جائز و غیر مفسدِ صلوٰۃ ہے تو ان دلائل کو احادیث، اور فقہی جزئیات ہی کا سہارا لے کر توڑا جا سکتا ہے، محض منطقی احتمال، ان شواہدِ منقولہ و مقبولہ کے مقابل (بشرطیکہ وہ فی الواقع مقابل ہو) قطعی نامسموع ہے۔ (اور یہاں تو مقابل بھی نہیں کَمَا مَرَّ۔)

ہاں اگر ہماری مستند حدیث کے خلاف کوئی حدیث ہو، جو جزئیات ہم نے استدلال میں پیش کئے ہیں ان کے خلاف اسی طرح کے ایسے جزئیات ہوں کہ دونوں میں تطبیق ناممکن ہو، پھر آپ ہی کی پیش کردہ حدیث، و جزئیات، دلائلِ مُرجحہ کی بنیاد پر لائقِ ترجیح ہوں تو وہ دلائل ضرور ہمارے استدلالات کے برعکس حجت ہوں گے اور انھیں کو ترجیح ہوگی۔

فاضلِ محقق کا جواب ہماری اس گزارش پر فاضل محقق نے ''صحتِ نماز و اقتدا'' میں عدمِ تلازم ثابت کرنے کے لیے تین جزئیات پیش کئے جو درج ذیل ہیں :

''(۱) ایسے شخص جو مشتبہ القبلہ ہوں اپنی اپنی جداگانہ سمتِ تحرّی

(۱) ''تلازم کی فقہی مثال'' ص ۱۱۵ سے لے کر یہاں تک کی بحث بعد کا اضافہ ہے۔ ۱۲۔ ن۔

کی طرف رخ کرکے نماز ادا کر رہا ہو تو ہر ایک کی نماز صحیح۔ اپنی اپنی سمتِ تحری کی طرف رخ کرکے نماز ادا کرنا صحیح ہے، مُفسد نہیں۔ لیکن اسی صورت میں ایک نے دوسرے کی اقتدار کر لی تو مقتدی کی اقتدا اور نماز دونوں باطل۔

(۲) فعلِ قلیل کے ساتھ نمازی اگر قدرے آگے بڑھ جائے تو یہ نماز کیلئے مُفسِد نہیں۔ لیکن یہی فعل امام کے پہلو میں تنہا کھڑا ہونے والا مقتدی کرے کہ جس کی وجہ سے تقدم اِلی الامام لازم آجائے تو یہ باعثِ فسادِ اقتدار، نماز باطل۔

(۳) کسی وسیع نہر کے دونوں کناروں پر الگ الگ دو شخصوں کا نماز ادا کرنا صحیح۔ نہرِ واسع کی حیلولت کسی کے لئے مفسدِ نماز نہیں۔ لیکن ایسی صورت میں اگر ایک نے دوسرے کی اقتدار کر لی تو یہی حیلولت مُفسدِ اقتدار اور مُبطلِ نماز ہے۔

تو معلوم ہوا کہ فقہی جزئیہ سے فقط یہ ثابت کر دینا کہ فلاں عمل مُفسدِ صلوٰۃ نہیں لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کے مسئلہ کو اس پر قیاس کرکے یکساں حکم لگانا کافی نہیں جب تک یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ جن امور میں امام یا مکبر سے سن کر یا دیکھ کر انتقالات کئے جاتے ہیں ان امور کا تلقن من الخارج مُفسدِ اقتدا نہیں۔

غالباً تنقید نگار پر واضح ہو گیا ہوگا کہ صحت صلوٰۃ اور صحتِ اقتدا میں جس طرح تلازم نہیں اسی طرح فسادِ صلوٰۃ اور فسادِ اقتدار میں بھی تلازم نہیں''

اس ''تحقیق انیق'' کا حاصل یہ ہے کہ:

''ایک ہی شئی ہے جس کے ہوتے ہوئے امام یا منفرد کی نماز تو صحیح ہے، لیکن مقتدیوں کی نماز فاسد ہے۔ لہٰذا فسادِ اقتدا، اور مطلق فسادِ نماز میں

عدمِ تلازم کی دلیلِ قطعی قائم ہوگئی "

لیکن ہم نے اس تلازم کا دعویٰ کب کیا؟ اور اس کے عدمِ ثبوت سے ہمارے مُدّعا پر اثر کیا پڑا۔؟

ہم نے تو مقتدی کی نماز واقتدار کے فساد وصحت میں تلازم کو ثابت کیا ہے نہ کہ مطلق نماز اور اقتدار میں۔ یہ کس نے کہہ دیا کہ امام یا منفرد کی "صحتِ نماز" کو مقتدی کی "صحتِ اقتدار" لازم ہے؟

حضور والا! اس مسئلۂ مبحوثہ میں دونوں طرح کے مقالات، اور جواب، وجوابُ الجواب کا موضوعِ بحث صرف یہی سوال تو ہے کہ:

"آلۂ مکبّر الصوت سے مسموع آواز پر مقتدی کی نماز فاسد ہوگی، یا نہیں؟"

آپ نے "فساد" کا نظریہ اختیار کیا، اس پر دلائل قائم فرمائے اور یہ ثابت کیا کہ مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ ہم نے "عدمِ فساد" کے نظریہ کو ترجیح دی اور حدیثِ اہلِ قباء، اتباعِ خارج کے جواز کے فقہی جزئیات سے نمازِ مقتدی کا عدمِ فساد ثابت کیا، پھر بعد کے تمام مُباحثے ومُکالمے بھی اسی موضوع کے دائرے میں گردش کرتے رہے۔ غرضیکہ انصاف کے ساتھ ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو قلم کہے، نہ کہے ضمیر کی آواز یہی ہوگی کہ آغاز تا انجام ساری اَبحاث کا مرکز صرف مقتدی کی نماز ہے۔

اور الحمد للہ گزشتہ اوراق سے مقتدی کی نماز واقتدار کی صحت میں تلازم اَظہر من الشمس ہوچکا ہے حتیٰ کہ حضرت محقق کے تینوں جزئیات میں بھی اس کا روشن ثبوت موجود ہے۔ کما لا یخفیٰ۔

ہم مزید وضاحت کے لئے مجیبِ لبیب کی توجہ انھیں کے کلام کے چند گوشوں کی طرف مبذول کراتے ہیں:

(۱) آپ نے فرمایا تھا:

(مدبر تقدیرِ قسمِ ثالث) صحتِ صلوٰۃ کے لئے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ فلاں

فلاں امور جس طرح مُفسدِ صلوٰۃ نہیں، اسی طرح مُفسدِ اقتدار نہیں "

اس سے آپ کی مراد کیا یہ ہے کہ۔

(ا) فلاں فلاں امور جس طرح منفرد، یا امام کے حق میں مُفسدِ نماز نہیں، اسی طرح مقتدی کے لئے مُفسدِ اقتدار نہیں۔؟

یا یہ مراد ہے کہ۔

(ب) وہ امور جس طرح مقتدی کے حق میں مُفسدِ نماز نہیں اسی طرح مُفسدِ اقتدار بھی نہیں؟

اگر اول مراد ہو تو وہ ہمیں مُضر نہیں کہ ہم نے اتباعِ خارج کی بحث میں مقتدی کی نماز کا عدمِ فساد ثابت کیا ہے ــــ اور اگر ثانی مُراد ہو تو صحتِ صلوٰۃ کو صحتِ اقتدار لازم ہے اسلئے کسی بھی ایک کے ثابت ہوجانے پر دوسرے کا ثبوت یقینی ہے اور جب مقتدی کے حق میں صحتِ نماز بالاتفاق ثابت ہے تو الگ سے عدمِ فسادِ اقتدار کے اثبات کا مطالبہ غیر مناسب ہے۔

(۲) آپ نے مُفسد کی تیسری قسم یہ بتائی:

" بالذات مُفسدِ اقتدار اور بالواسطہ مُفسدِ صلوٰۃ "

بتائیے فسادِ اقتدار کے واسطے سے کس کی نماز فاسد ہوگی۔ امام کی، یا منفرد کی، یا مقتدی کی۔؟

اگر اوّل یا دوم مراد ہے تو صرف اقرار فرمالیجئے، قارئین فیصلہ کرلیں گے۔

اور اگر سوم مراد ہے تو تلازم یقیناً موجود ہے لیکن آپ نے مقتدی کے بجائے "منفرد وامام" کا مسئلہ کیسے چھیڑ دیا؟ شاید یہ سہوِ قلم کا نتیجہ ہو!

سچائی کا اعتراف

فاضلِ مجیب نے اس بحث کے اخیر میں سچائی کا اعتراف بھی ان الفاظ میں کیا ہے:

" ہاں یہ تلازم فقط حقِ مقتدی میں متحقق ہے "

میں نے بھی مقتدی ہی کے حق میں تلازُم کا دعویٰ کیا ہے اور جب باتفاقِ رائے، شرعی نظائر سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ آلۂ مکبر الصوت کے استعمال سے مقتدیوں کی نماز فاسد نہ ہوگی تو ساتھ ہی اس امر پر بھی اتفاق ہوگیا کہ ان کی اقتدار بھی نہ فاسد ہوگی وَاللّٰہُ تعالیٰ أَعْلَمُ وَھُوَ الْمُوَفِّقُ لِلَّتِیْ ھِیَ أَسْلَمُ۔

مقالہ نگار کی ایک دلیل کا تجزیہ

یہ بحث نامکمل رہ جائے گی، اگر ہم یہاں پر مقالہ نگار کا وہ قیاس نہ پیش کریں جسے انھوں نے اپنے موقف کی تائید، یا ثبوت میں ترتیب دیا ہے اسلئے ہم وہ قیاس مع تجزیہ، ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

مقالہ نگار نے پہلے آواز کی یہ چار قسمیں بتائیں۔

(۱) حلقوم کی تحریک سے پیدا شدہ، و براہ راست مسموع آواز۔
(۲) آواز باز گشت۔
(۳) فونوگراف سے مسموع آواز۔
(۴) مشین مثلاً ٹیلی فون ولاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز۔

اول فطری آواز ہے باقی غیر فطری۔

پھر ارقام فرمایا؛

"شریعتِ مطہرہ میں عباداتِ مقصودہ کا تعلق فطری آواز سے ہے، دوسری آوازیں عباداتِ محضہ میں نہ باعتبار ایجابِ شئی معتبر ہے، اور نہ باعتبار ادا سے واجب۔

لاؤڈ اسپیکر کی آواز چونکہ چوتھی قسم سے ہے اس لئے نہ تو وہ عباداتِ محضہ میں معتبر، اور نہ اس پر اقتدا درست۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ۔

قیاس غیر فطری آواز شرعاً معتبر نہیں۔ اور جو شرعاً معتبر نہیں اس آواز پر اقتدار درست نہیں۔

صغریٰ کا ثبوت یہ ہے کہ۔

اگر یہ آواز معتبر ہوتی تو اس سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا۔ تالی باطل، فالمقدم مثلہٗ۔

کبریٰ کا ثبوت یہ ہے کہ۔

شرعاً غیر معتبر آواز پر اقتدار درست ہو، تو اجتماعِ نقیضین لازم آئے گا کہ وہ غیر معتبر بھی ہو، اور اُس پر اقتدا، درست ہونے کی وجہ سے معتبر بھی ہو"

تجزیہ یہ قیاس دوؔ مقدمات پر مشتمل ہے۔ صغریٰ، و کبریٰ۔ مگر ان میں سے کوئی بھی اپنے عموم کے ساتھ ثابت نہیں جبکہ مُقدمات کا ثبوت و تحقق تمام اشکال میں لازم ہے، اور کبریٰ کا تو حقیقت میں کوئی وجود ہی نہیں۔

عدمِ ثبوت کی وضاحت امور ذیل سے ہوگی۔

(۱) "غیر فطری آواز شرعاً معتبر نہیں" یہ دعویٰ عام ہے کہ
(الف) یہ آواز نہ تو کسی عبادتِ مقصودہ کے ایجاب میں معتبر ہے۔
(ب) اور نہ ہی اس کی ادا کے باب میں اس کا اعتبار ہے۔

لیکن اس دعوے کی دلیل خاص ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"اگر یہ آواز معتبر ہوتی، تو اس سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا۔ تالی باطل، فالمقدم مثلہٗ"

اس دلیل سے دعوی کے صرف پہلے جزء (الف) کی ایک خاص عبادت سجدۂ تلاوت کے متعلق یہ ثابت ہوا کہ اس کا وجوب غیر فطری آواز سے نہ ہوگا۔ اور دوسرے جزء (ب) پر تو اس کی سطر سے کوئی دلالت ہی نہیں۔ تو دلیل خاص ہوئی اور ظاہر ہے کہ دلیلِ خاص سے دعویٰ عام کا ثبوت ہرگز نہ ہوگا۔ جیسے ایک شخص دعوی کرے کہ

"غیر جامد عقلاً ناطق نہیں" اور اس پر دلیل یہ پیش کرے کہ۔

اگر غیر جامد ناطق ہوتا، تو گھوڑا ناطق ہوتا، شجر بھی ناطق ہوتا۔ تالی باطل۔ فالمقدم مثلہٗ۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ گھوڑا یا شجر کے ناطق نہ ہونے سے مذکورہ دعویٰ عام ہرگز ثابت نہ ہوگا کہ غیر جامد کے عموم میں انسان بھی داخل ہے، یہی، بلکہ اس سے کمزور تر حال حضرت محقق کی درج بالا دلیل کا ہے۔

(۲) "جو آواز شرعاً معتبر نہ ہو، اس پر اقتدا، درست نہیں" یہ کبریٰ ہے جو دو وجہ سے ساقط الاعتبار ہے۔

(الف) ابھی واضح کیا گیا کہ غیر فطری آواز صرف وجوبِ سجدہ کے باب میں غیر معتبر ہے اس لحاظ سے یہ "کبریٰ" فی الواقع "جزئیہ" ہوا۔ جب کہ شکل اول کے انتاج کے لئے کلیتِ کبریٰ شرط ہے۔

(ب) بلکہ کبریٰ سرے سے یہ بنیاد ہی غلط ہے کیونکہ شرعی نقطۂ نگاہ سے اس امر کا کوئی ثبوت ہی نہیں کہ:

"جس آواز سے سجدۂ تلاوت واجب نہ ہو، اس پر اقتدار درست نہیں"

جیسا کہ دوسری دلیل کے اخیر میں[1] اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

ہاں حضرت محقق نے اس کے ثبوت میں ایک "دلیلِ قطعی" کا انکشاف کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

"شرعًا غیر معتبر آواز پر اقتدار درست ہو تو اجتماعِ نقیضین لازم آئے گا کہ وہ غیر معتبر بھی ہو، اور اس پر اقتدار درست ہونے کی وجہ سے معتبر بھی ہو"

حیرت ہے کہ "علومِ عقلیہ کے ماہر کامل" سے اتنا بڑا تسامح کیسے ہو گیا۔؟ منطق سے نابلد مجھ جیسا بے بضاعت بھی جانتا ہے کہ اجتماعِ نقیضین کے لئے آٹھ شرطیں ضروری ہیں ؎

در تناقض ہشت وحدت شرط داں ✣ وحدتِ موضوع و محمول و مکاں

اور یہاں پر "وحدتِ مکان" کی شرط مفقود ہے کیونکہ غیر فطری آواز کے معتبر نہ ہونے کا مکان "سجدۂ تلاوت" (بلحاظ وجوب) ہے اور اس کے معتبر ہونے کا مکان "نماز" (بلحاظ ادا) ہے تو اتحادِ مکان نہ پایا گیا، اور اجتماعِ نقیضین بھی نہ لازم آیا، لہٰذا کبریٰ کا ثبوت بھی نہ ہوا۔

جب صغریٰ اپنے عموم کے ساتھ ثابت نہیں، اور کبریٰ کا اصلاً کوئی وجود ہی نہیں تو ان کی بنیاد پر یہ فیصلہ صادر کرنا کہ

---

[1] دوسری دلیل۔ بحث آلۂ مطلقہ۔ جواب (ب)۔ ص ۳۹ نیز خلاصۂ مباحثہ۔ نمائندہ اہتمام کی بحث

"غیر فطری (مثلاً لاؤڈ اسپیکر کی) آواز پر اقتدار درست نہیں"

محض بے جا و نادرست ہے۔

علاوہ ازیں آوازِ بازگشت و آوازِ گراموفون پر عدمِ وجوبِ سجدہ کی بنیادی وجہ قولِ راجح پر "اعادۂ سماع" ہے جیسا کہ دوسری دلیل[1] میں تفصیلاً بیان ہوا، اور لاؤڈ اسپیکر میں اصلاً اعادۂ سماع نہیں پایا جاتا۔ اس لئے اس سے آیتِ سجدہ سننے پر سجدۂ تلاوت کا وجوب ہوگا۔ تو لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز "بابِ ایجاب" میں معتبر ہوئی لہٰذا "بابِ ادا" میں بھی معتبر ہوگی۔

حضرتِ محقق کا جواب

اس کے جواب میں مجیب لبیب نے پہلے کلیتِ کبریٰ کی بداہت و کمالِ انکشاف کا خطبہ پڑھا لہٰذا یہ ہمارے تمام معروضات ناقابلِ اعتنا، بلکہ ھَبَاءً مَّنثُورًا ہو گئے۔

پھر یہ نکتہ آفرینی کی:

"اگر آپ کو (کبریٰ کی بداہت و کمال انکشاف کے باوجود) تسلی نہیں ہوتی تو کم از کم اس نقطۂ نگاہ سے سوچیں کہ وہ غیر فطری آواز جسے ہم سنتے ہیں وہ متکلم کا فعلِ غیر ارادی ہے اور غیر ارادی فعل عباداتِ محضہ میں معتبر نہیں اب آپ صغریٰ کبریٰ کا اقتران کر کے نتیجہ نکال لیجئے۔ صغریٰ کبریٰ دونوں بدیہی ہیں"

ضرور بدیہی ہیں، مگر بدیہی البطلان (کما مرّ)

آئیے ہم اپنا مقدمہ امام احمد رضا قدس سرہٗ کی بارگاہ میں پیش کریں، جن کے فیصلے سے ہم کو بھی تسلی ہوگی، اور آپ کو بھی۔

امام ممدوح آپ کی بیان کردہ ایک غیر فطری آواز کے متعلق فرماتے ہیں:

"جس طرح زبانِ قاری سے جو ادا ہوا قرآن ہی تھا، یوں ہی اب جو اس آلہ سے ادا ہوگا قرآن ہی ہوگا ——— جب اس سے کوئی آیۂ کریمہ ادا کریں کوئی شبہہ نہیں کر سکتا کہ وہ آیت ادا نہ ہوئی ضرور ادا ہوئی،

---

[1] دوسری دلیل بحث آلۂ مطلقہ۔ "ایک اشکال کا جواب" ص ۳۵

اور اسی تادیہ سے ہوئی جو اصل قاری کی زبان و گلوسے پیدا ہوا تھا ،، (۱)

،، ہم ثابت کر آئے ہیں کہ یہ جو فونو سے سننے میں آئی اسی مکلف عاقل ، ذی ہوش کی تلاوت ہے ، نہ کہ اس کی مثال و حکایت ۔،، (۲)

جب تلاوت اسی مکلف ، عاقل ، ذی ہوش کی ہے آیت اسی تادیہ سے ادا ہوئی جو اصل قاری کی زبان و گلوے پیدا ہوا تھا تو یہ متکلم کا فعلِ غیر ارادی نہ ہوا۔

علاوہ ازیں ہم مختلف دلائل سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز وہی آوازِ متکلم ہے اور اس کا حکم اصلِ آواز کا ہے تو ان دلائل سے بھی اس کا فعلِ ارادی ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ اس لئے ارادی ، غیر ارادی کی تفریق یہاں درست نہیں۔

جب اس حیثیت سے بھی آوازِ مبحوث کی نا اعتباری ثابت نہ ہوئی تو بات پھر وہیں جا کر رکی ، جہاں سے شروع ہوئی تھی کہ کبریٰ سرے سے بے بنیاد و غلط ہے اور اجتماعِ نقیضین کا لزوم ،، محال و باطل ۔ فالحمدُ للہِ تعالیٰ ۔

(۱ - ۲) فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اخیر ص ۲۰ ۔ رسالہ کشف شافیا ۔

○ فقہائے ماضی کے فتاویٰ

○ علمائے عصر کے آرا و نظریات
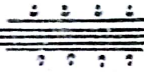
○ ارکانِ شرعی بورڈ کا نتیجۂ بحث

فقہائے ماضی کے فتاویٰ

ماضی قریب کے بہت سے فقہائے اہلِ سنت لاؤڈ اسپیکر پر اقتدار کے جواز کے قائل تھے، البتہ کچھ حضرات اسے خلافِ اولیٰ قرار دیتے تھے۔ تلاش و جستجو کے بعد ایسے جتنے بزرگوں کے متعلق مجھے صحیح معلومات فراہم ہوسکی ہیں ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔

(۱) صدرُ الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ رشید و خلیفہ اعلیٰحضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ۔ (م ۱۳۶۷ھ)

(۲) سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) صدرُ العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ رشید حضرت صدر الشریعہ (مصنف بہار شریعت) رحمۃ اللہ علیہ۔

(۴) فقیہِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب نعیمی قادری رحمۃ اللہ علیہ بانی و مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ۔ بصیر پور۔

(۵) مفسرِ قرآن حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی رحمۃ اللہ علیہ والد ماجد حضرت علامہ و مولانا اختر رضا خاں ازہری مدظلہ جانشین حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء)

(۶) حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ تصانیفِ کثیرہ۔

(۷) حضرت مولانا مفتی عبد الحفیظ صاحب حقانی رحمۃ اللہ علیہ مفتی آگرہ۔ کراچی۔ (م ۱۹۵۸ء)

(۸) حضرت مولانا مفتی افضل حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی مرکز اہلسنت بریلی شریف۔

(۹) حضرت مولانا شاہ عمر صاحب نعیمی۔ پاکستان ⎫ ان حضرات کا نظریہ حبیب الفتاویٰ کے

(۱۰) حضرت مولانا عبد العزیز صاحب ناگپوری ⎭ ذریعہ معلوم ہوا۔ کما یا تی

(۱۱) حضرت مولانا عارف اللہ شاہ۔ مرحوم۔ پاکستان۔ انھوں نے اپنے نظریۂ جواز کی اشاعت اپنے زیر ادارت نکلنے والے ایک پرچے السالک میں کی تھی۔

ان حضرات میں سے جن کے فتاویٰ دستیاب ہوسکے ان میں سے چند کا تذکرہ تمہید کتاب میں گزر چکا ہے، بقیہ فتاویٰ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

فتویٰ حضرت فقیہِ اعظم پاکستان*

سوال: لاؤڈ اسپیکر پر رکوع و سجود کرنے والے نمازیوں کی نماز ہوگی، یا نہیں۔؟

جواب: امام صحیح الصلوٰۃ کے ایسے مقتدی جو امام کے انتقالات پر بذریعہ سپیکر مطلع ہو کر، امام ہی کی مُتابعت کرتے ہوئے نماز ادا کریں تو ان کی نمازیں یقیناً صحیح ہیں کہ لاؤڈ اسپیکر سے سُنی گئی آواز، امام ہی کی تو آواز ہے جو قوتِ برقیہ سے قوی ہو جاتی ہے۔

رہا بعض حضرات کا "صدا" کہنا۔ تو وہ اُنکا اپنا نظریہ ہے جو غیر نہیں بنا سکتا، خصوصًا جبکہ یہ مُحقق ہو چکا کہ "صدا" بھی آوازِ اوّل ہی ہے۔ تو جوازِ نماز میں کیا شبہ؟

بلکہ اگر بالفرض غیر آوازِ امام ہو تب بھی نمازیں صحیح ہیں کہ سپیکر بیچارہ خود تو ناطق نہیں، اس سے سنی گئی آواز عین ہو، یا غیر۔ اتنا ضرور مُتیقّن کہ آوازِ امام سے ہی پیدا ہوتی ہے بِنَاءً عَلَیْہِ انتقالاتِ امام کی یقینی دلیل ہے۔ لہٰذا امام سے دور مقتدی اسکے ذریعہ، انتقالاتِ امام کا یقینی علم حاصل کر لیتے ہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ امام یا مُبلغ کی آواز سنا شرائطِ اقتداء سے ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ انتقالاتِ امام کا مُطلق علم ہی شرط ہے۔ در المختار ص۱۵۵ شامی ص۴۱۵ جلد۱۔ میں ہے وَالنَّظْمُ مِنَ الدُّرِّ: وَعِلْمُہٗ بِانْتِقَالَاتِہٖ فتاویٰ امام قاضیخاں ص۴۵ میں ہے وَلَا یَشْتَبِہُ عَلَیْہِ حَالُ الْإِمَامِ بِسَمَاعٍ أَوْ رُؤْیَۃٍ صَحَّ الْإِقْتِدَاءُ فِیْ قَوْلِہِمْ...... رہی شامی کی قید "مِنَ الْإِمَامِ أَوِ الْمُکَبِّرِ" تو وہ قطعًا مُضر نہیں کہ یہ سماع اسی آواز کا ہی سماع ہے جس کی ابتداء امام سے ہے کہ "مِنْ" ابتدائیہ، ابتداءِ بلاواسطہ کا اقتضاء نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں ہے "ھُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ تُرَابٍ" "اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ" تو جس طرح کئی واسطوں کے باوجود "مِنْ تُرَابٍ" اور "مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ" صادق آ رہا ہے اسی طرح سپیکر کے واسطہ کی صورت میں "سَمَاعٍ مِنَ الْإِمَامِ" بھی صادق آ رہا ہے۔ نیز قرآن کریم نے "دعوۃ إلی المحشر" بواسطہ صُور سن کر آنے والوں کو، داعی کے مُتبع "بتایا ہے، نہ "مُتَّبِعِیْنِ صُوْر" فرمایا: یَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَہٗ۔ تو معلوم ہوا کہ واسطہ غیر مختار

* حضرت مولانا نور اللہ صاحب بصیری علیہ الرحمۃ۔

کی صورت میں اتباع اُسی کی ہوتی ہے جو اصل آواز کنندہ ہے تو یہاں بھی امام ہی کی اتباع ہے گی، نہ کہ سپیکر کی۔

تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ نمازیں قطعاً صحیح ہیں، اور فاسد و باطل نہیں کہ فساد و بُطلان تو کسی شرط، یا رکن کے فقدان پر ہی مُرتب ہوتا ہے کما فی الغنیۃ ص ۴۱۲ والشامی ص۵۷۴ ج ۱"(۱)

فتویٰ حضرت مولانا مُفتی عبد الحفیظ صاحب علیہ الرحمۃ سابق مفتی آگرہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز میں امام کے سامنے اگر لاؤڈ اسپیکر رکھدیا جائے تاکہ اسکے ذریعہ تکبیرات کی آواز دور تک پہونچ سکے تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب ———— وَھُوَ الْمُلْھِمُ لِلصَّوَابِ

بقاعدہ شرعیہ "اَلْأَصْلُ فِی الْأَشْیَاءِ اَلْاِبَاحَۃُ" بولنے والے کی آواز کو دور تک پہونچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال مباح و جائز ہے۔

مباح وہ امر ہے جس کے استعمال و عدم استعمال دونوں کی اجازت ہے۔ نہ کسی چیز پر ثواب نہ عقاب۔ اباحتِ اصلیہ" وہ ہے جسکے دونوں پہلو فعل و ترک برابر ہوں، ہاں عوارض و لواحق کی وجہ سے فعل کا پہلو بھی غالب ہوسکتا ہے اور ترک کا بھی۔ جانبِ فعل میں مستحب۔ سنت۔ واجب۔ فرض کی قسمیں علیٰ حسبِ الدلیل پیدا ہوجائیں گی اور جانبِ ترک میں خلاف اولیٰ، اساءت، کراہت، حرمت۔ کی قسمیں علیٰ حسب الدلیل رو نما ہوجائینگی۔ (لاؤڈ اسپیکر) نماز میں امام کی تکبیرات کی آواز دور تک پہونچانے کیلئے استعمال کیا جائے تو فی نفسہٖ مباح ہے کہ اس سے کوئی بری چیز نہیں سنائی جارہی ہے۔ مگر اس خصوص مسئلہ میں صرف اسی قدر سے استعمال جائز نہ ہوگا بلکہ یہاں ایک مسئلہ شرعیہ اور ہے وہ ہے مسئلہ اقتدار۔ (اقتدار) جسکے بغیر کسی شخص کے ساتھ کسی کی نماز صحیح نہیں ہوسکتی۔ اسی واسطے نمازِ جماعت

---

(۱) فتاویٰ نوریہ ص۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹۔ ج ۱ طبع اول ۱۹۸۳ء۔ حضرت مفتی صاحب موصوف کے فتوے کا صرف ایک مختصر سا اقتباس تمہید کتاب میں نقل ہے اسلئے ازراہِ افادہ یہ تفصیلی فتویٰ یہاں درج کیا "ن

میں نیتِ اقتدا کو شروطِ صحتِ صلوٰۃ میں بتایا گیا ہے درمختار میں ہے وَالصُّغْرٰی رَبْطُ صَلٰوۃِ الْمُؤْتَمِّ بِالْإِمَامِ بِشُرُوْطٍ عَشَرَۃٍ - نِیَّۃِ الْمُؤْتَمِّ الْاِقْتِدَاءَ ہاں ایک مقتدی اپنے دوسرے ساتھی مقتدی کی بھی اقتدا کرسکتا ہے مگر یہ اقتدا حقیقۃً اس کی اقتدا نہیں جسطرح صورتِ تبلیغ میں مُبلغ کی آواز کی دوسرے مقتدی اتباع کرتے ہیں اور یہ اسلئے کہ وہ خود امام کا مقتدی ہے اور داخل فی الصلوٰۃ ہے اور وہ بھی جب جماعتِ کثیرہ ہو اور امام کی آواز دور تک نہ پہونچ سکے ——— غرضیکہ اقتدا تکبیرات میں یا تو امام کی آواز کی کریگا، یا مُبلغ کی آواز کا اتباع کرے گا۔ کسی اور کی آواز کا نہیں ورنہ نماز فاسد ہوگی ——— فتاویٰ شامی میں ہے وَکَذٰلِکَ الْمُبَلِّغُ إِذَا قَصَدَ التَّبْلِیْغَ فَقَطْ خَالِیًا عَنْ قَصْدِ الْإِحْرَامِ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ وَلَا لِمَنْ یُّصَلِّیْ بِتَبْلِیْغِہٖ فِیْ ھٰذِہِ الْحَالَۃِ لِأَنَّہٗ اقْتَدٰی بِمَنْ لَّمْ یَدْخُلْ فِی الصَّلٰوۃِ - اَقُوْلُ لٰکِنَّ ھٰذَا فِیْ تَکْبِیْرَۃِ الْاِفْتِتَاحِ أَمَّا فِیْمَا سِوٰی ذٰلِکَ مِنَ التَّکْبِیْرَاتِ وَالتَّسْمِیْعِ وَالتَّحْمِیْدِ إِذَا لَمْ یَقْصِدِ الذِّکْرَ بَلِ الْإِعْلَامَ فَقَطْ فَلَا فَسَادَ فِیْہِ - قَالَ الْعَلَّامَۃُ الشَّامِیُّ أَمَّا التَّسْمِیْعُ مِنَ الْإِمَامِ وَالتَّحْمِیْدُ مِنَ الْمُبَلِّغِ وَتَکْبِیْرَاتُ الْاِنْتِقَالَاتِ مِنْھُمَا إِذَا قَصَدَا بِھَا ذِکْرَ الْإِعْلَامِ فَقَطْ فَلَا فَسَادَ لِلصَّلٰوۃِ کَذَا فِی الْقَوْلِ الْبَلِیْغِ لِلسَّیِّدِ الْحَمَوِیِّ وَأَقَرَّہُ السَّیِّدُ مُحَمَّدٌ أَبُو السُّعُوْدِ فِیْ حَوَاشِیْ مِسْکِیْنٍ وَالْفَرْقُ أَنَّ قَصْدَ الْإِعْلَامِ غَیْرُ مُفْسِدٍ کَمَا لَوْ سَبَّحَ لِیُعْلِمَ غَیْرَہٗ أَنَّہٗ فِی الصَّلٰوۃِ وَلَمَّا کَانَ الْمَطْلُوْبُ ھُوَ التَّکْبِیْرَ عَلٰی قَصْدِ الذِّکْرِ وَالْإِعْلَامِ فَإِذَا مَحَضَ قَصْدُ الْإِعْلَامِ فَکَأَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ وَعَدَمُ الذِّکْرِ فِیْ غَیْرِ التَّحْرِیْمَۃِ غَیْرُ مُفْسِدٍ -

لاؤڈ اسپیکر بہرحال اقتدا کیلئے امام کی آواز ہو یا مُبلغ کی، غیر کی نہیں۔ لاؤڈ اسپیکر سے نکلنے والی آواز اگر امام کی آواز نہیں تو ظاہر ہے کہ اس آواز پر اقتدا کیسے صحیح ہوگی ——— ہمارے بعض علماء نے لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو "صدیٰ" بتایا ہے یعنی یہ آواز امام کی آواز نہیں بلکہ آوازِ بازگشت ہے۔ یعنی جس سے آواز ٹکرائی اس کی آواز ہے۔ لہذا اس پر اقتدار صحیح نہیں۔

اس مقام پر میرے دو معروضات ہیں۔ (۱) اول تو فقہ کی کسی کتاب میں

یہ جزئیہ نہیں کہ اِقتِدا بِالصَّدیٰ جائز نہیں ـــــ ہاں صرف سجدۂ تلاوت کے بیان میں صرف یہ جزئیہ ہے کہ صدیٰ سے اگر آیت سجدہ سنی گئی تو سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ لیکن سجدۂ تلاوت پر اقتدا کا قیاس کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ جب کہ علّتِ جامعہ کا پتہ نہیں۔ اور اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ آوازِ صدیٰ کو مُحاکات تصور کیا تو اقتدا کے مسئلہ میں نفیِ اقتدار پر مُحاکات کی تصریح ضروری ہے کہ بہ نسبت اس کے زیادہ اہم ہے اور تصریح کہیں نہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مُحاکات پر اقتدا ہوسکتی ہے اگرچہ سجدۂ تلاوت واجب نہ ہو۔

علاوہ بریں اس صورت میں وجوب و عدمِ وجوبِ سجدہ میں خود اختلاف ہے،

قَالَ العَلَّامَۃُ الشَّامِی تَحْتَ قَوْلِ الشَّارِحِ "وَالطَّیْرِ" "ھُوَ الْأَصَحُّ ـ زَیلَعِی، وَغَیْرُہٗ ـ وَقِیلَ تَجِبُ فِی الحُجَّۃِ ھُوَ الصَّحِیحُ ـ تَاتَارخَانِیۃ ـ عدمِ وجوب کو "اصح" فرمایا اور وجوب کو "صحیح"، تو تصحیح دونوں طرف ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اصح کے مقابلہ میں صحیح ہے اور صحیح باطل و فاسد نہیں تو سجدۂ تلاوت کر لینا باطل و فاسد نہ ہوا۔ پس یہ اختلاف وجوب و عدمِ وجوب میں ہے جواز میں نہیں۔ فساد کا احتمال نہیں۔ اگر اِقتدا بالصدیٰ کو اسی پر قیاس کر لیں تو اختلاف اصح اور صحیح کا ہوگا یعنی ایک قول پر اقتدا اصح نہیں دوسرے قول پر صحیح۔ جواز میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ فاسد و باطل کسی قول سے ثابت نہیں ہوسکتا ہے اسی طرح لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو صدیٰ مان ہی لیا جائے تو اس آواز پر اقتدا اصح اور صحیح کے درمیان دائر رہے گی مگر فاسد و باطل نہ ہوگی۔

(۲) لاؤڈ اسپیکر کی آواز صدیٰ ہی نہیں اس لئے کہ صدیٰ کا وجود وہاں پایا جائیگا جہاں آواز کی کیفیت کو لیجانے والی ہوا کی لہریں اور موجیں کسی ٹھوس اور ایسے جسم سے جس سے ہوا پار نہ ہوسکے ٹکرائیں اور پار نہ جاسکیں تو یہ واپس ہونگی اور اس جسم سے ٹکرانے کی (قوت) لیکر واپس ہونگی۔

لاؤڈ اسپیکر کے متعلق اصحابِ فن سے معلوم ہوا کہ مائکروفون سے لے کر لاؤڈ اسپیکر یعنی ہارن تک کوئی ایسی چیز نہیں جو غیر موصِل ہو، اور بجلی کے کرنٹ کو روکے اور وہ وہیں سے واپس لوٹ پڑے۔ بولنے والے کی آواز کی کیفیت کو بجلی نے لیا اور ایمپلی فائر سے گزرتی ہوئی ہارن تک پہونچی اور وہاں سے ہوا میں پھینکدیا، درمیان میں نہ کہیں سکون ہے نہ ٹکراؤ سے واپسی۔ جب یہ صدیٰ نہیں تو صدیٰ پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں اور محض گمان کی بنا پر سجدہ پر صدیٰ سے اِقتدا بالصدیٰ کا مسئلہ اخذ کر کے لاؤڈ اسپیکر کو ادھر گھسیٹنا کسی طرح مناسب نہیں۔

عدمِ مُغایرت

اگر تغایُر کچھ ہوسکتا ہے تو بولنے والے کی آواز اور صدیٰ کی آواز میں ہوسکتا ہے کہ وہ آواز ٹکراؤ کی آواز ہے، لیکن جب لاؤڈ اسپیکر کی آواز صدیٰ ہی نہیں تو اس کی آواز کو بولنے والے کی آواز کے مُغایر کہنا (کیسے) صحیح ہوسکتا ہے؟ بولنے والے اور لاؤڈ اسپیکر دونوں کی آواز میں مُغایرت کا نہ ہونا اسی قدر سے بخوبی واضح ہے۔ مگر ہم اسی قدر سے اکتفا نہیں کرتے۔ دو دلیلیں اور ذکر کرتے ہیں۔

دلیل اول یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ ہوا کی لہریں آواز کی کیفیت و خاصیت کو سننے والے کے کان تک پہونچاتی ہیں اگر بولنے والا چند منٹ آہستہ بولے پھر تیز بولنے لگے تو نہیں کہا جائے گا کہ یہ تیز آواز پہلی آواز کی غیر ہے اس لئے کہ شدّت و ضعف میں تغایُر نہیں۔ اَشد کے معنی یہ ہیں کہ اضعف کے مثل اس میں سے اِنتزاع کئے جاسکیں۔ سُلّم العلوم میں ہے وَمَعْنیٰ کَوْنِ أَحَدِ الفَرْدَینِ أَشَدَّ مِنَ الْاٰخَرِ أَنَّہٗ بِحَیْثُ یَنْتَزِعُ عَنْہُ العَقْلُ بِمَعُونَۃِ الوَھْمِ أَمْثَالَ الْأَضْعَفِ ـــــ پس اشد و اضعف دونوں ایک ہی کی فردیں ہیں اور آپس میں متغایر نہیں۔ حاشیہ سلم العلوم میں ہے:

"فرق صرف اتنا ہوا کہ اشد سے جو امثال منتزع ہوئے ہیں وہ اشارۂ حسیہ اور وجود کے اعتبار سے اسکے اجزاءِ مُتباینہ نہیں کیونکہ شدّت اور ضعف کیف کے عوارض سے ہیں بخلاف از دیکے الخ"

پس آوازِ ضعیف صرف شدید ہوگئی یعنی اصل آواز باقی ہے اس پر کیفیتِ شدّت بڑھ گئی اس کیفیت شدت کے بڑھ جانے سے غیریت لازم نہیں آتی ـــ لاؤڈ اسپیکر نے صرف یہ کام کیا کہ آواز کی ضعیف کیفیت کو بڑھا دیا اصل آواز اپنی جگہ رہی ـــــ شمس بازغہ میں حرکت کے بیان میں ہے وَسَتَعْرِفُ أَنَّ الْإِخْتِلَافَ بِالسُّرْعَۃِ

وَالبُطُوْءِ لَا یفتُرُفِیْ وَحْدَۃِ الحَرَکَۃِ ——— دوسری جگہ ہے ۔ وَالحَرَکَۃُ الوَاحِدَۃُ بِالاِتِّصَالِ تَتَدَرَّجُ مِنْ سُرعَۃٍ اِلٰی بُطُوْءٍ وَبِالعَکْسِ وَیَکُوْنُ وَاحِدَۃً ۔ دونوں عبارتیں اس امر میں صریح ہیں کہ کیفیاتِ شدّت وضعف، بطوء وسُرعت کے اختلاف سے اصل چیز میں کوئی فرق نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ شدّت وضعف کے علاوہ اصل آواز کے حروف کی ذات وصفات غُنّہ وادغام، مَدولین، حرکت وسکون ووقف، رفع وخفض میں بال سے زیادہ باریک بھی فرق واقع نہ ہوا ۔ ثابت ہوا کہ لاؤڈ اسپیکر سے نکلتی آواز متکلم کی آواز کی غیر نہیں ۔

دلیل دوم ۔ پھر اربابِ فن نے اس کی تصریح بھی کردی کہ بعینہٖ امام کی آواز ہے ——— جناب مسٹر شبیر علی ایم ۔ اے پروفیسر محکمہ سائنس فرماتے ہیں :

"لاؤڈ اسپیکر کے ڈائل پر سے جو آواز بلند ہو کر دور جاتی ہے وہ بجنسہٖ آوازِ متکلم یا خطیب ہوتی ہے جو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ قوی ہو جاتی ہے (پھر آواز کے سفر کی کیفیت بیان کرنے کے بعد کہا) تو اس صورت میں لاؤڈ اسپیکر کے بعد جو آواز نکل رہی ہے وہ فی الحقیقت اصلی ہی آواز ہے آواز ڈائل پر جا کر ختم نہیں ہو جاتی ۔ لاؤڈ اسپیکر ان ضعیف لہروں میں ایک قسم کی نئی جان ڈال دیتا ہے اور یہ فعل ان لہروں کے معدوم ہو جانے سے پیشتر ہوتا ہے یعنی وہ لہریں متکلم کے مونھ سے نکلی ہوئی بجنسہٖ اپنی اصلی حالت پر قائم رہتی ہیں ۔"

جناب مسٹر مسعود رفیع بی ۔ ایس ۔ سی ڈپٹی ڈائرکٹر آف کمیونیکیشن اینڈ ایویشن ڈیپارٹمنٹ کراچی فرماتے ہیں :

(۱) "جو آواز آلۂ مکبر الصوت کے ذریعہ دور تک پہونچتی ہے وہ بعینہٖ بولنے والے کی آواز ہوتی ہے اور کسی صورت سے کسی قسم کا عکس نہیں ۔

(۲) یہ ہرگز صحیح نہیں کہ آلۂ مکبر الصوت آواز کو گراموفون کی طرح محفوظ کر کے برقی سُرعت کے ساتھ آگے پہونچاتا ہے ۔"

جناب مسٹر الطاف علی صاحب ایم ۔ ایس ۔ سی ۔ ایم ۔ ایس ۔ سی ۔ ای (امریکہ) حسبِ ذیل کے حسب ذیل جوابات دیتے ہیں :

"اس مسئلہ کی تحقیق پہلے بھی ماہرینِ سائنسِ جدید سے کی گئی تھی ۔ انکے جوابات میں کچھ اختلاف واشتباہ رہا ۔ اس لئے وہ تحریریں بھی جناب کے ملاحظہ کیلئے منسلک ہیں ۔ ان میں سے جواب ۱ و ۲ تو اس مسئلہ میں صریح ہیں کہ بذریعہ لاؤڈ اسپیکر جو آواز دور تک سنائی دیتی ہے وہ بعینہٖ متکلم کی آواز ہے ۔ اصلی آواز میں کوئی تبدیلی نہیں ۔ تبدیلی صرف آواز کے مادہ اور مرکب میں ہوئی ۔ جواب ۱ و جواب ۲ رائیں درست ہیں ——— سوال ۳ اس کے بالکل خلاف ہے یہ رائے لکھتا ہے کہ وہ اصلی آواز کا عکس ہے ——— جواب ۳ درست نہیں ——— پھر ایک سوال کے جواب میں کہا ——— ۵ میں جس تبدیلی کا ذکر ہے اس سے کسی دوسری مُشابہ آواز کا وجود میں آنا مقصود نہیں بلکہ آواز کی لہروں کا برقی لہروں میں اور پھر برقی رَو کا آواز کی لہروں میں تبدیل ہونا مراد ہے ۔ جس سے آواز کی اصلیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ——— موجودہ سائنس کے مطابق لاؤڈ اسپیکر سے نکلنے والی آواز بالکل وہی آواز ہے جو میکروفون سے ہوتی ہوئی ایمپلی فائر میں طاقت حاصل کرنے کے بعد لاؤڈ اسپیکر تک پہونچتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اب یہ پہلے کی نسبت کہیں زیادہ طاقتور ہوتی ہے اور بہت دور تک سنائی دیتی ہے ۔"

(منقول از رسالہ "آلہ مکبر الصوت کے شرعی احکام" ——— دار الاشاعت مندر روڈ ۔ کراچی)

ان تمام اقوال سے ثابت ہو گیا کہ وہ آواز جو لاؤڈ اسپیکر سے نکل رہی ہے بعینہٖ بولنے والے کی آواز ہے ۔ پس اس آواز پر اقتدا آوازِ غیر پر اقتدا نہیں جو مُفسِد یا مکروہ ہو ۔ اقتدا بالکل صحیح ہے ۔

چند شبہات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے یہ دستور جاری ہے کہ جماعت کثیرہ کی صورت میں امام کی تکبیر کی آواز پہونچانے کیلئے مُبلّغ سے کام لیا جاتا ہے اگر لاؤڈ اسپیکر سے کام لیا گیا تو طریقۂ معہودہ مسدود ہو جائے گا جو کسی طرح مناسب نہیں ـــــ گذارش یہ ہے کہ یہ طریقۂ تبلیغ فرض، واجب وسنت تو ہے نہیں بلکہ صرف مستحب ہے۔ فتاوی شامی میں ہے وَأَمَّا عِنْدَ الْإِحْتِيَاجِ إِلَيْهِ فَمُسْتَحَبٌّ ـــ اور استحباب بھی بوقتِ حاجت ہے یعنی جب امام کی آواز نہ پہونچ سکے ورنہ مکروہ ہے۔ فتاوی شامی میں ہے وَفِي حَاشِيَةِ أَبِي السُّعُودِ وَاعْلَمْ أَنَّ التَّبْلِيغَ عِنْدَ عَدَمِ الْحَاجَةِ إِلَيْهِ بِأَنْ بَلَغَهُمْ صَوْتُ الْإِمَامِ مَكْرُوهٌ وَفِي السِّيْرَةِ الْحَلَبِيَّةِ إِتَّفَقَ الْأَئِمَّةُ الْأَرْبَعَةُ عَلَى أَنَّ التَّبْلِيغَ حِينَئِذٍ مُنْكَرٌ أَيْ مَكْرُوهَةٌ۔

گزشتہ زمانہ میں کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ جس کے ذریعہ آوازِ امام براہِ راست دور تک پہونچ سکے لہٰذا انتظامِ مُبلّغین کی احتیاج تھی۔ اب جبکہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ خود امام کی آواز دور تک پہونچ سکتی ہے تو مبلّغین کی حاجت نہ رہی قاعدۂ کلیہ مشہور ہے "أَلضَّرُورَةُ تَتَقَدَّرُ بِقَدَرِهَا"، اور اسمیں طریقۂ معہودہ کی مخالفت نہیں۔ اسلئے کہ وہ مشروط بشرطِ احتیاج ہے۔ جب احتیاج نہ رہی تو طریقۂ معہودہ کا ارتفاع سببِ تشویش نہ رہا۔ علاوہ بریں آجکل جماعتِ کثیرہ جمعہ وعیدین وغیرہ میں تبلیغ بہت بے قاعدہ اور خلافِ شرع ہونے لگی ہے۔ مثلاً شور، ہنگامہ خصوصاً (بے علم بہت) شور مچاتے ہیں اور ایک تماشہ بنالیتے ہیں۔ لاؤڈ اسپیکر کی شکل میں یہ شور وغل ختم ہو جائے گا۔

ناواقفیت کی وجہ سے بہت سے لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ تکبیرۂ تحریمہ میں اگر صرف اعلان ہی کا خیال رہا اور تکبیرۂ تحریمہ کا ارادہ نہ کیا تو اس تکبیر پر جو نیت باندھے گا اسکی نماز نہ ہوگی۔ فتاوی شامی میں ہے: وَكَذَلِكَ الْمُبَلِّغُ إِذَا قَصَدَ التَّبْلِيغَ فَقَطْ خَالِيًا عَنْ قَصْدِ الْإِحْرَامِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ وَلَا لِمَنْ يُصَلِّي بِتَبْلِيغِهٖ فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ لِأَنَّهٗ اقْتَدٰى بِمَنْ لَمْ يَدْخُلْ فِي الصَّلٰوةِ ـــــــــ لاؤڈ اسپیکر ہونے میں اس مفسدہ سے بالکل ہی حفاظت ہو جائے گی اسلئے کہ اب سب امام ہی کی آواز پر تکبیر تحریمہ باندھیں گے ـــــ اکثر وبیشتر لوگ لفظ اللہ اکبر صحیح ادا نہیں کرتے جس سے بعض صورتوں میں

تکبیر تحریمہ ادا نہیں، اور نماز شروع نہیں ہوتی جب وہ داخلِ صلوٰۃ نہ ہوئے تو انکی آواز پر اقتدا کرنے والا کیسے داخلِ صلوٰۃ ہوگا کما مرّ۔ علامہ شامی اپنے رسالہ تَنْبِيهُ ذَوِي الْأَفْهَامِ میں فرماتے ہیں وَالْحَاصِلُ أَنَّهٗ لَوْ قَالَ آللّٰهُ أَكْبَرُ مَعَ أَلِفِ الْإِسْتِفْهَامِ لَا يَصِيرُ شَارِعًا بِالْإِتِّفَاقِ كَمَا صَرَّحَ بِهٖ فِي التَّاتَارْخَانِيَّةِ وَلَوْ قَالَ أَكْبَارُ فَعَلَى الْخِلَافِ۔ اس سے پہلے لفظ اکبار کے متعلق فرمایا وَنَقَلَ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ عَنِ الْمَبْسُوطِ الْفَسَادَ وَكَذَا فِي الْبَحْرِ وَمَشٰى عَلَيْهِ فِي الْمُنْيَةِ وَذَكَرَ الشَّيْخُ إِبْرَاهِيمُ فِي شَرْحِهَا أَنَّهُ الْأَصَحُّ ـــــ لاؤڈ اسپیکر کی شکل میں اس مفسدہ سے بھی صیانت رہے گی۔

(۲)۔ لاؤڈ اسپیکر سے آواز اس قدر تیز ہوتی ہے جو چیخنے (صیاح) کے برابر ہو جاتی ہے۔ درمختار میں ہے أَمَّا مَا تَعَارَفُوهُ فِي زَمَانِنَا فَلَا يَبْعُدُ أَنَّهٗ يُفْسِدُ إِذِ الصِّيَاحُ مُلْحَقٌ بِالْكَلَامِ۔ فتح۔

گذارش یہ ہے کہ اولاً تو لاؤڈ اسپیکر کے لئے صیاح اور تیز آوازی خاصۂ لازمہ نہیں بلکہ وہ اختیار میں ہے جب چاہیں تیز کر دیں جب چاہیں ہلکا کر دیں تیزی بوقتِ حاجت اور بقدرِ حاجت ہوتی ہے جیسا مجمع ہوتا ہے ویسی ہی آواز کر دیجاتی ہے۔ اور اگر حاجت سے قدرے زائد بھی ہو جائے تو ممنوع نہیں۔ چنانچہ فتاوی شامی میں ہے۔ وَفِي النَّهْرِ عَنِ الْهِدَايَةِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ لَوْ زَادَ عَلَى الْحَاجَةِ فَهُوَ أَفْضَلُ إِلَّا إِذَا أَجْهَدَ نَفْسَهٗ أَوْ آذٰى غَيْرَهٗ قہستانی۔ ہاں زیادہ تیز آواز کرنے میں اپنے گلے کو تکلیف نہ دیجائے ورنہ بہتر نہیں لاؤڈ اسپیکر میں اپنے گلے کا کوئی سوال نہیں۔

ثانیاً مطلق "صیاح" ملحق بالکلام نہیں بلکہ وہ صیاح ملحق بالکلام ہے جسمیں گلے بازی ہو، تمطیطِ حروف ہو، اظہارِ نغمات ہو، اعجابُ الناس ہو، اور اقامتِ عبادت کا لحاظ نہ ہو۔ علامہ شامی نے اپنے رسالہ میں فرمایا۔ لِأَنَّ الْمُحَقِّقَ (أَيْ صَاحِبَ فَتْحِ الْقَدِيرِ) لَمْ يَجْعَلْ مَبْنَى الْفَسَادِ مُجَرَّدَ الرَّفْعِ بَلْ زِيَادَةَ الرَّفْعِ الْمُلْحَقِ بِالصِّيَاحِ الْمُشْتَمِلِ عَلَى النَّغَمِ مَعَ قَصْدِ إِظْهَارِهٖ بِذٰلِكَ وَالْإِعْرَاضِ عَنْ إِقَامَةِ الْعِبَادَةِ فَقَوْلُ الْمُحَقِّقِ أَلصِّيَاحُ مُلْحَقٌ بِالْكَلَامِ أَيِ الصِّيَاحُ الْمُشْتَمِلُ عَلٰى مَا ذُكِرَ

بِدَلِیْلِ سَوَابِقِ الْکَلَامِ وَلَوَاحِقِهٖ وَبِدَلِیْلِ قَوْلِهٖ وَهٰهُنَا مَعْلُوْمٌ أَنَّ قَصْدَهٗ إِعْجَابُ النَّاسِ بِهٖ إِلٰی اٰخِرِهٖ إِذْ لَا إِعْجَابَ فِیْ مُجَرَّدِ الصِّیَاحِ الْخَالِیْ مِمَّا ذُکِرَ فَتَعَیَّنَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالصِّیَاحِ مَا ذُکِرَ کَمَا لَا یَخْفٰی ــــــــــ فتاویٰ شامی میں ہے أَقُوْلُ: فِیْهِ نَظَرٌ لِأَنَّ الْکَمَالَ لَمْ یَجْعَلِ الْفَسَادَ مَبْنِیًّا عَلٰی مُجَرَّدِ الرَّفْعِ حَتّٰی یَرِدَ عَلَیْهِ مَا فِی السِّرَاجِ الْوَهَّاجِ بَلْ بِنَاءُهٗ عَلٰی زِیَادَةِ الرفع الملحق بالصیاح حیث قَالَ فَإِنَّهُمْ یُبَالِغُوْنَ فِی الصِّیَاحِ زِیَادَةً عَلٰی حَاجَةِ الْإِبْلَاغِ وَالْإِشْتِغَالِ بِتَحْرِیْرَاتِ النَّغَمِ إِظْهَارًا لِلصِّنَاعَةِ النَّغْمِیَّةِ لَا إِقَامَةً لِلْعِبَادَةِ ــــــــــ

یہ ساری بحث مکلّفین و مختارین کے طریقہ پر ہے لیکن لاؤڈ اسپیکر کہ ایک آلۂ غیر مختار ہے جو متکلم کی آواز کا تابع ہے اس میں اظہارِ نغمات وغیرہ کا تو پتہ بھی نہیں تو صرف رفع وجہر زائد رہا اور صرف رفع وجہر حاجت سے زائد مفسد نہیں ــــــــــ

سراج وہاج میں ہے أَنَّ الْإِمَامَ إِذَا جَهَرَ فَوْقَ حَاجَةِ النَّاسِ فَقَدْ أَسَاءَ۔ علّامہ حموی فرماتے ہیں وَالْإِسَاءَةُ دُوْنَ الْکَرَاهَةِ لَا تُوْجِبُ فَسَادًا (رسالہ تنبیہ ذوی الافہام علامہ شامی) اور اساءت بھی جب ہے جب جہر حاجت سے زائد ہو۔ لاؤڈ اسپیکر میں حاجت سے زائد نہیں اگر زائد ہو تو کم کیا جا سکتا ہے ــــــ علاوہ بریں اکثر وبیشتر امام یہ کوشش کرتے ہیں کہ میری آواز دور تک پہونچ جائے اور مشقتِ نفس میں مبتلا ہو جاتے ہیں لاؤڈ اسپیکر امام صاحب کو مشقتِ نفس سے بچائیگا۔

(۳) لاؤڈ اسپیکر سامنے ہونے سے خشوع وخضوع میں فرق آتا ہے۔

گزارش یہ ہے کہ خشوع وخضوع تو اپنا فعل ہے آپ اگر کھونا چاہیں تو ہر وقت کھو سکتے ہیں ورنہ ہر وقت (خشوع وخضوع) رہ سکتا ہے خواہ سامنے سانپ ہو یا شیر ہو ــــــ لاؤڈ اسپیکر کا سامنے ہونا مانعِ خشوع نہیں۔ آپ خشوع سے نماز پڑھئے لاؤڈ اپنا کام کرتا رہے گا اس کا کام آواز کو لے لینا ہے آپ یہ فکر ہی نہ کیجئے کہ آواز میں اس وقت پہنچاؤں، یہ غور ہی نہ کیجئے کہ آواز پہونچی یا نہ پہونچی آپ تو بس نماز پڑھئے۔

(۴) بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ بہر حال لاؤڈ اسپیکر کی تو آواز ہے اور وہ

نماز میں نہیں تو اِقْتِدَا بِمَنْ لَمْ یَدْخُلْ فِی الصَّلٰوۃِ لازم آئی۔

گذارش یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر مُکلّف و مختار ہوتا اور نماز میں داخل نہ ہوتا اور بغیر اللہ اکبر سنے خود اللہ اکبر بولدیتا تو واقعی "اِقْتِدَا بِمَنْ لَمْ یَدْخُلْ فِی الصَّلٰوۃِ" لازم آتی۔ مگر وہ تو بیچارہ غیر مکلف، غیر مختار، بے ہوش وحواس آلہ ہے اس پر "یَدْخُل" اور "لَمْ یَدْخُلْ" صادق ہی نہیں آتا اور پھر جب ثابت ہو گیا کہ اس سے نکلنے والی آواز عینِ آوازِ متکلم ہے تو "اقتدا داخِلُ فِی الصَّلٰوۃِ" کی ہی ہوئی کہ آلہ کا فعل فاعل ہی کا فعل ہے۔

خلاصۂ کلام

یہ کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بر اوّل سے آخر تک اقتدا صحیح ہے اور وہ امام ہی کا مقتدی کہلائے گا۔ وہ اقتدا "اِقْتِدَا بِمَنْ لَمْ یَدْخُلْ فِی الصَّلٰوۃِ" نہ ہوگی جس سے نماز میں فساد لازم آتا ہے۔ اور چونکہ اس میں نفع ہے اور بہت سے ممنوعات ومُفسِدات سے حفاظت ہے جیسا کہ مقام تفصیل میں مذکور ہوا۔ اس لئے آجکل اس کا استعمال نہایت ہی مناسب ہے۔ پھر بھی اگر کوئی استعمال کرے تو مُستوجِبِ لعن طعن نہیں۔ مگر استعمال کرنے والوں پر کوئی جرمِ شرعی بھی عائد نہیں ہوتا۔

بجلی کا فیل ہوجانا

یہ ممکنات سے ہے کہ عین وقت پر بجلی فیل ہوجاتی ہے تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ باقاعدہ مبلّغین کا انتظام رہے اور وہ فوراً تبلیغ شروع کردیں۔ یا شروع ہی سے دو چار مبلّغین تبلیغ کرتے رہیں اگر لاؤڈ اسپیکر چل رہا ہے تو دونوں کا اجتماع ہو جائے گا ورنہ تبلیغِ مختار تو موجود ہی ہے۔ اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں کہ دونوں کا اجتماع رہے۔ دیکھئے نماز میں نیت بِالقلب کو تو ضروری بتایا اور تلفظ بہ الفاظِ نیت کو بدعت بتایا گیا۔ در مختار میں ہے۔ "بَلْ قِیْلَ بِدْعَةٌ"۔ علامہ شامی نے فرمایا فِی الفتح عَنْ بعضِ الْحُفَّاظِ لَمْ یَثْبُتْ عَنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ طَرِیْقٍ صَحِیْحٍ وَلَا ضَعِیْفٍ أَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْإِفْتِتَاحِ "أُصَلِّیْ کَذَا" وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ۔ زَادَ فِی الحلیة: وَلَا عَنِ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ بَلِ الْمَنْقُوْلُ أَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ علیه وَسَلَّمَ کَانَ إِذَا قَامَ

إِلَى الصَّلٰوةِ كَبَّرَ —— لیکن پھر بھی تلفّظ کو مستحب قرار دیا۔ درمختار میں ہے وَالتَّلَفُّظُ بِهَا مُسْتَحَبٌّ۔ ہدایہ میں ہے۔ وَالشَّرْطُ أَنْ يَعْلَمَ بِقَلْبِهٖ أَيَّ صَلٰوةٍ يُصَلِّي أَمَّا الذِّكْرُ بِاللِّسَانِ فَلَا مُعْتَبَرَ بِهٖ وَيَحْسُنُ ذٰلِكَ —— اور وجہ استحسان واستحباب یہ بتائی۔ لِاجْتِمَاعِ عَزِيْمَتِهٖ۔ (ھدایہ) فتاوی شامی میں ہے —— وَلَعَلَّ الْأَشْبَهَ أَنَّهٗ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ عِنْدَ قَصْدِ جَمْعِ الْعَزِيْمَةِ۔ پس ایسی صورت میں "جمع بینَ القلب واللِّسان" مناسب ہوا۔ تو صورتِ تبلیغ میں بھی اگر "جمع بین صوتِ الآلۃ واصواتِ المُبلّغین" ہو جائے تو مُضائقہ نہیں۔

قرأت وسماعت

یہاں تک تو لاؤڈ اسپیکر سے متعلق اہم مسئلہ جو اقتدا کا تھا۔ بحمدِاللہِ کہ مفصل مذکور ہو چکا۔ اور الجھن بھی اسی "اقتدا" کی وجہ سے تھی کہ نمازِ جماعت میں بغیر اقتدا کام نہیں چلتا اور "اقتدا بمَن لَم یدخل فی الصّلٰوۃ" جائز نہیں —— صاف ہو گیا کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز امام کی آواز کی غیر نہیں لہذا اس آواز پر اقتدا "اقتدا بمن لَم یدخل فی الصّلٰوۃ" نہیں —— مع ھٰذا جو فوائد تھے وہ بھی ذکر کر دیئے گئے۔ رہی قرأتِ قرآن کی سماعت کہ یہ بھی حاصل ہو جاتی ہے اور قرآن کی آواز سنکر ایک مسرت سی ہوتی ہے خیالات ووساوس بھی دور ہو جاتے ہیں کہ وہ جب استماع کی طرف متوجہ ہوگا تو دوسری طرف دھیان نہ جائے گا —— اگرچہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر فرد نمازی تک قرآن کی آواز پہونچائی جائے۔ پہونچ جائے تو سنو ورنہ ہاتھ باندھے کھڑے رہو۔

غرض کہ مسئلہ قرأت وسماعت کا تعلق اقتدا سے نہیں جو زیادہ محلِ غور وفکر ہو۔ نہ یہاں مسئلہ صدیٰ اور عینِ آوازِ امام، یا غیرِ آوازِ امام سے تعلق جو یہ تمام مباحث یہاں جاری کئے جائیں۔

هٰذا ما عندی —— واللہ اعلم بالصواب

فقیر عبد الحفیظ عفی عنہ حقانی بریلوی

صدر مدرس ومفتی دار العلوم مظہریہ۔ جامع مسجد آرام باغ —— کراچی۔

۷۸۶

یہ فتویٰ مجھے مولانا عبد المنان کلیمی صاحب (صدر مدرس جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم بھوجپور ضلع مراد آباد) کے بدست ملا۔ اور انھیں حضرت مفتیٔ آگرہ کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد حسن حقانی صاحب (نائب مہتمم دار العلوم امجدیہ، عالمگیر روڈ کراچی) نے دیا۔ مجھے مفتی صاحب موصوف کے فتوے کا عکس ملا تھا، یہ اسی کی نقل مطابق اصل ہے۔ البتہ ہلالین کی عبارتیں میرا اضافہ ہیں۔

محمد نظام الدین الرضوی

۱۱/۱۲/۸۸ء

فتویٰ حضرت مولانا احمد یار خاں صاحب رحمہ اللہ

"لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے میں چند قباحتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں قرأت بقدرِ ضرورت سے زیادہ اونچی آواز سے ہوتی ہے اور یہ مکروہ ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ الخ دوسرے یہ کہ لاؤڈ اسپیکر میں یہ بھی شبہ ہے کہ جو آواز یونٹ سے نکلتی ہے وہ امام کی اپنی آواز نہیں، بلکہ صدائے بازگشت ہے جیسے گنبد، یا جنگل کی آواز۔ اگر یہ ہے تو اس پر نماز کی حرکتیں کرنا زیادہ برا ہے۔

تیسرے یہ کہ اس میں سنت کا ترک ہے یعنی سُنّت یہ ہے کہ نماز میں مکبّر مقرر کئے جائیں اور لاؤڈ اسپیکر میں اس کو بند کر کے آلہ استعمال کرنا ہے اور جو شیٔ رافعِ سُنّت ہے وہ بدعتِ سَیّئہ ہے۔

بہرحال لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا بہتر نہیں ہے۔ باقی لاؤڈ اسپیکر پر اذان وخطبہ وغیرہ سب بلا کراہت جائز ہیں کیونکہ نماز میں وہ پابندیاں ہیں جو اور جگہ نہیں۔" (۱)

(۱) حبیبُ الفتاوی قلمی ص ۴۷، ج ۵ (مجموعہ فتاویٰ حضرت مولانا مفتی حبیبُ اللہ صاحب نعیمی علیہ الرحمہ)

بقیہ بر صفحۂ آئندہ

فتویٰ حضرت مولانا مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمۃ

"صدا سے امام کی تکبیراتِ انتقالیہ سن کر رکوع و سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز صحیح ہے اسلئے کہ جب نماز کے شرائط و ارکان سب موجود، اور مفسدات سب مفقود۔ تو نماز کو فاسد بتانا مخذول و مطرود۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

"گنبد اور لاؤڈ اسپیکر سے امام کی آواز سن کر رکوع و سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ گنبد اور لاؤڈ اسپیکر سے امام کی آواز جو سنائی دیتی ہے وہ آواز، بعینہٖ آوازِ امام ہے۔ اور بعینہٖ آوازِ امام پر رکوع و سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز فاسد نہیں۔

یہ دلیل شکلِ اوّل، بدیہیُ الانتاج ہے جس کا صغریٰ امام اہلسنت اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "الکشفُ شافیاً" سے ثابت۔ اور کبریٰ بدیہی ہے۔ اس لئے کہ جب نماز کے شرائط و ارکان سب موجود، اور مفسدات بالکل مفقود۔ تو فسادِ نماز کا حکم باطل و مردود۔ اور جب دونوں مقدمے صحیح، اور دلیل بھی بدیہیُ الانتاج ہے تو یہ نتیجہ بلا ریب حق و صحیح ہے کہ گنبد اور لاؤڈ اسپیکر سے امام کی آواز سن کر رکوع و سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم" (۱)

حبیبُ الفتاویٰ کا ایک اقتباس

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب نعیمی علیہ الرحمہ اپنے ایک فتوے میں یہ انکشاف فرماتے ہیں:

صفحہ گذشتہ کا بقیہ حاشیہ: بحوالہ، علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ" شائع کردہ نوری کتبخانہ، بازار داتا صاحب، لاہور۔

(۱) اسپیکر (حضرت مفتی صاحب موصوف کے لاؤڈ اسپیکر کے تعلق سے چند فتاویٰ اور ایک مکالمہ کا مجموعہ کل صفحات ۳۲) مرتبہ جناب مولانا ابوالخیر محمد خلیل الرحمٰن رضوی مدرس جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف ص ۷ - ۸۔

"جمہور اکابر اہلِ سنت و جماعت، و مفتیانِ کرام، و علماءِ عظام، و مشائخِ فخام اِس (لاؤڈر) کے استعمال کو اب تک بوجوہِ عدیدہ، و بدلائلِ کثیرہ منع ہی کرتے رہے ہیں۔ مانعین میں دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو مفسدِ نماز قرار دیتا ہے۔ دوسرا گروہ مکروہ و بدعت قرار دیتا ہے۔ ....

حضور صدر الافاضل مولانا الحاج مفتی نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ مرادآبادی، و مولانا شاہ عمر صاحب نعیمی، و مولانا احمد یار خاں صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ، مولانا شاہ مفتی سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی، و مولانا الحاج عبد العزیز صاحب ناگپوری، اور ان کے تلامذہ و متبعین کی بڑی تعداد لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو مکروہ و ممنوع اور بدعت و مانعِ سنت قرار دیتی ہے" (۱)

علمائے عصر کے آراء و نظریات

عصرِ حاضر کے علماء میں جو حضرات لاؤڈ اسپیکر پر اقتدار کو صحیح قرار دیتے ہیں، میں ذیل میں اپنی ناقص معلومات کے مطابق پہلے اُن کا نام پیش کرتا ہوں۔

(۱) حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد عبد القیوم صاحب قبلہ ہزاروی مدظلہ العالی ناظمِ اعلیٰ جامعہ رضویہ نظامیہ - لاہور، پاکستان۔ (جائز بکراہت)

(۲) حضرت علامہ و مولانا سید محمد مدنی میاں اشرفی، جیلانی مدظلہ العالی کچھوچھہ شریف فیض آباد۔

(۳) حضرت مولانا سید حامد اشرف صاحب مدظلہ دار العلوم محمدیہ ممبئی۔

(۴) حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری دام ظلہ، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۸

(۱) حبیبُ الفتاویٰ قلمی ص ۱۸۷ ج ۵ مسئولہ مقبول حسین صدیقی، ۱۱ر شوال ۱۳۹۲ھ۔ یہ اقتباس اور حبیب الفتاویٰ کا گزشتہ فتویٰ، اور بھی اس سلسلے کے کئی فتوے محبِ مکرم جناب مولانا عبد المنان کلیمی صاحب (صدر مدرس جامعہ فاروقیہ بھوجپور، مرادآباد) نے نقل کرکے دئے جو اس وقت حبیبُ الفتاویٰ کو مرتب کر رہے ہیں ۱۲ن۔

(۵) حضرت مولانا مفتی محبوب الاسلام صاحب نسیم اعظمی شیخ الحدیث مدرسہ بحر العلوم مئو۔

(۶) حضرت مولانا مفتی جہانگیر صاحب مدظلہٗ۔

(۷) حضرت مولانا مفتی غلام مجتبیٰ صاحب اشرفی مدظلہٗ، شیخ الحدیث دار العلوم دیوان شاہ۔ بھیونڈی

(۸) حضرت مولانا مفتی محمد ایوب صاحب مدظلہٗ مفتی جامعہ نعیمیہ، بازار دیوان، مراد آباد۔

(۹) حضرت مولانا مفتی عبد العزیز صاحب ناگپوری کے تلامذہ[1] (کسی کا نام نہ معلوم ہو سکا)

میں نے اپنا اصل مقالہ (تمہید۔ اور۔ جوازِ اقتدار کے دلائل) بہت سے علمائے کرام کی خدمات میں اِصلاح کے لئے بھیجا تھا، ان میں سے جن بزرگوں نے اسے شرفِ مطالعہ بخشا اور اپنی گرانقدر رائے یا تأثرات سے نوازا۔ میں انھیں کے الفاظ میں وہ تأثرات ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

حضرت بحر العلوم دام ظلہ العالی★

ہندوستان میں نماز کے اندر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کا مسئلہ شروع سے اختلافی رہا ہے۔ ایک طبقہ نے تو اس کو ابتدا ہی سے رغبت سے استعمال کیا، اور برتا۔ دوسرے طبقہ نے ابتدا میں اس کے خلاف فتویٰ دیا۔ اور اس پر نماز کے اقتدار کی سخت مخالفت کی، پھر خود ہی اس پر نظر ثانی کی اور جواز کے قائل ہو گئے۔

علمائے حق، "علمائے اہلسنت وجماعت"، جو ہر مسئلہ میں حتی الامکان اِسلام کی قدیم روش اور ماثور طریقہ پر عمل درآمد اچھا سمجھتے ہیں۔ انکی بڑی تعداد ابتک اسی بات کی قائل ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز چونکہ امام کی آواز نہیں ہوتی۔ مشینی آلات کے ذریعہ امام کی ہی آواز کے مُشابہ ایک نئی آواز ہے۔ اس لئے اس آواز پر اقتدار صحیح نہیں۔ ہم کو امام کی اقتدار کا حکم ہے، مشین کی اقتدار کا نہیں۔

لیکن علمائے اہلسنت کا ایک قابلِ ذکر طبقہ جو تعداد میں بہت کم تھا۔ اس وقت بھی مندرجہ بالا نقطۂ نظر سے اختلاف کرتا رہا۔ اور لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو عین امام کی آواز

★ شیخ الحدیث دار العلوم اہلسنت شمس العلوم گھوسی۔ مئو۔

(۱) حبیب الفتاویٰ قلمی ص ۱۶۷، ج ۵۔

سمجھ کر جواز کا فتویٰ دیتا رہا۔ اس سلسلہ میں مولانا عبد الحفیظ صاحب مفتی آگرہ، مفتی فضل حسین حمّا سابق مفتی بریلی شریف، اور مفتی نور اللہ صاحب مفتی پاکستان رحمہم اللہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔

اب اس مسئلہ نے ایک نئی کروٹ لی، کہ پورے ہند و پاک کے تمام شہروں کی بیشتر مساجد میں عام مسلمانوں نے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک ابتلائے عام کی کیفیت پیدا ہو گئی، اور کروڑہا مسلمانوں کی نماز کے فساد کا المیہ سامنے آیا۔

صورتِ حال یہ ہو گئی۔ اور مسئلہ نہ منصوص نہ اجماعی۔ بلکہ شروع ہی سے اجتہادی اور اختلافی رہا۔ ایسی صورت میں اس مسئلہ پر نظر ثانی کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی۔

اس قسم کے پیش آمدہ مسائل میں ہمیشہ سے میری یہ رائے رہی، کہ اس زمانہ میں علماء اسلام کی انفرادی طاقت اگرمائل بہ زوال ہے، اور ہم میں ایسے لوگ نہ رہے جو تنہا سر اکیلے ان مسائل کا تصفیہ کر سکیں تو منتخب علماءِ اہل سنت کا ایک بورڈ ہی ترتیب دیدیا جائے۔ جو بحث و تمحیص کے بعد کوئی رائے قائم کرے۔ تاکہ ممکنہ حد تک ہی اتفاقِ رائے فراہم ہو سکے۔

چنانچہ اس مسئلہ پر غور و خوض کے لئے علماء کے ایک بورڈ کی تشکیل ہوئی۔ اور اسکی ایک دو بیٹھکیں بھی ہوئیں۔ لیکن فیصلہ کرنے سے پہلے وہ مجلسِ علماء تتر بتر ہو گئی۔ اور کوئی متفقہ فیصلہ نہ ہو سکا۔

ہمارے مخلص عزیز حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب نائب مفتی اشرفیہ، اس مجلس کے سرگرم ارکان میں سے تھے۔ انھوں نے مجلس کے انتشار کے بعد بھی یہ کام جاری رکھا۔ اور غیر معمولی جد وجہد، اخلاص و لگن کے ساتھ کام کرتے رہے۔ اسی کام سے بارہا ہندوستان کے مختلف قدیم و جدید دینی و علمی مراکز کا دورہ کر کے بالمشافہ تبادلۂ خیال کیا۔ دنیا کے مختلف گوشوں کے سائنسدانوں، اور علماء سے قلمی رابطہ رکھا۔ اور مدتوں کے غور و خوض اور علم و تحقیق کے نتیجہ میں اپنی ایک رائے قائم کی جو مطبوعہ صورت میں اہل اسلام کی خدمت میں پیش ہے۔

یہ ان کی انتہائی نیک نیتی اور صلاح پسندی ہے۔ کہ وہ اب بھی اپنی رائے سے رجوع کرنے کے لئے تیار ہیں، بشرطیکہ یہ واضح ہو جائے کہ حق ان کی رائے کے خلاف ہے۔ اور اس کتاب کی اشاعت کا ایک مقصد علماء کا ردِ عمل معلوم کرنا بھی ہے۔

میں نے مولانا کی یہ کتاب پڑھی، اور ان کے دلائل مجھے دقیع معلوم ہوئے حضرات علمائے اہلسنت سے میری پرخلوص درخواست ہے کہ اس حیثیت سے بھی غور کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ کہ یہ اب ایک عام ابتلاء ہے۔ اور کروڑوں اہلِ اسلام کی نماز کی صحت وفساد کا مسئلہ ہے۔ فقط

عبد المنان اعظمی شمس العلوم گھوسی
ضلع مئو یکم محرم ۱۴۱۰ھ

حضرت مفتی پاکستان دام ظلہ العالی

محترمی ومکرمی حضرت مولانا نظام الدین صاحب زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف!

آپ کا گرامی نامہ اور نماز میں سپیکر کے استعمال سے متعلق آپ کا مقالہ موصول ہوا۔ آپ نے اس کے بارے میں اپنی رائے لکھنے کو فرمایا ہے عدیم الفرصتی کے باوجود آپ کا مقالہ سرسری نظر سے دیکھا، مقالہ آپ کے ذوقِ مطالعہ، شوقِ تحقیق، جودتِ طبع کا مظہر ہے۔

اللہ تعالےٰ آپ کے اس ذوق وشوق میں برکت فرمائے۔ آمین۔

نماز میں اسپیکر کے استعمال کا مسئلہ نصف صدی سے زائد عرصہ سے زیرِ بحث ہے اب تک اس مسئلہ کے مالہٗ وما علیہ پورے خدوخال کے ساتھ واضح ہو چکے ہیں، اب اس مسئلہ میں جواز وعدم جواز کی بحث ختم ہو چکی ہے۔ کیونکہ عدم جواز کی بنیاد دو چیزوں پر تھی۔ ایک یہ کہ یہ صوت امام کی صوت کا غیر ہے۔ دوسری یہ کہ یہ تلقی یا استفادہ من الخارج ہے۔ لیکن ماہرین کی اکثریت بلکہ تمام ماہرین اعلیحضرت کے نظریہ صوت سے متفق ہیں کہ یہ صوت، صوتِ امام ہے، تلقی اور استفادہ مِن الخارج کے بارے میں بھی واضح ہو چکا ہے کہ یہ مطلقاً مفسد صلوٰۃ نہیں، کیونکہ بہت سی جزئیات ایسی ہیں جن میں یہ صورت متحقق ہے لیکن اس کے باوجود فقہاء کرام نے عدمِ فساد کا حکم دیا ہے۔ یا فساد وعدم فساد میں اختلاف کیا ہے۔ آج سے تقریباً تیس سال قبل پنجاب کے ایک نامور عالم اور فقیہہ علامہ مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی نور اللہ مرقدہٗ، نے جواز کو ثابت کرتے ہوئے اپنی تحقیق میں ان جزئیات کو جمع فرمایا ہے۔ اور اس تحقیق میں انہوں نے اعلیحضرت کے رسالہ الکشف شافیا کو بھی مؤید قرار دیا ہے۔

اب نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، کراہت کی حد تک زیر بحث ہے، کراہت کے وجوہ پر غور کیا جائے تو بیشک نماز میں اسپیکر کا استعمال کراہت سے خالی ہرگز نہیں ہے کیونکہ یہ عمل اسلام کے سادہ اور فطری نظام اور اس کے مطلوب یُسر، میں کم از کم خلل انداز ضرور ہے، حاجت اور ضرورت کے بغیر اس کے استعمال نے نہ صرف نماز میں مفاسد پیدا کئے بلکہ معاشرہ پر بھی اثر انداز ہوا ہے، بجلی یا آلہ کے خراب ہونے کی صورت عام پائی جاتی ہے جس کی بنا پر بڑے اجتماعات میں نمازیوں کی نمازیں فاسد ہوتی ہیں دو قریب ترین چند گز کے فاصلہ پر مسجدوں میں نماز جب ایک ہی وقت پر ہو رہی ہو تو دو مسجدوں کے نمازیوں کو امتیاز نہیں رہتا کہ اپنے امام کی تکبیرِ انتقال ہے یا دوسری مسجد کے امام کی، ایک مسجد کا نمازی دوسری مسجد کے امام کی آواز پر انتقالات کرتا ہے مثلاً سجدہ میں دوسری مسجد کے امام کی تکبیرِ سجدہ سے اٹھا، جبکہ اس کا اپنا امام ابھی سجدہ میں ہے۔ یوں آوازوں کا خلط ملط دونوں مسجدوں میں کے نمازیوں کے لئے فسادِ صلوٰۃ کے مواقع پیدا کرتے ہیں، اسپیکر کی آواز پر محلہ اور بازار کے لوگ عدمِ انصات وسماع پر گناہ میں مبتلا ہو رہے ہیں یعنی عوام کے لئے گناہ کے مواقع میں اضافہ کا موجب بن رہا ہے۔ بلکہ مسلمان مسجد کے قریب رہائش پر بیزار ہو رہے ہیں اور مسجد سے دور رہائش اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ گھر میں نیند اور بیمار کیلئے سپیکر وبال جان بنے ہوئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

حرم مکہ میں مسجد حرام سے باہر لوگ بازار میں صف بنا کر سپیکر کی آواز پر اقتداء کر لیتے ہیں۔ حالانکہ درمیان میں سڑکوں، بازاروں، مکانوں کا دور تک فاصلہ ہوتا ہے یہ امر میں نے خود مشاہدہ کیا ہے۔ بلکہ ہند وپاک میں بھی عید، تراویح، جلسوں اور بڑے اجتماعات میں ایسا کرتے ہیں غرضیکہ نماز میں سپیکر کا استعمال کئی پریشانیوں کا موجب ہے جبکہ فائدہ صرف اتنا ہے کہ پچھلی صفوں تک جہاں امام کی آواز نہیں پہنچتی وہاں تک تکبیر کی آواز پہنچانا ہے حالانکہ یہ کام مکبّرین کے ذریعہ آسانی سے انجام دیا جا سکتا ہے۔ جبکہ قرأت کا سنانا یا سننا ضروری نہیں ہے ایک معمولی سے فائدہ کے لئے اتنے بڑے بڑے خطرات مول لینا؟

آپ نے استعمال کے جواز کے لئے جن احتیاطوں کو لکھا ہے ایسی احتیاطوں کو ملحوظ

رکھنے والے حضرات استعمال نہیں کرتے اور جو استعمال کرتے ہیں وہ مذکورہ احتیاطوں کی پرواہ نہیں کرتے، اس صورت میں آپ کا کیا حکم ہوگا ؟

حضرت فقیہ اہل سنت علامہ مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی بصیرپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا رسالہ "مکبر الصوت" ضرور مطالعہ فرمائیں ، والسلام

(مفتی) محمد عبد القیوم ہزاروی
ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (پاکستان)
۲۷ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیرِ نظر کتاب حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور نے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے مسئلے پر تحریر فرمائی ہے۔ اپنے موقف کی حمایت میں حضرت موصوف نے جو شرعی دلائل پیش فرمائے ہیں ضرورت ہے کہ کھلے ذہن سے ان کا جائزہ لیا جائے۔ کسی بھی غیر منصوص مسئلے میں بحث و نظر کی گنجائش ہے اس سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کرسکتا۔

اس لئے میں اہل سنت کے صاحبِ فکر علماء سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ گہری نظر سے اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں اور جس حصہ سے انھیں اتفاق ہو اس کا بھی اظہار کریں، اور جن حصوں سے اختلاف ہو دلائل کے ساتھ ان کی بھی نشاندہی فرمائیں تاکہ مصنف کو اپنے موقف پر نظر ثانی کا موقع ملے۔

بہرحال تلاشِ حق کی اس کوشش کا میں خیر مقدم کرتا ہوں۔

ارشد القادری
خادم ادارۂ شرعیہ بہار۔ پٹنہ نزیل اشرفیہ مبارکپور
۲۲ ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۸۹ء

حضرت قاضی شریعت مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ ائمہ دین وفقہاءِ ملت کی قبروں کو اپنی رحمتوں کا گہوارہ بنائے، کہ ان اکابر امت نے تمام تر اپنا عیش وآرام تج کر، شب وروز، قرآن وسنت میں عمیق فکر وتدبر فرما کر مجتہدانہ بصیرت حاصل کی، اور مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ سے سرفراز ہوئے۔

ان کے علم وفضل، وفکر رسا کا سکہ آج بھی چلتا ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا۔ ان نفوسِ قدسیہ نے قیامت تک پیش آنے والے نئے نئے حوادث ومسائل کے حل کیلئے قرآن وسنت واجماع سے استنباط کرکے ایسے اصول وضوابط منضبط فرما دیئے ہیں کہ انکی روشنی میں پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل ہر دور میں حل کئے جاتے رہے، اور آئندہ بھی حل کئے جاتے رہیں گے۔

عرصہ سے آلۂ مکبر الصوت "لاؤڈ اسپیکر" پر نماز کی اقتدا کا مسئلہ علماء کرام و مفتیانِ عظام کے درمیان مابہ الاختلاف بنا ہوا ہے۔ اب تک کوئی قطعی رائے وآخری فیصلہ متحقق نہ ہوسکا۔ اسی طرح اس آلہ سے مسموع آواز کے بارے میں اہل سائنس اور اس آلہ کی تکنیک کے ماہرین کی آرا مختلف رہی ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے مسموع آواز متکلم کی آواز کی غیر ہے، بعض پورے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ عین آواز متکلم ہے۔

۱۴۰۶ھ میں تحقیق طلب اس اختلافی مسئلہ پر غور وفکر، بحث وتمحیص کے بعد کسی قطعی فیصلہ پر پہنچنے کے لئے (الجامعۃ الاشرفیہ) میں ایک شرعی بورڈ قائم ہوا۔ لیکن کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہوسکا اور بات جہاں تھی وہیں رہ گئی۔

زیرِ نظر کتاب مؤلفہ محبِ مکرم، فاضل گرامی حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب زِیْدَ عِلْمُہٗ نائب مفتی الجامعۃ الاشرفیہ کی اسی مسئلہ سے متعلق ایک علمی وتحقیقی کاوش ہے۔

جو لوگ لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اقتدا ناجائز ہونے کے قائل ہیں۔ انکے استدلال کی بنیاد، دو امر پر ہے۔ اول۔ لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز متکلم کی آواز کی غیر ہے۔ دوم۔ تَلَقُّنْ مِنْ خَارِجِ الصَّلٰوۃ ناجائز ہے۔ چونکہ اس آلہ میں دونوں چیزیں

پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا اقتدا ناجائز۔ اور نماز فاسد ہوگی۔

کتاب کا موضوعِ بحث انھیں دونوں امور کا ازالہ ہے۔ تمام مباحث انھیں دو چیزوں کے گرد گردش کرتے ہیں وتیع دلائلِ نقلیہ وعقلیہ سے مُبرہن، اور ماہرینِ سائنس کی تحقیقات سے مُؤکّد کیا گیا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے مسموع آواز، عینِ آوازِ متکلم ہے اور تَلقّن مِنْ خارجِ الصَّلٰوۃ مطلقاً ناجائز نہیں۔

علاوہ ازیں ،، خلاصۂ مباحث ،، کے عنوان سے۔ عدمِ جواز کے قائلین کے ایرادات وشبہات، دلائل وشواہد کی روشنی میں سنجیدہ انداز سے دفع کئے گئے ہیں جو ہر منصف مزاج کے لئے یقیناً قابلِ قبول ہوں گے۔ باوجود اس کے مؤلّف کو اپنے موقف پر اصرار نہیں ہے۔ علماء واکابرِ ملّت سے استدعا کی ہے کہ پیش کردہ دلائل وتحقیقات کی روشنی میں غور وفکر کے بعد کسی آخری فیصلہ پر متفق ہوجائیں تاکہ قوم افتراق وانتشار سے محفوظ رہے۔

کتاب کا مسودہ میرے سامنے آیا تو میں نے اسے بغور پڑھا۔ بعض مقامات پر مجھے کھٹک محسوس ہوئی۔ ان کی میں نے نشاندہی کی، مجھے خوشی ہوئی کہ موصوف نے نہایت خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ اب میں مسئلہ دائرہ سے متعلق مؤلف کے موقف سے متفق ہوں۔

میری نگاہ میں یہ گوشہ بھی قابلِ غور ہے۔ اور اس کی طرف علماءِ کرام کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ دور میں عالمِ اسلام وہندوپاک وغیرہما کی مساجد میں کروروں مسلمان اس ابتلاء واضطرار میں مبتلا ہیں، ان کی نمازوں کے فساد کا مسئلہ قابلِ توجہ ہے۔ اس لحاظ سے بھی اس بارے میں شدت کی بجائے نرمی کا پہلو اختیار کرنا چاہیئے۔ جبکہ اسلام رِفق ویُسر کی تعلیم دیتا ہے۔ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا۔

آج بہت سی مساجد میں یہ مسئلہ نزاع وفساد کا باعث بنا ہوا ہے۔ اگر یہی سختی قائم رہی تو خدا جانے ہمارے ائمہ مساجد کا کیا حال ہوگا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ وَھُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ

محمد شفیع الاعظمی غُفِرلہٗ ۲۱ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ
(قاضی شریعت کمشنری گورکھپور، سابق ناظمِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ)

حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی ★

سرچشمۂ اخلاص، پیکرِ علم، گرامی قدر ومنزلت ! وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ۔

(۱) صحیفۂ کرم باصرہ فروز ہوا۔ یقین جانئے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتداء کے تعلق سے آپ کی تحقیقاتِ انیقہ اور افکارِ عالیہ کو اپنی بہشتِ فکر ونظر بنانے کا اشتیاق صرف کچھ حاصل کرنے کے لئے تھا اور پھر یہ آپ کی کرم نوازی رہی کہ آپ نے اس سلسلے کا خلاصۂ مباحث،، اور اس سے پہلے کی اپنی جملہ نگارشات مجھ تک پہونچانے کی زحمت گوارہ فرمائی اور اسی پر بس نہیں فرمایا، بلکہ اپنی تحریروں پر نقد ونظر کرنے والے دانشور کے جملہ ناقدانہ مضامین کو بھی اپنے مضامین کے ساتھ ہم رشتہ کرکے روانہ کردیا۔ اور اس طرح کمالِ وسعتِ نظری اور غایتِ کشادہ خاطری کا مظاہرہ فرمایا۔ اپنے اس طرزِ عمل سے آپ نے اس مسئلہ میں مجھے بھی علیٰ وجہ البصیرۃ کسی نتیجے پر پہونچنے میں بھرپور مدد فرمائی۔ ویسے آپ کا یہ طرزِ عمل اس بات کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ کو اپنی تحقیق کی صحت پر پورا اعتماد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اعتماد بے پناہ قوتِ فیصلہ، استقامتِ رائے اور اصابتِ فکر ونظر ہی کا ثمرہ ہوسکتا ہے۔ المختصر۔ میں تو صرف کچھ حاصل کرنے کا حریص تھا، مگر آپ نے مجھ جیسے بے بضاعت کی ذات سے اپنے حسنِ ظن کے بل بوتے پر اصلاح۔ یا۔ بصورت دیگر تصدیق وتصویب کی جو توقع وابستہ کر رکھی ہے اس کا میں بھلا کیسے اہل ہوسکتا ہوں۔ اس حقیقت کو آپ قطعاً رسمی تواضع وانکسار پر محمول نہ فرمائیں۔ کہ۔ آپ کے قلمِ حقیقت رقم سے جتنے احکام ومسائل صفحاتِ قرطاس پر منتقل ہوچکے ہیں اس کا دسواں حصہ میرے ذہن میں بھی نہیں پھر قلم سے نکلنے کا کیا سوال؟ آپ ملک کی ایک عظیم مرکزی درسگاہ کے ایک عظیم شعبے سے متعلق ہوکر دن ورات فقہ شریف کی خدمت میں گزار رہے ہیں اور میرا حال خانہ بدوشوں سے ملتا جلتا ہے۔ حکمت ودانش کی صہبا پلانے کیلئے اور علم کے دریا بہانے کیلئے آپ کو بحمدہ تعالیٰ کتابوں سے کامل ممارست

★ خطیب ایشیا۔ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد۔

بھی حاصل ہے اور علم وفضل والوں کی صحبت و قربت بھی ——— ان حقائق کے باوجود آپ میری تصدیق وتصویب کے خواہشمند ہیں اب اس کے سوا کیا عرض کیا جائے وَكَانَ أَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا۔ چنانچہ۔ صرف امتثالِ امر کی سعادت حاصل کرنے کا جذبۂ فراواں لیکر یہ دُعا کرتے ہوئے قلم اٹھالیا ہے۔ اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ۔

(۲) آپ کو خیال ہوگا کہ شہسوارِ سمندِ صحافت، رئیس التحریر علامہ ارشد القادری صاحب مدظلہٗ کے استفسار پر میں نے ایک مختصر سی تحریر ان کی خدمت میں روانہ کی تھی جو شرعی بورڈ میں ضرور پیش کردی گئی ہوگی۔ اس میں میں نے لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدار کے تعلق سے اپنا موقف واضح کردیا تھا۔ اس سلسلے میں میرا موقف وہی ہے جو آپ کی تحقیق کا حاصل وخلاصہ ہے۔ اور۔ اب تک میری نظر کے سامنے کوئی ایسی تحریر نہیں آسکی جو مجھے تبدیلی موقف پر مجبور کردے۔ بعض دانشوروں سے میری گفتگو بھی ہوئی مگر بات دلائل وبراہین سے ہٹ کر "صرف فلاں فلاں نے فاسد کہا" سے آگے نہ بڑھ سکی ——— ایک صاحب نے تو بڑی دلچسپ بات ارشاد فرمائی تھی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز کو متکلم کی اصلی آواز قرار دینے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ بالفرض اگر ایک مائک میں دس ہارن لگے ہوئے ہوں تو ہر ہارن کی آواز مذکورہ نظریہ میں متکلم کی آواز قرار پائے گی تو اب اگر زید نے مثلاً اپنی بیوی کا نام لے کر کہا کہ میں نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیا تو یہ آواز ہر ہارن سے سنی جائے گی اور چونکہ ہر ہارن کی آواز متکلم ہی کی اصلی آواز ہے تو پھر اس ایک جملہ سے دس طلاق واقع ہوجانی چاہیے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا ——— اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ بالکل اسی طرح زید نے مذکورہ طلاق والا جملہ ادا کیا اور اس کو دس انسانوں کے کانوں نے سنا اور سبھی کانوں میں زید کی اصلی آواز ہی گئی اور ہر کان کی آواز اپنے جزئی تشخص کے اعتبار سے اس دوسرے کان کی آواز سے ممتاز بھی ہے، ایسی صورت میں بھی مذکورہ جملہ سے دس طلاق واقع ہوجانی چاہیے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ اس پر ان بزرگوار نے خاموش ہوکر ایک دوسری بات ارشاد فرمائی کہ اگر ٹیپ ریکارڈ اور فونوگراف کی آواز متکلم ہی کی اصلی آواز ہے تو پھر تو یہ بھی

ہوسکتا ہے کہ کوئی امام صاحب اپنی پوری نماز ٹیپ کرالیں اور پھر اُسی ٹیپ ریکارڈ کو امام کی جگہ رکھ کر امام موصوف کی اقتدار کرلی جائے۔ اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ یہ بات بھی بچند وجوہ ناقابلِ فہم ہے۔ **اولاً** امام کی جس وقت کی نماز کو ٹیپ کیا گیا ہے وہ وقت بھی مخصوص ہے اور اس وقت کی نماز بھی مخصوص ہے، اور اس نماز کی نیت بھی مخصوص ہے۔ اور ٹیپ ریکارڈ میں امام کی آواز جاتی ہے مگر نیت نہیں جاتی اس لئے کہ نیت نام ہے "دل کے ارادے کا"، یوں ہی امام جو کچھ بالجہر کہے گا وہی ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ ہوگا لہذا آہستہ پڑھنے والی ہر چیز سے ٹیپ ریکارڈ خالی رہے گا۔ نیز ٹیپ ریکارڈ میں صرف جہری آواز ہوگی قیام ورکوع وسجود اور قعدہ وغیرہ کچھ بھی نہ ہوگا۔ ایسی صورت میں ٹیپ ریکارڈ مصلیٔ امامت کے فرائض کیسے ادا کرسکے گا؟ ویسے بھی جس وقت کی نماز کی آواز اس میں ٹیپ ہے وہ وقت تو گزر گیا تو اب یہ آواز دوسرے وقت کے کیا کام آسکتی ہے؟ **ثانیاً** امام قاری ہے نہ کہ قرأت۔ متکلم ہے نہ کہ کلام، وغیرہ وغیرہ اور ٹیپ ریکارڈ میں قرأت ہوتی ہے قاری نہیں ہوتا۔ کلام ہوتا ہے متکلم نہیں ہوتا۔ میرے ان معروضات پر بھی وہ خاموش ہوگئے، مگر مجھے اس بات کا شدید احساس رہا کہ ساکت وصامت ہوجانے کے باوجود انھوں نے میرے معروضات کو لائقِ اعتنا نہیں سمجھا ان کے چہرے پر ندامت کی پرچھائیں تو تھی مگر انبساط کی لہریں نہیں تھیں ——— خیریت تو یہ تھی کہ ان کو اس وقت ٹیلی ویژن نہیں یاد آیا ورنہ امامت کے مصلیٰ تک پہونچانے کیلئے یہ ان کے نزدیک نسبتاً ٹیپ ریکارڈ سے زیادہ بہتر چیز ثابت ہوتی اس لئے کہ اس میں جہری آواز کے ساتھ ساتھ ظاہری افعال بھی نظر آتے ہیں۔ پھر اس کے جواب میں مجھے ٹیپ ریکارڈ والی مذکورہ بالا خرابیوں میں سے اکثر وبیشتر خرابیوں کو ٹیلی ویژن میں بھی دکھانا پڑتا۔ مزید برآں یہ بھی عرض کرنا پڑتا کہ ٹیلی ویژن میں جو کچھ نظر آرہا ہے اس کو خواہ آپ حقیقی تصویر قرار دیں۔ یا عکس۔ دونوں صورتوں میں وہ امام نہیں ہم نے زید کو (مثلاً) امام بنایا ہے، نہ کہ زید کی تصویر، یا اس کے عکس کو۔ تکلیفِ شرعی زید کے لئے ہے اس کی تصویر وعکس کے لئے نہیں۔ ویسے بھی ٹیلی ویژن کو امام کی جگہ پر رکھ کر دیکھتے تو مقتدیوں کا چہرہ تصویر۔ یا عکس کے چہرے کی طرف ہوگا اور تصویر، یا عکس کا چہرہ مقتدیوں کے چہرے کی طرف۔

الغرض ۔ دیکھنے میں دونوں ایک دوسرے کے قبلہ نظر آئیں گے اور بڑے مزے کی بات یہ ہوگی کہ یہ نام نہاد امام عرض اور مقتدی جوہر۔ امام غیر مجسم اور مقتدی مجسم ۔ مقتدی امام سے باخبر اور امام مقتدی سے بے خبر۔ حاضرین نیتِ اقتدار کے ساتھ کھڑے، اور امام انکی امامت کی نیت سے خالی ۔ دونوں کا مکان الگ الگ ۔ ساتھ ہی ساتھ ایک مزے کی بات یہ بھی ہوگی کہ تصویر یا عکس کے ہونٹ ٹیلی ویژن میں ہلتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر اس میں آواز نہیں ہوتی اور جہاں سے آواز آتی ہے وہاں ہونٹ نہیں ہوتے نہ اصلی نہ عکسی ۔ یعنی جو قرأت کرتا ہوا نظر آرہا ہے وہ قرأت سے عاری اور آواز سے محروم ہے اور جہاں سے قرأت کی آواز آرہی ہے وہ قرأت و آواز کے انسانی اعضاء سے محروم ——— آمنے سامنے والی قبلہ کی جو مذکورہ صورت بنتی ہے اس کو یوں ختم کیا جا سکتا ہے کہ امام صاحب کے پورے ارکانِ صلوٰۃ کا پوز امام صاحب کے پیچھے سے لیا جائے مگر اس صورت میں بھی سابقہ جملہ خرابیوں کے ساتھ ساتھ یہ پُر لطف منظر بھی پیش نظر ہوگا کہ جو امامت کے مصلیٰ پر رکھا ہوا ہے یعنی ٹی وی۔ وی بکس وہ امام فرضی بھی نہیں اور جسے امام فرض کیا گیا ہے وہ مصلی پر نہیں ۔ الغرض ۔ کسی بات پر صحیح اشکال وارد کرنے کیلئے بھی شعور کی ضرورت ہوتی ہے وہ بھی ایسا شعور کہ اخلاص و خدا ترسی کے سائے میں جس کی نشو و نما ہوئی ہو ۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی روشنی میں جو عقائد و نظریات سامنے آئیں انھیں سرمۂ قلب و نگاہ بنا لیا جائے ۔ مگر ہو یہ رہا ہے کہ بہت سارے دانشور اپنے کسی اندرونی جذبے کی تسکین کے لئے خود ہی ایک نظریہ کی تشکیل کر لیتے ہیں اور پھر اُسے کتاب و سنت اور اجماع و قیاس سے مُدلّل کرنے کی سعیٔ لاحاصل میں لگ جاتے ہیں ۔ حالانکہ وہ بھی اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہوں گے کہ کتاب و سنت کی بات ماننا ایک الگ چیز ہے اور کتاب و سنت سے اپنی بات منوانے کی کوشش ایک دوسری چیز ۔ ہم سب کیلئے ان دونوں چیزوں میں سے پہلی چیز ہی کو ماننے میں دین و دنیا کی فیروز بختی ہے ——— آپ جس دانشور کی دانشوری سے الجھے ہوئے ہیں خود اس نے احمد آباد میں بعض معتبر علماء کے سامنے کھلے لفظوں میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حضور مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ

کی ذات ہمارے سر اور آنکھوں پر، ان کا علم و فضل اپنی جگہ پر ان کا ہمارا ماویٰ و ملجا، ہونا اس میں دو رائے نہیں مگر لاؤڈ اسپیکر کے تعلق سے میرے نزدیک بحر العلوم استاذ محترم حضرت مولانا سید افضل حسین صاحب کے جو دلائل ہیں ان کا کوئی جواب نہیں ——— اس اعتراف کے بعد اب خدا ہی بہتر جانے کہ وہ کون سی اندرونی محرکات رونما ہوئے جس نے اس دانشور کو ایک کشادہ راہ سے ہٹا کر تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک راستے پر چلنے پر مجبور کر دیا اور خود اپنے ہی سابقہ موقف کو چھوڑ کر ایسے موقف کی حمایت پر مجبور کر دیا جو خود اس کے نزدیک صحیح نہ تھا۔

(۳) آپ کے کلام میں اگرچہ معقولات کی چاشنی مناسب مقدار میں ہے مگر آپ نے اپنے ہر ہر دعویٰ کے ثبوت کا دار و مدار منقولات پر رکھا ہے اور فقہی جزئیات سے آپ نے اپنے مضمون کو بھر دیا ہے اور اپنے اس طرز عمل سے بخوبی ظاہر کر دیا ہے کہ دین و شریعت تمام تر منقول ہیں انھیں عقل کی کسوٹی پر کسنا گناہ نہیں لیکن اسی عقلی پرکھ کو حق و ناحق ۔ یا صواب و خطا کا معیار بنا لینا بلاشبہ حد سے تجاوز کرنا ہے ۔ کوئی بھی عقلی تعبیر اس سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی کہ وہ ایک انسانی ذہن کی اُپج ہے، نہ وہ وحی الٰہی ہے، نہ حدیث رسول ۔ عقلی تعبیریں دین کا مدار نہیں بن سکتیں کسی معقولی کی اس طرح کی کوششوں کو بشرطیکہ وہ منقولات سے متصادم نہ ہوں ایک مستحسن کوشش کہا جا سکتا ہے اور بس ۔ لیکن جب کوئی عقل زدہ فرد ۔ یا گروہ اُسے عقیدہ کی طرح منوانے کی کوشش کرتا ہے اور نہ ماننے والے کے دین کو ناقص قرار دینے کی جرأت کرتا ہے تو وہ نہ صرف اپنی حد سے بڑھنے کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ دوسروں کو چھیڑ کر بیٹھے بٹھائے اپنے کو مبتلائے آفات بھی کر لیتا ہے اور نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے کہ ماوفِ عقل پرستی کو حنبلی صداقت شعاری کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہونا پڑتا ہے ۔

(۴) آپ کے انداز بیان میں نہایت شائستگی اور متانت ہے ۔ دقیق مسائل کو اسلوب بیان کی شگفتگی نے عام ذہن و فکر کے لوگوں کے لئے بھی آسان کر دیا ہے گویا آپ کی پوری توجہ مسائل کو "سمجھانے" ہی کی طرف رہی، اور آپ کا اپنا نصب العین

اظہارِ قابلیت و ہمہ دانی نہ رہا۔ اگر یہ مؤخر الذکر بات آپ کا نصب العین ہوتی تو آپ کے مضمون میں پیچیدہ اسلوب تحریر، علوم و فنون کے اصطلاحی کلمات کی فراوانی ہوتی اور معنوی و لفظی تعقیدات کی کمی نہ ہوتی۔ آپ نے اپنی تحریر میں جس سلاست و روانی کا التزام کیا ہے اس نے اس مضمون کی افادیت کو بڑھا دیا ہے۔

(۵) ہمارے جن اکابرین نے جواز سے عدم جواز کی طرف رجوع فرمایا ہے ان کے رجوع کے اسباب کی تشریح کے وقت آپ نے جو پیارا انداز اختیار فرمایا ہے اور جس سعادتمندی کا مظاہرہ فرمایا ہے وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ بے شک ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ؛ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۶) آپ کے دوسرے مکتوب سے ظاہر ہے کہ آپ کے مضمون کو بحر العلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ اور جلالۃ العلم حضرت مولانا قاضی محمد شفیع صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے بھی ملاحظہ فرمالیا ہے اور اپنے گرانقدر مشوروں سے آپ کو سرفراز فرما دیا ہے اور ظاہر ہے کہ آپ نے ان کے مفید مشوروں کی روشنی میں جب اپنے مضمون پر نظرِ ثانی فرمائی ہوگی تو وہ مضمون اور بھی مفید سے مفید تر ہوگیا ہوگا — آپ نے بہت ہی بہتر کیا کہ ملک کی ان عبقری شخصیتوں کی نظروں سے اپنی تحریر کو گزار کر اس کو وقیع سے وقیع تر بنانے کا انتظام فرمایا۔ ان حضرات کی تائید و تصویب آپ کے لئے ایک بہترین سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۷) دعاگو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت و اقبال میں برکت عطا فرمائے اور آپ سے دین و سنیت اور علوم شرعیہ کی عظیم سے عظیم تر خدمات لیتا رہے۔ نیز ہر دور میں آپ کی ذات کو آشوبِ روزگار اور حاسدین کی نگاہوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ حاضرینِ مجلس کی خدمات عالیہ میں مناسبات پیش فرمائیں اور خود اپنی مخصوص دعاؤں میں مجھے یاد رکھیں فقط والسلام۔

دعاگو —— دعاجو

محمد مدنی اشرفی جیلانی عفرلہٗ

۱۷ر جولائی ۱۹۸۹ء

از احمد آباد

حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری دام ظلہٗ*

۴۸۶ / ۹۲

مکرم و معظم حضرت مولانا صاحب مدظلہٗ

سلام و رحمت۔ مزاج گرامی!

مسئلہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا جواز و عدم جواز ایک مدت سے موضوعِ بحث ہے۔ اور اس پر اکابر کی آراء مختاط طور پر نشر ہوتی رہی ہیں۔ بہت قلیل تعداد عدمِ جواز کی قائل ہے۔ اور کثرت جواز پر قائم۔

دنیا میں شاید ہی کوئی بڑی مسجد ہو جس میں نماز کے وقت لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ ہوتا ہو۔ کیا ان گنت، لاتعداد، بے شمار نمازیوں کی نمازوں کو عدم پر محمول کرنا انصاف کا تقاضا ہے؟

فتاویٰ نوریہ جلد اول میں بڑی تفصیل سے اس مسئلہ کو حل کر دیا گیا ہے۔

اکابر کا احترام ملحوظِ خاطر رکھنا از بس ضروری ہے مگر شریعت کے مطابق مسئلہ کا حل احترام کے برعکس تو نہیں۔

ورنہ ائمہ اربعہ کا اختلاف اور صاحبین و طرفین کا مسائل میں اپنا اپنا موقف چہ معنیٰ دارد؟ بہرحال میرے نزدیک بلاشک لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز ادا کرنا جائز ہے بشرطیکہ امام صحیح العقیدہ ہو۔ والسلام

خیراندیش۔ تابش قصوری

۸۹/۱/۲۱

حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب ضاء ظلہٗ

حضرت مفتی صاحب، مولانا محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہٗ ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و تنظیم المدارس اہل سنت، پاکستان نے جن امور کا ذکر کیا ہے قابلِ غور

* مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور نمبر ۸ خطیب جامع ظفریہ مرید کے (شیخوپورہ) پاکستان۔

اور لائق توجہ ہیں، فتاویٰ نوریہ جلد اول میں رسالہ مکبر الصوت، ملاحظہ فرمائیں، جانب جواز فتویٰ دینے میں معاون ہوگا۔ یہ بھی پیش نظر رہے کہ حاجت سے زائد اوقات میں، زیادہ آواز کے ساتھ لاؤڈ اسپیکر کے استعمال نے بھی قوم کو ہم سے بیزار کر رکھا ہے۔ والسلام

محمد عبد الحکیم شرف قادری

استاذ جامعہ نظامیہ لاہور (پاکستان)

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

۷۸۶

حضرت مولانا مفتی محمد ایوب صاحب دام ظلہ

محب محترم حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب زید حبکم

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز سے متعلق ایک بسیط مقالہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ نظر سے گزرا جس میں آپ نے بڑی مساعی صرف فرمائی ہے مولا تعالیٰ اسکو مشکور فرمائے آمین۔ میری فکر قاصر میں لاؤڈ اسپیکر کی آواز کی غیریت راجح نہیں۔ مگر نماز کی اہمیت کے پیش نظر اس کے استعمال کو اچھا نہیں سمجھتا۔ اور جہاں ضرورت ملجئہ سامنے آتی ہے مکبرین کی تعیین کا بھی حکم دیتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

والسلام مع الاحترام

فقیر محمد ایوب

مفتی جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔

حضرت مولانا مفتی مجیب الاسلام صاحب اعظمی دام ظلہ العالی

حضرات علماء ملت ادام اقبالہم! آپکی حق گوئی و حق کوشی آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ تلاش حق کی خاطر اختلاف ہو تو اختلاف امتی رحمۃ ایسے اختلاف کیلئے بشارت ہے یہ اختلاف تحقیق و تنقیح کی تو اجازت دیتا ہے مگر زبان و قلم کے ذریعہ تشدد کسی طرح مناسب نہیں۔ مجتہدین مذہب کو ہم آسانی سے نظر انداز کر دیتے ہیں کہ وہ میدان اجتہاد میں تھے۔ اب تو اس دور انحطاط میں کسی میں شان اجتہاد نظر نہیں آتی۔ ائمہ دین کے اختلاف میں کوئی تشدد یا طنز نظر نہیں آتا۔ علماء کرام کے نظریات و تحقیقات میں اختلاف رونما ہوتے ہی رہے مگر گرم جنگ علماء حق میں نہ رہی۔ موجودہ دور میں بھی اختلاف ہونگے مگر اس کو میدان کارزار میں مبدل کرنا علماء ملت کے شایان شان نہیں۔ تمام علماء اہلسنت کا اتفاق و اجماع ہے کہ جواز جمعہ کیلئے مصر شرط ہے لہٗ امیر أو قاضي يقيم الحدود وينفذ الأحكام فتویٰ اسی پر ہے اور اسی پر فتوے لکھے گئے اور لکھے جارہے ہیں چند مخصوص اقل قلیل محتاط علماء کے علاوہ کتنے ہیں جو عملاً اپنی تحریر کے پابند ہیں۔ یہی علماء جہاں کوئی حاکم نہیں اقامت جمعہ کرتے اور کراتے ہیں۔ ہاں وہ فرض وقت بھی ادا کرتے ہونگے۔ الحمدللہ! اسمیں کسی قسم کا تشدد رونما نہیں ہوتا نہ کوئی کسی پر طنز کرتا ہے تو مسئلہ لاؤڈ اسپیکر میں اتنا تشدد کیوں ہے لہذا باادب گذارش ہے کہ ایک دوسرے کو نشانہ طنز و تشدد نہ بنائیں بلکہ ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة کی روشنی میں حکمت عملی اور نرم رویہ اختیار فرماکر اصلاح کی کوشش فرمائیں۔

فاضل ذکی و فطین علامہ محمد نظام الدین مفتی جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے مکبر الصوت کے ذریعہ مسموع آواز پر اقتدا کے جواز پر جو نفیس و محقق مقالہ سپرد قلم کیا ہے مقدس علماء کرام کو اس سلسلہ میں کسی صحیح فیصلہ پر پہنچنے کیلئے ایک واضح صاف ستھری شاہراہ تحقیق عنایت فرمادی ہے۔ لائق احترام محقق نے قائلین جواز و عدم جواز کے دلائل و براہین اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات و شبہات کو انتہائی دیانت و امانت سے بغیر کسی گوشہ کو مخفی رکھتے ہوئے بڑی فیاضی کے ساتھ پیش کرکے حق انصاف ادا کیا ہے۔ اس دور انحطاط میں الحمدللہ ابھی دقیقہ شناس، بلند پرواز نگاہیں، محققانہ قلب و نظر کے حاملین علماء کرام موجود ہیں۔ یہ علم و فن کی عبقری شخصیتیں مشکل مسائل دینیہ پر سیر حاصل بحث کرنے والے صاحب فکر و تدبر علماء بطور یادگار سلف اشرفیہ جیسے ادارہ کو اپنی صلاحیتوں سے مرکز نگاہ بنائے ہوئے ہیں۔ پیش نظر تحقیقات سے میرا دل کافی متاثر ہے۔ مولا کریم ان کے علم و عمل میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

مسئلہ مبحوث عنہا بلکہ متنازع فیہا میں فقیر حضرت محقق کا مؤید ہی نہیں ، بلکہ ان کی اصابتِ رائے پر اپنی ناقص فہم کی بنا پر مہرِ تصدیق ثبت کرتے ہوئے ان کا ممنون احسان ہے کہ وقت کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ایسے دلائل و براہین زیبِ مقالہ کئے ہیں جو اثباتِ مدعا میں کافی ممد و معاون ہیں۔

فقیر راقم حروف جب آستانہ اعلیحضرت قدس سرہ پر جاروب کش تھا مفتیٔ اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کفش برداری کا شرف حاصل تھا حضور مفتیٔ اعظم ہند کی بارگاہ میں آواز مکبر الصوت کے متعلق معروضہ پیش کیا تھا کہ سرکار آوازِ صدیٰ اور آوازِ مکبر الصوت میں بظاہر بیّن فرق ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ آوازِ متکلم جب سخت چیز سے ٹکرا کر واپس آتی ہے تو صدیٰ اور متکلم کی آواز کے دو الگ الگ زمانے محسوس ہوتے ہیں۔ آواز صدی اسلئے آواز متکلم کی غیر کہی جائیگی اسی لئے سامع پر سجدۂ تلاوت نہیں۔ مگر مکبر الصوت کے ہارن سے خارج ہونے والی آواز کا زمانہ اور آوازِ متکلم کا زمانہ ایک ہی محسوس ہوتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مکبر الصوت کی آواز بعینہٖ آوازِ متکلم ہے۔ سرکار نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میں کب کہتا ہوں کہ وہ آوازِ متکلم نہیں آوازِ متکلم ہی ہے مگر مکبر الصوت سے خارج ہونے والی آواز کی وہ کیفیت وصفت نہ رہی جو اصل آواز متکلم کی ہوتی ہے اس اعتبار سے میں کہتا ہوں کہ وہ آوازِ متکلم نہیں اس اختلاف کی وضاحت ایک مثال سے فرمائی کہ ایک حوض کے کنارے سے کسی نے پانی کو زور سے دھکا دیا جس سے ایک لہر کے ذریعہ پانی آگے بڑھا اور جانبِ مخالف پہنچکر سمت متوازی دیوار سے ٹکرا کر واپس ہونیوالی تھی کہ کسی نے انہیں رنگ کی پڑیا ڈالدی ، ظاہر بات ہے کہ وہ جاتی ہوئی پانی کی لہر ٹکرا کر واپس ہوگی مگر اب اس کی کیفیت بدل گئی کہ اب اس پلٹنے والے پانی کو پانی نہ کہا جائیگا بلکہ اسکو رنگ کہا جائے گا۔ جبکہ وہ وہی پانی ہے جو دھکا دینے سے پیدا ہونے والی لہر کا پانی تھا، پانی میں اختلاف نہیں پانی کی کیفیت میں اختلاف ہوا۔

سرکار مفتیٔ اعظم ہند رضی اللہ عنہ کی رائے سے فقیر کا قلب اس وقت بھی مطمئن نہیں تھا۔ مگر چونکہ اسوقت اجلہ علماء کرام نے عدم جواز پر دستخط فرما دیئے تھے ، میں نے بھی اس پر دستخط ثبت کر دیئے تھے، اور سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ حضور مطارغ فقہاءِ عصر تھے میں نے انکی رائے کے حوالہ اپنی رائے بھی کر دی تھی۔ میرے استاذ گرامی ، رازیٔ دوراں ، عدل العلم والعرفان ، محدث اکبر حضرت علامہ سردار احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی عدم جواز پر دستخط فرمانے سے پہلے یہ عبارت سپرد قلم فرمائی تھی :

لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا اس سے بھی ترشح ہوتا ہے کہ استاذ گرامی کا قلب بھی پوری طرح مطمئن نہیں تھا۔ مجھے خوب یاد ہے حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دستخط سے پہلے فرمایا تھا۔ لَيْسَ عَلَيْنَا إِلَّا الْاِتِّبَاع۔ اس سے بھی اشارہ نکلتا ہے کہ بہت سے علماء ملت نے اسوقت حضور مفتیٔ اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہی وجاہت کی بنا پر عدم جواز پر دستخط ثبت فرمائے تھے۔

علامہ محقق نے اپنے مدعا کے اثبات کیلئے کثیر فقہی جزئیات کا لائق اعتماد سہارا لیا ہے ، بدلائل کثیرہ اثباتِ دعویٰ کی بھرپور کوشش فرمائی ہے۔ میری نگاہِ ناقص میں وہ براہین وشواہد لائقِ اعتماد و اثباتِ مدعا کیلئے کافی معین و مددگار ہیں بقول قائلین عدم جواز فرض کر لیا جائے کہ وہ آواز متکلم نہیں مگر اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَات شریعتِ مطہرہ کی ایک اصل کلی ہے جس سے امت کو آسانیوں کی راہ ملتی ہے۔ کسی کو راہِ مستقیم پر رکھنا اور دین بچالینا کیا شرعی ضرورت نہیں تجربات شاہد ہیں کسی جگہ اگر وہابی امامت کرتا ہے تو بہت سے سنی اسلئے سنیوں کی مسجد چھوڑ کر وہابیوں کی مسجد میں جاکر وہابی امام کی اقتدا میں نماز ادا کرتے ہیں کہ وہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھاتا ہے۔ کیا ان بھولے بھالے سیدھے سادے عوام کے دین کا بچانا دین کی اہم ترین ضرورت نہیں۔ بہت سی سنی مساجد پر عوام کے اصرار پر کہ لاؤڈ اسپیکر پر امام نماز پڑھائے سنی امام نے مسجد کو خیر باد کہدیا ، آج بہت سی ایسی مساجد وہابیوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ قوم کو قعرِ مذلت سے بچالینا اہم شرعی ذمہ داری ہے نہ کہ ہزاروں کو وہابیوں کی ناپاک گود میں ڈالدینا یہ کشتِ ملت کی صحیح آبیاری نہیں نہ اسکو خدمتِ دین کا درجہ دیا جائے گا۔

اسپرٹ جو متفق علیہ شراب ہے جس کی حرمت و نجاست میں کوئی نوعِ اختلاف نہیں مگر امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ماہر جمیع علوم و فنون کا فیصلۂ حق ، دیدہ و دل سے ملاحظہ فرمائیں اور عبرت حاصل کریں فتاویٰ رضویہ شریف ج ۱ ص ۵۴

" پڑیا کی نجاست پر فتویٰ دیئے جانے میں فقیر کو کلام کثیر ہے ملخص اس کا یہ کہ پڑیا میں اسپرٹ کا ملنا اگر بطریقہ شرعی ثابت بھی ہو تو اس میں شک نہیں کہ ہندیوں کو اس کی رنگت میں اِبتلاء عام ہے اور عموم بلویٰ نجاستِ متفق علیہا میں باعثِ تخفیف تو ایسی جگہ بلاوجہ مسلمانوں کو ضیق و حرج میں ڈالنا اور عامۂ مومنین و مومنات جمیع دیار و اقطارِ ہندیہ کی نمازیں معاذ اللہ باطل اور انھیں

آثم ومُصِر علی الکبیرہ قرار دینا روشِ فقہی سے یکسر دور پڑنا ہے ،، اھ ملخصاً ۔ فرمائیے نجاست متفق علیہا کا حکم عمومِ بلویٰ نے بدل دیا ۔ اسی جواب کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں کہ عدمِ جواز کا قول کرکے لاکھوں کروڑوں کی نمازوں کا بطلان ماننا پڑے گا یہ کہاں کا فقہی تقاضا ہے ۔

الکوہل (شراب) کی آمیزش عمومی طور پر انگریزی مشروبات نیز یا بس دواؤں میں ثابت ہے ۔ موجودہ دور میں انگریزی آدویہ بھی عام طور پر استعمال کی جاتی ہیں ان کا حکم بھی ابتلاءِ عام کی وجہ سے باعثِ تخفیف ہے محتاط علماء کرام سے صرف نظر کریں کہ یہ اجتناب ان کا تقویٰ ہے ۔

مسئلہ مکبر الصوت کو اجماعی بھی تسلیم کرلیں (حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے) جب بھی ابتلاءِ عام مسئلہ اجماعیہ کو بدل دے گا ۔ اسکے بہت سے نظائر معمولی توجہ سے واضح ہوں گے ۔ قائلینِ جواز و عدم جواز فریقین کے ساتھ اساطینِ علم و علماءِ اعلام ہیں لہٰذا ہمارے لئے کسی ایک موقف کی ترجیح کے لئے مرجح ضروری ہے ۔

مبناءِ اختلاف اصل آواز یا نقل آواز ہے ۔ قائلینِ عدم جواز کے نزدیک مکبر الصوت سے نکلنے والی آواز نقل آوازِ متکلم ہے اس واسطے ناجائز کا قول کیا یا اس لئے ناجائز کا فتویٰ دیا کہ آواز اپنی اصلی کیفیت کے ساتھ سامع تک نہ پہنچی ، مگر بظاہر یہ ثابت ہے کہ اصل آواز میں تبدیلی نہیں سامع تک آوازِ متکلم ہی پہنچتی ہے ۔ کیفیت کے بدلنے سے اصل کی تبدیلی نہیں ــــ بازاروں میں ٹین کا ایک لمبا آلہ بنا کر اس میں بولتے ہیں ۔ تاکہ آواز بھاری ہوکر دور دراز تک لوگوں کے کانوں تک پہنچے تو صفت و کیفیت تو یہاں بھی تبدیل ہے مگر اصل آواز میں ردّ و بدل نہیں ہے ۔ وصف کی تبدیل سے اصل شئی نہ بدلے گی ۔

پھر ترجیح عبادت گاہوں کی حفاظت اور عوام کے ایمان و عمل کی صیانت ہے ۔ اگر ہم عدمِ جواز کے موقف پر ہی قائم رہے تو قوم سے ہمارا رابطہ منقطع ہوتا چلا جائے گا ۔ اور ظن غالب ہے کہ قوم کا اکثر حصہ وہابیت کی گود میں جاکر دولت ایمان کو ہاتھ سے کھو دے گا ۔

مسئلہ مفقود الخبر میں ظاہر روایت سے ہٹ کر امام اہلسنت قدس سرہٗ نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک پر عمل کی اجازت دیدی ۔ فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۵ صفحہ ۵۰۰ میں مرقوم ہے ۔ فمن شاء فلیراجع الیہا ۔

ھ دیکھئے جلد ۶ کتاب المفقود ۱۲ منہ ۔

عموم بلویٰ ہی کو امام اہلسنت نے پیشِ نظر رکھ کر یہ فیصلہ فرمایا ۔ مکبر الصوت میں بھی عموم بلویٰ موجود ہے ۔ اس کا حکم بھی جواز ہی ہونا چاہئے ۔

حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ بھی مکبر الصوت کی آواز کو آوازِ متکلم ہی مانتے تھے ۔ مگر میں نے دیکھا کہ ان کی عملی زندگی تقویٰ اور فتویٰ میں کوئی تفریق نہیں کرتی تھی ۔ حضور نے نماز جیسی مہتم بالشان عبادت کو شبہات سے پاک رکھنے کی وجہ سے عدمِ جواز کا فتویٰ دیا ۔ اور اس وقت ابتلاءِ عام بھی نہ تھا ۔ جس سے عمومِ بلویٰ کی طرف نظر جاتی ۔

فقیر مجیب الاسلام نسیم اعظمی خادم مدرسہ اہلسنت بحر العلوم

مئو شہر ۶ ر صفر المظفر ۱۴۱۰ھ

ارکانِ شرعی بورڈ کا نتیجۂ بحث

آواخرِ جمادی الاُولیٰ ۱۴۰۶ھ میں عرسِ عزیزی کے موقعہ پر ارکانِ شرعی بورڈ کا ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں "لاؤڈ اسپیکر پر اقتدار کا جواز، وعدمِ جواز" کے موضوع پر کافی بحث ہوئی۔ اس کا حاصل یہ ہے۔

فقیہِ عصر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی دام ظلہُ العالی۔ (صدر مجلس) } غور طلب ہے

ناچیز راقم الحروف ۔ + جائز و درست ہے۔

بقیہ ارکان ۔ + ناجائز ہے مگر مکبّرین کے ساتھ اسکا استعمال ہوسکتا ہے۔

"نتیجۂ بحث" کا متن یہ ہے۔

"(ب) لاؤڈ اسپیکر سے سنی جانے والی آواز پر غیرِ صوتِ متکلم ہونے کی صورت میں اِقتدار درست ہے، یا نہیں۔ ؟

حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب[1]، مولانا اعجاز احمد صاحب ادروی[2]
مولانا خواجہ مظفر صاحب[3]، مفتی عبید الرحمٰن صاحب[4]
مولانا محمد احمد صاحب بھیروی، مفتی مطیع الرحمٰن صاحب } اِقتدار فاسد ہے۔

حضرت نائب مفتیِ اعظم ہند ۔ غور طلب۔

(ج) مکتوب میں مذکورہ ضرورت کے پیشِ نظر مکبّر کے علاوہ لاؤڈ اسپیکر کا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، یا نہیں۔ ؟

بشرائط ذیل جائز ہے۔

(۱) امام لاؤڈ اسپیکر میں اِدخالِ صوت کا ارادہ ہرگز نہ کرے۔

(۲) امام اپنے مقتدیوں کو یہ تلقین کردے کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر ہرگز انتقالات

---

(۱) شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔

نہ کریں، بلکہ امام، یا مکبّر کی آواز پر مقتدیوں کے انتقالات دیکھ کر انتقالات کریں۔

(۳) مکبّر کو بھی یہ تلقین کردے کہ وہ امام یا مکبّرین کی آواز سن کر، یا اپنی اگلی صف والوں کے انتقالات دیکھ کر تکبیر کہے۔

یہ جواب اُن لوگوں کا ہے، جنھوں نے صراحۃً مکبّر الصوت کی آواز پر اقتدار کو مُفسدِ نماز قرار دیا ہے"۔ (ترتیبِ مباحث ص ۵، ۶)

حضرت مولانا مفتی فضل کریم صاحب (قاضی ادارۂ شرعیہ بہار ورکن شرعی بورڈ) لکھتے ہیں:

"ضرورتِ داعیہ کے پیشِ نظر لاؤڈ اسپیکر کی موجودگی میں اگر مکبّرین کا معقول انتظام کیا جائے، اور انھیں کی آواز پر ارکانِ نماز ادا کئے جائیں تو میرے خیال میں اس میں کوئی قباحت نہ ہوگی، اور نہ ترکِ سنت کا الزام عائد ہوگا"

"اَلْجَوابُ صحیحٌ۔ محمد اشرف رضا قادری۔ ۲ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ"

(مجموعہ فتاوی علماء شرعی بورڈ ص ۲۶)

حضرت علامہ و مولانا سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی مدّ ظلہُ العالی (رکن شرعی بورڈ) رقمطراز ہیں:

"میرے علم میں لاؤڈ اسپیکر کی موجودگی میں بغیر مکبّرین کے بھی انتقالاتِ ارکان میں شرعًا کوئی حرج نہیں۔ لیکن چونکہ بعض مقتدر علمائے کرام اور مفتیانِ عظام لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر انتقال کو فسادِ نماز کا موجب قرار دیتے ہیں تو اس صورت میں جمع بین المذہبین کی یہ بہترین صورت ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ ساتھ حسبِ ضرورت مکبّرین کا تقرر بھی کرلیا جائے تاکہ ان علمائے کرام کے ہم خیال افراد کو بھی براءتِ ذمہ کا یقین حاصل رہے۔" (مجموعہ فتاوی علماء شرعی بورڈ ص ۴۷)

یہ آٹھ علمائے کرام ہیں جو تفصیل بالا کے مطابق مکبّرین کے ساتھ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز قرار دیتے ہیں۔ اور مؤخر الذکر عالم تو تنہا لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بھی درست مانتے ہیں۔

فہرست

ملنے کا پتہ
(مفتی) محمد نظام الدین رضوی
اشرفیہ - مبارک پور - اعظم گڑھ
۲۷۶۴۰۴